انسانِ کامل

اخلاقِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تحقیق

مفسرِ قرآن ڈاکٹر مجاور حسین رضوی الحسینیؒ

تلخیص وانتخاب

مفسرِ قرآن ڈاکٹر محمد حسن رضوی

ناشر

اکیڈمی آف قرآنک اسٹڈیز اینڈ اسلامک ریسرچ

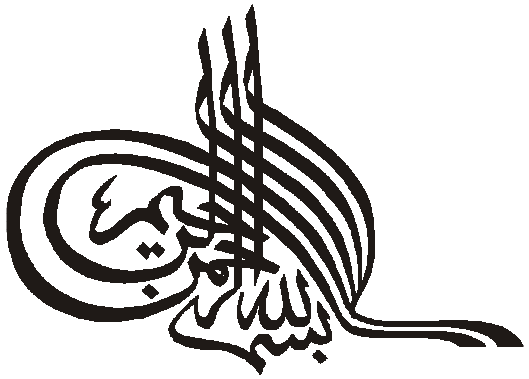

پہلا ایڈیشن

مئی ر 2019ء

جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب : **انسان کامل، اخلاق محمد** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تحقیق : مفسرِ قرآن ڈاکٹر مجاور حسین رضوی الحسینیؒ

انتخاب وتلخیص : مفسرِ قرآن ڈاکٹر محمد حسن رضوی

تصحیح : انجینئر فیضیاب رضوی

کمپیوٹرائزڈ کمپوزنگ: راحت حسین، احمد گرافکس 021-36805931

ناشر : اکیڈمی آف قرآنک اسٹڈیز اینڈ اسلامک ریسرچ

تعدادِ اشاعت : 1000

قیمت :

پیشکش

جناب مظاہر حسن رضوی

سرپرست: اکیڈمی آف قرآنک اسٹڈیز اینڈ اسلامک ریسرچ

فہرست

تعارف ۲۳

جناب رسولخداؐ کا بچپن، حکمتیں اور اسلامی تعلیمات کا خلاصہ
بزبانِ رسولؐ، کاروبار، عدل اور انصاف کی اعلیٰ مثال

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچپن اور حکمت کی باتیں ۲۶
لقبِ امین وصادق پانا بعمر ۱۸ سال ۲۸
سفر تجارت ۲۹
تعمیرِ کعبہ ونصبِ حجرِ اسود بعمر ۳۵ سال ۲۹
بعثت کی اطلاع واعلان ۳۱
حکمت: حضرت علیؑ کی تربیت کا کمال ۳۲
اوّلِ مسلم حضرت علیؑ ۳۲

اسلام کی تبلیغ کی ابتدا از دعوت ذوالعشیرہ، حضرت علیؑ کا کردار
اور ہرقل شاہِ روم کا رسول خداؐ کی صداقت کو ثابت کرنا

تبلیغِ رسالت بالاعلان ۳۴
مسٹر جان ڈیونپورٹ ۳۵
مسٹر کارلائل اپنی کتاب ''ہیروز'' میں لکھتے ہیں ۳۶
مسٹر ایم پی اپنی تاریخ اقبال وادبار رومن ایمپائر میں لکھتے ہیں ۳۶
ہرقل شاہِ روم کے سوالات اور جوابات ۳۸

اسلامی تعلیمات کا خلاصہ
بزبان جعفر طیارؑ اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکمتیں

دربارِ نجاشی میں حضرت جعفرؑ کی تقریر (اسلامی تعلیمات کا خلاصہ) ۴۴
قبائل عرب میں تبلیغِ اسلام ۴۵
جناب رسولخداؐ کی حکمت کا کمال ۴۵
مصعب بن عمیرؓ کو مدینہ روانہ کرنا ۴۵
تفسیر معالم التنزیل کی عبارت ہجرت کا واقعہ ۴۷
تفسیر درمنثور جلد دوم ص ۲۴۰/امام جلال الدین سیوطی ۴۸

جنابِ رسول خداؐ کی امانت، دیانت، عدالت، شرافت
امن پسندی، دفاعی جنگیں اور دشمنوں کے ساتھ سلوک

جناب رسول خداؐ کی امانت اور دیانت ۵۰
موذن واذان بلالؓ ۵۱
اخوت ومواخات ۵۱
جناب رسولخداؐ کی حکمت دوانائی ۵۲
جناب رسولخداؐ کی امن دوستی اور جنگ بدر ۵۳
جناب رسولخداؐ کی جنگیں دفاعی نوعیت کی تھیں ۵۵
جنگ بدر مشرکوں کی جارحیت کا نتیجہ تھی ۵۶

رسول خداؐ کی دفاعی جنگیں اور حضرت علیؑ کی شجاعت

جنگِ بدر کے اسباب ونتائج ۵۸

حکمتِ جنگِ بدر (قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک) ۵۹

جنگِ احد دفاعی جنگ تھی ۶۱

حضرت علیؑ کی شجاعت اور وفاداری ۶۲

حضرت حمزہؓ کا غم منانا سنتِ رسولؐ ۶۴

عبداللہ ابن ابی منافق سردار سے رسول خدا کا طرزِ عمل ۶۵

جنگ خندق دفاعی جنگ تھی ۶۶

تاریخ روضۃ الصفا کی عبارت کا ترجمہ ۶۷

جناب علیؑ کی شجاعت ۶۸

جناب رسول خداؐ کی امن پسندی بادشاہوں کو خطوط، دفاعی جنگیں
یہودیوں کے ساتھ اچھا سلوک بت شکنی اور مباہلہ

صلح حدیبیہ کی شرائط اور حکمتِ رسولؐ کی اعلیٰ مثال ۷۲

روضۃ الصفا جلد دوم ص ۱۲۵ مطبوعہ یمن ۷۳

جناب رسولخداؐ کی حکمت و دانشمندی ۷۴

پیغمبرِ اسلامؐ کا پہلا خط (ہرقل قیصر روم کے نام) ۷۵

پیغمبر اسلامؐ کا دوسرا خط (خسرو پرویز بادشاہِ ایران کے نام!) ۷۶

پیغمبر اسلامؐ کا تیسرا خط (مقوقس عزیزِ مصر کے نام!) ۷۶

پیغمبر اسلامؐ کا چوتھا خط (نجاشی شاہِ حبشہ کے نام!) ۷۷

جواب خط منجاب نجاشی شاہِ حبشہ! ۷۸

غزوۂ خیبر ۷۹

استنباطِ نتائج و حکمت رسولؐ ۸۰

جناب رسولخداؐ نے دفاعی جنگ فرمائی ۸۰

جناب رسولخداؐ کا یہودیوں سے اچھا سلوک ۸۴

فدک کا باغ ۸۴

جناب رسول خداؐ کا اپنی اولاد کا اور امت کا حق ادا فرمانا
اور آپؐ کی امن پسندی اور مساوات و انصاف و رحم

مال فئے اور خمس رسولخداؐ کی اولاد کے لئے ہے ۸۸

زکوٰۃ، صدقات و خیرات اُمتِ رسولؐ کے غرباء کے لئے ہیں ۹۰

فتحِ مکّہ (ابوسفیان کا اسلام لانا۔ رسولخداؐ کا عفو و درگذر) ۹۱

جناب رسولخداؐ کی امن پسندی و انسان دوستی ۹۱

حضرت علیؑ کے ہاتھوں کعبہ سے بتوں کی صفائی ۹۲

خطبۂ رسولؐ در مکّہ ۹۳

ہندجگرخوارہ امیر حمزہؓ کی بدزبانی اور پیغمبر اسلامؐ کی معافیاں ۹۴

پیغمبرِ اسلامؐ کی امن پسندی اور انسانی محبت ۹۴

حکمت بالائے حکمت، ابوسفیان کی بجانبِ مکہ روانگی ۹۵

خاص بت شکنی کی وجہ اور حکمت ۹۶

تتمہ ۹۷

سورۂ برأت اور علیؑ کی نیابتِ رسولؐ کا ثبوت ۹۹

واقعہ مباہلہ اور پنجتن پاکؑ کی صداقت
اور حضرت علیؑ کی خلافت کا اعلان

واقعۂ مباہلہ (پنجتن پاکؑ کی خاص فضیلت) ۱۰۲

جناب رسولؐ کا خطبۂ حج (اخوت ومساواتِ اسلامی) ۱۰۳
حضرت علیؑ کی خلافت وامامت کا اعلان (واقعۂ خم غدیر) ۱۰۵
غدیرِ خم کے واقعہ کی اہمیت ۱۰۷
جناب رسولخداؐ کی آخری خواہش۔۔دوات وقلم مانگنا ۱۰۷
وصیت رسولؐ بہ علیؑ ۱۰۹
جناب رسولخداؐ کا نقشہ اور قدوقامت ۱۱۰

رسول خداؐ کی شجاعت اور ابوطالبؑ کی خدمات

جناب رسولخداؐ کی شجاعت ۱۱۲
حضرت ابوطالبؑ کی سرپرستی از جناب رسولخداؐ کا عظیم کردار ۱۱۲
جناب رسولخداؐ کا انتہائے صبر وعفو ۱۱۴
جناب رسولخداؐ اور حضرت علیؑ کی شجاعت ۱۱۵
معترضین کا جواب ۱۱۶
احد کے موقع پر جناب رسولخداؐ کی حکمت اور شجاعت ۱۱۷
قتل ابی بن خلف تتمہ غزوہ احد ۱۱۸
جناب رسولخداؐ کی قوت اور حکمت ۱۱۹
صلح حدبیہ اور جناب رسولؐ کی حکمت اور شجاعت ۱۲۰

جناب رسولؐ کی دیانت وشرافت اور شجاعت کی انتہا

جناب رسولؐ کی دیانت وشرافت اور شجاعت کی انتہا ۱۲۲
جناب رسولخداؐ کا صبر اور معافیاں ۱۲۳

جناب رسولخداؐ کا صبر اور شجاعت ۱۲۴
جناب رسولخداؐ کی شجاعت اور امن دوستی ۱۲۵
عفّت وحیا ۱۲۶
عفتِ رسولؐ اور حضرت خدیجہؑ سے شادی ۱۲۷
حضرت خدیجہؑ کا مقام اور خدمات ۱۲۹
عِفّت کا واقعہ ۱۲۹
سب سے افضل کون ہوتا ہے؟ ۱۳۰
جناب رسولخداؐ کا اخلاق ۱۳۰
عفت، قناعت کا واقعہ ۱۳۱
عفت (قناعت) کا واقعہ ۱۳۴

جناب رسول خداؐ کی قناعت
عام زندگی، صبر حلم، صبر وشجاعت پاکیزہ کردار
اخلاق اور بولنے کا انداز

صبر قناعت اور عفت (ورع کا) واقعہ ۱۳۶
جناب رسولخداؐ کی عام زندگی ۱۳۶
صبر وحلم کا عظیم واقعہ ۱۳۸
سخاوت بعمر ۷ سال ۱۳۸
صبر وشجاعت ۱۳۹
حضرت ابوطالبؑ کے اشعار در مدحِ رسولؐ ۱۳۹
رسولخداؐ کا ایمان اور رحم وکرم ۱۴۰

رسولخداؐ کا کردار اور پاکیزگی ۱۴۰
جناب رسولخداؐ کا انصاف اور پاکیزہ کردار ۱۴۱
جناب رسولخداؐ کے بولنے کا انداز اور اخلاق کی اہمیتو ۱۴۲
جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کردار اور فقیرانہ انداز ۱۴۳
نکاح کرنے کی اہمیت ۱۴۳
دفعِ اعتراض ۱۴۴

جناب رسول خداؐ کی عدالت، ماں سے محبت، امانت، عدالت رحمت وشفقت اور دشمنوں کے ساتھ سلوک

بابِ عدالت ۱۴۸
عدالتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماں کی گود میں ۱۴۸
صلہ رحم ۱۴۸
واقعہ صلہِ رحم اور زیارتِ قبرِ مادرِ گرامی ۱۴۹
وعدہ کا پورا کرنا ۱۴۹
لقب الامین ۱۴۹
جناب رسولخداؐ کی انسانیت اور امن پسندی ۱۵۰
واقعۂ عدالت ۱۵۱
رحم، انسانیت، عدالت ومساواتِ رسولؐ ۱۵۱
عبداللہ ابن ابی سلول رئیس المنافقین کا کفن ۱۵۳
تقسیمِ مالِ غنیمت ۱۵۳
عدالت بہ ازواج ۱۵۴
بیٹی کو مصائب برداشت کرنے کی نصیحت ۱۵۴

فاطمہؑ وسوال خادمہ اور عدالت رسولؐ ۱۵۴
عدالت وحسن شرکت ۱۵۵
عدالت ۱۵۶
مکافات وصلہِ رحم ۱۵۶
صلہِ رحم ومکافات ۱۵۷
عدالت، ہجرت اور قیامِ قباء ۱۵۸
عدالت اور تقسیم مال غنیمت ۱۵۸

جنگ خندق میں یہودیوں کے ساتھ اچھا سلوک رحمدلی، معافی، اور حضرت علیؑ کو وصیت اور ان کی خلافت کا اعلان

عدالتِ رسولؐ اور جنگ خندق ۵ھ ۱۶۰
عدالتِ رسولؐ اور کردارِ شاگردِ رسولؐ ۱۶۰
دشمن یہودیوں کے ساتھ اچھا سلوک ۱۶۱
عدالت درحمِ رسولؐ ۱۶۲
دشمن یہودیوں کے ساتھ شفقت وعدالت ۱۶۲
عدالتِ رسولؐ اور سپردگی فدک ۱۶۳
فتح مکہ وعام معافی ۱۶۳
رسولؐ کی رحمدلی معافی اور شرافت ۱۶۴
جناب رسولخداؐ کی عدالت اور صبر واطاعتِ الٰہی ۱۶۵
رسولخداؐ کی عدالت وصبر ۱۶۵
جناب رسولخداؐ کا انصاف، صبر اور برداشت ۱۶۶

تبلیغ اسلام دریمن اور حضرت علیؑ کا کارنامہ ۱۶۷

پیغمبر اسلامؐ کی تدفین وتجہیز حضرت علیؑ نے کی

پیغمبر اسلامؐ کی تدفین وتجہیز حضرت علیؑ نے کی ۱۷۰

جناب رسولخداؐ کا آخری دم تک ہدایت فرمانا (ہدایت، قرآن اور اہلبیتؑ کی اہمیت)

جناب رسولخداؐ کا آخری دم تک ہدایت فرمانا ۱۷۴
جناب رسولخداؐ کا کمالِ انصاف ۱۷۶
عدالت اور ادائے حقوقِ ابوطالبؑ ۱۷۷
حضرت ابوطالبؑ کے اشعار ۱۷۷
جناب رسولخداؐ کا انصاف ۱۷۸
جناب رسولخداؐ کی عدالت ۱۷۸
جناب رسولخداؐ کے بولنے کا انداز اور کردار ۱۷۹
جناب رسولخداؐ کا ایثار اور سخاوت ۱۸۲

جناب رسولخداؐ کا کردار بزبان آئمہ اہلبیتؑ، حلال روزی اور محنت کرنے کی عظمت، صبر وبرداشت کی انتہا، آپؐ کی انکساری مساوات اور رحم

جناب رسولخداؐ کی عبادت ۱۸۴
جناب رسولخداؐ کا کردار بزبانِ آئمہ اہلبیتؑ ۱۸۴
آپؐ کا کردار اور سیرت پاک ۱۸۶
اے پاک وپاکیزہ چادر اوڑھنے والے! ۱۸۷
حلال روزی کمانے میں محنت، تحمل، مشقت ۱۸۷

خود تجارتی مال اونٹوں پر لادنا، حلال روزی کمانے کی محنت کرنا ۱۸۸
برادشت کرنا، تحمل ۱۸۸
انتہائی بے ادبی پر تحمل وبرداشت کی انتہا ۱۹۰
پیغمبر اسلامؐ کا زخمی ہونا ۱۹۱
صبر وبرداشت کی انتہا ۱۹۱
واقعہ افک ۱۹۲
جناب رسول خداؐ کے حلم وتحمل کی انتہا اور نتیجہ ۱۹۳
غزوۂ خندق کے موقع پر صبر وبرداشت ۱۹۴
ابوسفیان کا رسولخداؐ کے حلم وتحمل کا اعتراف ۱۹۴

جناب رسولخداؐ کا صبر، معافیاں، مساوات تواضع، ہمدردی مہمان نوازی رحم وکرم، رواداری اور ہمدردی

جناب رسولخداؐ کا حلم عکرمہ بن ابوجہل جیسے دشمن اسلام کو معاف فرمانا ۱۹۶
وحشی قاتل حمزہؓ کو رسولخداؐ کا معاف فرمانا (برداشت وصبر کی انتہا) ۱۹۷
جنابِ رسولؐ تحمل وحلم در معاملات منافقین ۱۹۷
جناب رسولخداؐ کی پانچ خصوصیات تواضع علو ہمت اور انکساری کی انتہا ۱۹۹
بھوکا رہنا اور خدا کے ناراض ہونے سے ڈرنا (رسولخداؐ کے پسندیدہ کام) ۱۹۹
تواضع وعلوِ ہمت اور فتح کا شکر ادا کرنے کا طریقہ ۱۹۹
رسولخداؐ کا کمالِ مساوات ۲۰۰
جناب رسولخداؐ کا اپنے تمام کام خود انجام دینا اور کمالِ انکساری ۲۰۰
واقعہِ تواضع ۲۰۱

واقعہِ تواضع ۲۰۱

واقعہِ تواضع ۲۰۲

واقعہِ تواضع ۲۰۲

واقعہِ تواضع ۲۰۲

رسولخداؐ سے محبت کا ثبوت ۲۰۳

واقعہِ تواضع، ہمدردی اور انسان دوستی ۲۰۳

واقعہِ تواضع اور مہمان نوازی ۲۰۳

واقعہِ تواضع اور معاف کرنے کی انتہا ۲۰۴

کسی کا کام کرنا نماز سے بھی افضل ہے ۲۰۴

دشمن یہودی کے جنازہ کا احترام کرنا ۲۰۴

تواضع ومساوات اور غریبوں کی اہمیت ۲۰۵

مال ودولت ۲۰۵

مساوات اور غریبوں کی عزت کرنا ۲۰۵

غریبوں پر رحم کرنا اور مساوات کی انتہا ۲۰۶

غریبوں پر رحم اور مساوات ۲۰۶

رسولخداؐ کا رحم اور مساوات ۲۰۷

واقعہ مساوات وانصاف ۲۰۷

رحم بر حیوانات ۲۰۸

جناب رسولخداؐ کی مساوات ۲۰۹

انصاف، غریبوں پر رحم کرنا اور مساوات ۲۰۹

احسان کا بدلہ ادا کرنا ۲۱۰

رسولخداؐ کی رواداری اور ہمدردی ۲۱۰

عدالت ومساوات کی انتہا ۲۱۱

ماں کا احترام ۲۱۱

مسلمان کا احترام گناہوں کو ختم کر دیتا ہے ۲۱۲

مساوات واقعہ اسلام عدی بنِ حاتم ۲۱۲

علم الٰہیّات وعبادت ۲۱۴

معرفتِ رب ۲۱۶

رسولخداؐ معرفتِ وعبادت در عمر ۴ سال ۲۱۶

معرفتِ خداوندی ۲۱۶

رسولخداؐ کا خدا پر بھروسہ ۲۱۷

رسولؐ کا کردار۔ عمر ۸ سال ۲۱۷

معرفتِ خدا عمر ۳۰ سال ۲۱۸

جناب رسولخداؐ کی دعائیں

خدا کی معرفت، اسلامی تعلیمات کا خلاصہ آپؐ کی عدالت،

شکر گزاری، انکساری، عبادت اور ماں، بہنوں، اولاد

اور بیویوں کے ساتھ نیک سلوک

معرفت الٰہی۔ جنگ خیبر میں رسولخداؐ کی دُعا ۲۲۰

حج وداع اور خدا کی معرفت ۲۲۰

جناب رسول خداؐ معرفت الٰہی رسولخداؐ کی سوتے وقت کی دُعا ۲۲۱

جناب رسول خداؐ کی دعائیں اور معرفتِ خداوندی

جناب رسول خداؐ کی دعائیں اور معرفتِ خداوندی ۲۲۴

دعا کرنے کی اہمیت ۲۲۴
خدا سے دعا قبول کروانے کا طریقہ ۲۲۶
قرآن پڑھنا خدا سے بات کرنا ہے ۲۲۷
علم الٰہیّات ومعرفتِ خداوندی کے کلمات ۲۲۷
علم الٰہیّات ومعرفت اور خدا کی معافیاں ۲۲۷
جناب رسولؐ خدا کا علم الٰہیّات ومعرفت ۲۲۸
احادیث نبوی کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیے ۲۲۸
حضرت ابوطالبؑ کا رسولؐ خدا کی مدد فرمانا ۲۲۹
معرفت وعلم الٰہیّات ''خطبۂ بدر'' ۲۳۰
علم معرفت والہیات رسولؐ ۲۳۱
رسول خداؐ کی دعا روز جنگِ خندق اور آپؐ کی معرفت وعلمِ الٰہیّات ۲۳۲
رسول خداؐ کا علم الٰہیّات ومعرفت ۲۳۳
جناب رسولخداؐ کی معرفت وعبادت ۲۳۴
جناب رسولخداؐ کی شکرگزاری کا انداز اور انکساری ۲۳۵
جناب رسولخداؐ کی عادات اور مزاج ۲۳۶
خدا رسولؐ کے حق کی معرفت اور اس کا نتیجہ ۲۳۷
جناب رسولخداؐ کی حضرت علیؑ کو وصیتیں اور رسولؐ کا علم ومعرفت ۲۳۷
مومن کی اہمیت اور فرائض اور نوافل کی ادائیگی ۲۳۸
بہترین ذکرِ خدا اور بہترین عمل ۲۳۹
رسولخداؐ کی عبادت ومعرفت کی انتہا ۲۳۹
تدبیر منزل ۲۴۰

جناب رسولخداؐ حسن سلوک اپنی ماں کے ساتھ ۲۴۰
شیما بنتِ حلیمہ کی لوری ۲۴۱
جناب رسولخداؐ کا حسن سلوک بہ ابوطالبؑ وفاطمہ بنتِ اسدؑ ۲۴۲
حسن سلوک بہ فاطمہ بنت اسدؑ ۲۴۳

جناب رسول خداؐ کا اپنی بیویوں اور بیٹی کے ساتھ سلوک،
کسب معاش، تقسیم اوقات اور کردار

تدبیر منزل، حسن سلوک بہ خدیجہؑ ۲۴۶
معاملات عامہ وبہ ازواج۔ تدبیر منزل ۲۴۶
فاطمہؑ کی فراست اور عقلمندی ۲۴۷
عقدِ فاطمہؑ۔ تدبیرِ منزل ۲۴۷
حقوقِ شوہر ۲۴۸
جناب رسولخداؐ کا اپنی اولاد کا حق ادا کرنا، تدبیر منزل اور فدک ۲۴۸
حضرت ابوبکر نے حضرت فاطمہؑ کو فدک کیوں نہ دیا؟ ۲۵۰
زمینِ فدک پر حضرت فاطمہؑ بنتِ رسولؐ کا استدلال ۲۵۱
تدبیر منزل اور کسبِ معاش ۲۵۲
حلال روزی کمانا عظیم عبادت ہے ۲۵۳
زراعت کی اہمیت ۲۵۴
اوقات معینہ ۲۵۴
جناب رسولخداؐ کی سیرت بزبانِ امام حسینؑ ۲۵۵

عورتوں اور قیدیوں کے حقوق
اور جناب رسول خداؐ کی سیاست کا کمال

تقدیر کی حقیقت ۲۶۰
عورتوں کے حقوق ۲۶۰
جناب رسولخداؐ سیاستِ مُدن اور مدافعانہ جنگ ۲۶۱
سیاستِ مُدن اور قیدیوں کے ساتھ سلوک ۲۶۲
سیاستِ رسولؐ اور صلح حدیبیہ ۶ ھ ۲۶۳
جناب رسولخداؐ کی سیاست ۲۶۳
سیاستِ مُدن کے اصول ۲۶۴
غزوۂ تبوک ۹ ھ ۵۹۳ء ۲۶۵
استنباط و نتائج واقعہ مذکور ۲۶۶
جناب رسولخداؐ کی سیاست، حجۃ الوداع ۲۶۶

خطبہ حجۃ الوداع اور خطبہ غدیر اور اسلامی تعلیمات

خطبہ حجۃ الوداع (اسلام کی بنیادی تعلیمات کا خلاصہ) ۲۶۸
احکامِ پیغمبر اسلامؐ۔ خطبہ خم غدیر ۲۶۹
اُم المومنین حضرت اُم سلمہؓ کا بیان ۲۷۲
اسلامی تعلیمات بزبانِ رسولؐ ۲۷۳
لوگوں پر رحم کرنے والے کا مقام ۲۷۴
ایمان کا معیار ۲۷۵
اسلامی تعلیمات کا خلاصہ ۲۷۵
باب الوصایا! ۲۷۷

جناب رسولخداؐ کی حضرت علیؑ کو وصیتیں ۲۷۷
اصلاح معاشرہ ۲۷۸
علومِ معرفت ۲۷۸
اصلاحِ معاشرہ اور اچھے اخلاق ۲۸۰
معاشرہ و اخلاق ۲۸۱
سستی کاہلی کا انجام ۲۸۲
اخلاقِ تہذیب ۲۸۲
فوری سزائے اعمال ۲۸۲
آدابِ طعام و دسترخوان! ۲۸۳
مضبوط حکومت ۲۸۳
بدکردار انسان مسلمان نہیں ۲۸۳
دعوت ولیمہ کے پانچ مواقع ۲۸۴
عقلمند کو تین کام کرنے ضروری ہیں ۲۸۴
سب سے اعلیٰ اخلاق ۲۸۴

بڑی بڑی نعمتیں، خوفِ خدا، اصلاحِ معاشرہ
اعلیٰ ترین اخلاق عزت کا معیار، علم اور عقل کی اہمیت

چار چیزیں بڑی نعمت ہیں ۲۸۶
خوفِ خدا ۲۸۷
اصلاح معاشرہ ۲۸۷
یتیم، کمزور اور والدین کا حق ادا کرنا ۲۸۷
اعلیٰ ترین اخلاق ۲۸۸

حسد وحرص	۲۸۸
اصلاحِ معاشرہ اصول تمدّن واقسامِ افراد	۲۸۸
تواضع اور انکساری	۲۸۹
اسبابِ عیش	۲۸۹
بری باتوں میں عورت کی اطاعت	۲۸۹
معیارِ عزت	۲۸۹
ممنوع ذرائع معاش	۲۹۰
غرضِ حصولِ علم	۲۹۰
زادِ دنیا	۲۹۰
حیثیتِ دنیا	۲۹۱
شریر	۲۹۱
حیاتِ مومن	۲۹۱
فرائضِ عورت	۲۹۱
اعلیٰ ترین صفات	۲۹۲
شامت اور شرمندگی	۲۹۲
جان بوجھ کر رسولؐ کی حدیث خود گھڑنا	۲۹۲
صحتِ جسم	۲۹۲
حفظِ صحت	۲۹۳
طریقۂ خواب حفظِ صحت	۲۹۳
ذریتِ نبیؐ	۲۹۳
علامت اشرار	۲۹۳

اصلاحِ معاشرہ	۲۹۴
اصلاحِ معاشرہ، سود	۲۹۴
عقل کی اہمیت	۲۹۴

اصلاحِ معاشرہ، حقوقِ والدین، حقوقِ اولاد مساوات، اعلیٰ اخلاق کے اصول علم کی عظمت، خدا کے خاص احکامات

صدقہ، اقربا پروری اور اصلاحِ معاشرہ	۲۹۶
معیارِ قول وفعلِ انسان	۲۹۶
حقوقِ اولاد و والدین اصلاحِ معاشرہ	۲۹۶
عقوقِ والدین واولاد	۲۹۷
حقوقِ یتیم	۲۹۷
معارف	۲۹۷
اصلاحِ معاشرہ اور تعاونِ باہمی	۲۹۸
اصلاحِ معاشرہ	۲۹۸
فضلیتِ درود	۲۹۸
مذمتِ سوال	۲۹۸
تہذیبِ اخلاق	۲۹۹
مساوات اور اعلیٰ اخلاق کا اصول	۲۹۹
عظمتِ علم	۲۹۹
اقوالِ پیمبرِ اسلامؐ دربارۂ علم	۳۰۱
احادیثِ رسولؐ اور بیانِ طلبِ علم	۳۰۱

بہترین خصائل، خدا کے خاص احکامات حضرت ابوطالب کا خطبۂ نکاح

دو بہترین اور بدترین خصائل ۳۰۶
خدا کے رسولؐ کو خاص خدا کے احکامات ۳۰۶
خدا کا خطاب رسولؐ سے ۳۰۶
شجرہ خاندانِ پیغمبرِ اسلامؐ ۳۰۹
جناب رسولخداؐ کا شجرہ ۳۱۰
خطبۂ نکاح اور ابوطالبؑ ۳۱۱

جناب رسول خداؐ کی پیشن گوئیاں

جنابِ رسولخداؐ کی پیشگوئی بابت حضرت عائشہؓ ۳۱۴
جناب رسولخداؐ پیشگوئی بابت واقعہ عمار یاسرؓ ۳۱۴
پیشگوئی بابت ایوب انصاریؓ در جنگِ صفین میں ۳۱۵
جناب رسولخداؐ کی پیشگوئی بابت شہادت علیؑ ۳۱۶
جنابِ رسولخداؐ کی پیشگوئی بابت شہادت حسینؑ بزبان حسینؑ ۳۱۷
جناب رسولخداؐ کی پیشگوئی بابتِ امامتِ امام محمد باقرؑ ۳۱۸
جناب رسولخداؐ کی پیشگوئی ظالم خلفاء اور حکام کے بارے میں ۳۱۹
جناب رسولخداؐ کی پیشگوئی بابت فتوحاتِ اسلام بعدِ رسولؐ ۳۱۹
جناب رسولخداؐ کی پیشگوئی بابت ظہور امام مہدی علیہ السلام ۳۲۰
برکات در عہد امام الزمان مہدیؑ ۳۲۰

جناب رسولخداؐ کی پیشگوئی بابت جہاد علیؑ ۳۲۱
جناب رسولخداؐ کی پیشگوئی بابت شہادتِ حسینؑ ۳۲۱
جناب رسولخداؐ کی پیشگوئی بابت تعمیر شہر بغداد ۳۲۲
جناب رسولخداؐ پیشگوئی بابت شہادت حسینؑ و فاطمہؑ ۳۲۲
جناب رسولخداؐ کی پیشگوئی بابت واقعہ حرّہ ۳۲۳
جناب رسولخداؐ کی پیشگوئی بابت شہادتِ جعفر طیارؑ و دیگر اصحاب ۳۲۳
جناب رسولخداؐ کی پیشگوئی بابت فتح خیبر ۳۲۳
جناب رسولخداؐ کی پیشگوئی بابت صلحِ علیؑ و معاویہ ۳۲۴
جناب رسولخداؐ کی پیشگوئی بابت علاماتِ قیامت ۳۲۴

تعارف

محترم بزرگ، مفسر قرآن، جناب ڈاکٹر سید مجاور حسین الحسینیؒ جو ''ڈاکٹر حسینیؒ'' کے نام سے مشہور تھے، علاج معالجہ میں بھی اپنا جواب نہیں رکھتے تھے کیونکہ اللہ نے ان کے ہاتھ میں شفا بخشی تھی۔ میں نے خود بارہا تجربہ کیا ہے۔ خود دیکھا ہے کہ ایک لمبی قطار اُن کے دروازے کے باہر مریضوں کی کھڑی رہتی تھی۔ بے حد سستا اور تیر بہ ہدف علاج فرماتے۔

عجیب بات یہ ہے کہ خدا نے ان کے ہاتھ میں شفا اور سخا بخشی تھی اور دل میں انسانیت کا دکھ اور قرآن کا علم عطا فرمایا تھا۔

پھر اپنے باقی اوقات میں ''تفسیر قرآن اور اخلاق محمد ﷺ'' جیسی عظیم معرکۃ الآرا لاجواب کتابیں تصنیف فرمائیں جس کا اجر خدا ہی عطا فرما سکتا ہے۔

جناب رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ ''علم کی دو قسمیں ہیں۔ ایک علمِ ادیان، دوسرے علمِ ابدان۔'' (الحدیث) یعنی دین کا علم، اور انسانی بدن کا علم۔ جناب ڈاکٹر حسینیؒ دونوں علوم پر عبور رکھتے تھے مگر ساتھ ساتھ اس قدر منکسر المزاج تھے کہ تکبّر، رعونت خود نمائی یا احساسِ برتری کا کوئی شائبہ تک نہ تھا۔ بقول سعدیؒ ''جس شاخ میں پھل ہو وہ جھکی رہتی ہے۔'' اور بقولِ میر انیسؒ۔

عزّت جسے دیتا ہے خدا دیتا ہے
وہ دل میں فروتنی کو جا دیتا ہے

کرتے ہیں تہی مغز ثنا آپ اپنی
جو ظرف کہ خالی ہو صدا دیتا ہے

تفسیر قرآن کے بعد جناب ڈاکٹر حسینیؒ صاحب نے جناب رسولخدا ﷺ کی سیرت اقدس پر ''انسانِ کامل'' اور ''اخلاق محمدؐ'' کے نام سے بے مثال جامع کتاب، مستند ترین حوالوں سے لکھی جو تین جلدوں پر مشتمل ہے۔ کیونکہ آج کل لوگوں میں کتابیں پڑھنے کا رجحان بہت ہی کم رہ گیا ہے، اس لئے میں نے اس بے حد ضخیم تین جلدوں کو صرف ۳۰۰ صفحات پر مختصر انتخاب کیا تاکہ لوگ حضور ختمی مرتبتؐ کے اخلاق کو معتبر ترین کتابوں اور تاریخوں کے حوالوں کے ساتھ جان سکیں۔ ڈاکٹر صاحب کا اندازِ تحریر اس قدر سادہ اور دل پر اثر کرنے والا ہے کہ پڑھنے والا جذب ہو جاتا ہے اور اس کے دل میں خود یہ تمنا پیدا ہو جاتی ہے کہ جناب رسولخدا ﷺ کے اعلیٰ اخلاق کو اپنائے کیونکہ یہی زندگی کی تمام کامیابیوں کا راز ہے۔ اس لئے کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ ''اے رسولؐ کہہ دو! اگر تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو میری (رسولخداؐ کی) پیروی کرو، خدا خود تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔'' (القرآن)

خدا جس انسان سے خود محبت کرے اور اس کے تمام گناہ بھی معاف فرما دے، اُس سے زیادہ کامیاب اور مکمل ترین انسان کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور اس قدر بلند ترین درجہ اس کتاب کے پڑھنے اور اس پر عمل کرنے سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ (ان شاء اللہ)

مفسرِ قرآن
ڈاکٹر محمد حسن رضوی

جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

بچپن، حکمتیں اور اسلامی تعلیمات کا خلاصہ

بزبانِ رسولؐ

کاروبار، عدل اور انصاف کی اعلیٰ مثال

جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچپن اور حکمت کی باتیں

جب پیغمبرِ اسلام حضرت محمدؐ کی عمر تقریباً ۷ سال کی تھی، اس وقت ہی آپؐ کی حکمت و فراست کا شہرہ عام ہو چکا تھا۔ چنانچہ آپؐ کے حالات کی مزید تحقیقات کے واسطے آپؐ کو ایک عالم کے پاس لے گئے۔ اس عالم کا نام شیخ عامری تھا۔ وہ بہت بوڑھا تھا اور کتب سماویہ وصحفِ انبیاءؑ کا عالم سمجھا جاتا تھا۔ قبیلہ بنی عامر کا سردار بھی تھا۔ جس وقت حضرت محمدؐ اس کے سامنے پہنچے اس پر حیرت و استعجاب طاری ہو گیا۔ بعض رفقاء و دیگر افراد حضرت محمدؐ کی طفلی کے حالات اور محیر العقول کمالات بیان کرنے لگے۔ شیخ عامری نے ان سب کو خاموش کر دیا اور کہا کہ یہ بچہ تم سے زیادہ سمجھدار معلوم ہوتا ہے۔ میں خود اس بچہ سے بات چیت کروں گا۔ میں خود اس کے کل حالات کو معلوم کر لوں گا۔ تمہارے بیان کرنے کی مجھ کو حاجت نہیں ہے۔ چنانچہ شیخ عامری نے تادیر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کی اور جب آپؐ کے فہم و فراست کو اپنے سے بھی بالاتر پایا تو مندرجہ ذیل سوالات کا سلسلہ شروع کیا۔ اصل عبارت سے آپ فصاحت و بلاغت اور حکمتِ محمدیؐ کا اندازہ کر سکتے ہیں:۔

شیخ عامری: عبدالمطلب کے بیٹے بتائیے علم میں کیا چیز اضافہ کرتی ہے؟

حضرت محمدؐ: سیکھنا اور سکھانا۔

شیخ عامری: کیا فجور (گناہوں) کے بعد بھی نیکی فائدہ پہنچا سکتی ہے؟

حضرت محمدؐ: توبہ (خدا سے معافی طلب کر لینا) گناہ کو دھو دیتی ہے۔ نیکیاں برائیوں کو فنا کر دیتی ہیں۔ جب بندہ خوشحالی میں اپنے رب کو یاد رکھتا ہے تو خدا بوقت مصیبت اس کی مدد کرتا ہے۔

شیخ عامری: اے عبدالمطلب کے بیٹے ایسا کیونکر ہوتا ہے؟

حضرت محمدؐ: ''کیونکہ پروردگارِ عالم فرماتا ہے کہ میری عزت و جلال کی قسم کہ

میں اپنے بندہ کے لئے دو امن کو جمع نہ کروں گا۔ اور نہ کبھی اس پر دو خوف مسلط کروں گا۔ اگر دنیا میں امن دوں گا تو روز حشر خوف دوں گا جو خوف ہمیشہ باقی رہے گا اور جس بندہ کو دنیا میں خوف (خدا) دوں گا تو اس کو آخرت میں امن دوں گا، جب مقامِ قدس میں میرے بندے جمع ہوں گے تو وہ اور اس کا امن ہمیشہ رہے گا۔ اور نہیں ڈراؤں گا اس (کو جہنم اور اپنی سزاؤں کے) خوف میں جس میں وہ (دنیا میں) جل اور ڈر چکا ہے۔

شیخ عامری: اے عبدالمطلب کے بیٹے کس چیز کی طرف تم دعوت دیتے ہو؟

حضرت محمدؐ: ''میں بلاتا ہوں ایک خدائے بزرگ و برتر لاشریک کی عبادت کی طرف۔ اور یہ کہ ترک کردو خدا کے شریک بنانے کو اور انکار کرو بتوں کا، لات وعزیٰ کا اور اقرار اس کلام کا جو خدا کی طرف سے آیا ہے۔ کتاب خدا اور اس کے رسول کے بارے میں اور نماز پنجگانہ ادا کرو مع شرائط واوقات اور زکوٰۃ ادا کرو اپنے مال سے، پاک کردے گا خدائے بزرگ و برتر تمہارے مال کو۔ ہر سال روزے رکھو اور حج کعبہ ادا کرو جب موقع ہو۔ اور غسل جنابت کرو اور ایمان لاؤ موت اور حیاتِ بعدالموت اور جنت اور نار پر کہ یہ سچی حقیقت ہیں۔

شیخ عامری: اے پسرِ عبدالمطلب اگر میں ایسا کروں تو مجھ کو کیا حاصل ہوگا؟

حضرت محمدؐ: ''جنات عدن ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے جنت کے گھنے سرسبز و شاداب باغات حاصل ہوں گے جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔ اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ کی پرمسرت زندگی ہے، اُس کے لیے جو تزکیہ نفس کرے۔ (یعنی خود کو گناہوں سے بچائے)۔

شیخ عامری: اے پسر عبدالمطلب اس کے ساتھ کوئی دنیا کی بھی چیز حاصل ہوگی؟

حضرت محمدؐ: ممالک میں فتح اور کامیابی اور استحکام حاصل ہوگا۔''

اس واقعہ سے پیغمبرؐ کی حکمت نظری وعملی اور اسلام کی خوبی واضح ہوتی ہے اور اس کا اعلیٰ نمونہ سامنے آتا ہے۔

نوٹ:۔ (رسول اعلان رسالت کے حکم سے پہلے عام لوگوں میں تبلیغ نہیں فرماتے لیکن رسول بچپن سے رسول ہوتے ہیں۔ صرف خاص لوگوں کو اپنا پیغام سناتے ہیں۔)

لقبِ امین وصادق پانا بعمر ۱۸ سال

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیغمبر اسلام کی عمر ۱۸ سال کی ہوئی تو اہل عرب نے آپؐ کو الامین اور الصادق کا لقب دے دیا۔ گویا امانتداری اور صداقت میں آپؐ کو یکتا و یگانہ روزگار مانا جانے لگا۔ امانت ایک ایسی صفت ہے جس کا تعلق عملِ انسانی کی برتری سے ہے۔ اور صداقت ایسی صفت ہے جس کا تعلق قول وفعل انسانی کے اعلیٰ معیار سے ہے۔ گویا آنحضرتؐ بعمر ۱۸ سال بلحاظِ حکمتِ نظری وعملی اعلیٰ معیارِ انسانیت پر فائز ہو چکے تھے۔

اس واقع کو تاریخ طبری اور ابن ہشام نے اس طرح لکھا۔ (ترجمہ اصل عبارت عربی صفحہ ۷۷) جناب رسالت مآب حضرت محمدؐ اپنے چچا ابوطالبؑ کی حفاظت میں جواں ہوئے۔ خدا نے ہر طریقہ سے آپ کی حفاظت کی اور جہالت کے تمام عیوب ونقائص سے محفوظ رکھا۔ کیونکہ ان کرامتوں سے ارادہِ مشیت میں آپ کی قوم کو دینداری کے طریقہ پر لانا تھا۔ یہاں تک کہ آپؐ ان میں افضلِ قوم بلحاظ علم وعمل تھے اور بلحاظ خلق (اخلاق) سب سے افضل تھے۔ حلم اور امانت میں ان سب سے بلند تھے اور گفتگو میں صادق ترین تھے اور تمام برائیوں سے سب سے زیادہ دور تھے۔ آپؐ کی نیکوکاری، بلند کرداری اس حد تک پہنچ گئی کہ آخر ان کی قوم نے ان کو صادق اور الامین کا لقب دے دیا۔ حضرت ابوطالب برابر آپؐ کی حفاظت نگرانی اور مدد کرتے تھے یہاں تک کہ ان کا انتقال ہوگیا۔ (تاریخ طبری۔ ابن ہشام)

سفر تجارت

حضرت محمدؐ حضرت خدیجہؓ سے عقد سے پہلے اموال خدیجہؓ کو بغرض تجارت لے گئے تھے۔ جس وقت قافلہ روانہ ہونے لگا اور حضرت خدیجہؓ نے حضرت محمدؐ کو مال تجارت دے کر روانہ کیا تو اپنے دو غلام میسرہ اور صالح کو ہمراہ کر دیا۔ لیکن ان الفاظ سے تاکید کی:

اے میسرہ اے صالح خبردار رہو کہ میں ایک امینِ اموال اور امیرِ قوم قریش اور سردارِ قریش کو تمہارے ساتھ بھیج رہی ہوں۔ تمہارا کوئی اختیار اس پر نہیں ہے۔ وہ اگر بیچے تو روکا نہ جائے اور اگر ترک کر دے تو حکم نہ دیا جائے۔ تمہاری گفتگو کا طریقہ لطیف اور باادب ہونا چاہیے۔ اس کے کلام، پر اپنا کلام اس کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرنا۔

بہرحال جس وقت یہ قافلہ ملکِ شام پہنچ گیا تو اطراف و جوانب کے لوگ جوق در جوق مال خریدنے کے لئے آنے لگے اور سامانِ تجارت کی خریداری شروع کر دی۔ لیکن حضرت محمدؐ نے میسرہ کو حکم دیا کہ وہ ابھی سامان تجارت کو نہ کھولے۔ چنانچہ اس روز وہ سامان یونہی بند رکھا رہا۔ دوسرے دن پھر قافلہ کے آنے کی خبر سن کر لوگ دور دور سے آنے لگے اور سامان خریدنے کی خواہش ظاہر کی۔ اس وقت آپؐ نے اپنا سامان کھلوایا اور خاطر خواہ منافع پر فروخت کیا۔ کیونکہ اس وقت دوسرے تاجروں کے پاس سامان ختم ہو چکا تھا۔ لہٰذا لوگ باشتیاق تمام سامان خریدتے جاتے تھے اور آپؐ اچھے منافع پر اپنا سامان فروخت کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ اس سفر سے حضرت خدیجہؓ کو بہت منافع ہوا۔ جس کا چرچا مکہ میں پھیل گیا۔

تعمیرِ کعبہ و نصبِ حجرِ اسود بعمر ۳۵ سال

عمارت کعبہ کے معمارِ اوّل تو ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ تھے۔ مگر بوجہ شق دیوار قریش

نے کعبہ کو از سر نو بنانا چاہا۔ کیونکہ چندہ سے وہ سرمایہ اکٹھا نہیں ہو سکا تھا جس سے مکمل تعمیر کی جاتی اس لئے مختصر تعمیر کی گئی اور حطیم کو باہر چھوڑ دیا گیا (علل الشرائع)۔ حضرت محمدؐ بھی تعمیرِ کعبہ میں شریک رہے۔ اور پتھر ڈھوتے ڈھوتے آپؐ کے شانے زخمی ہو گئے تھے۔ جب خانہ کعبہ تیار ہو گیا اور سنگ اسود کے نصب کرنے کا وقت آیا تو عرب کے جنگجو اور نام و نمود کے بندے آپس میں لڑنے پر آمادہ ہوئے اور ہر قبیلے کا سردار یہی چاہتا تھا کہ سنگِ اسود کے نصب کرنے کا شرف اس کو ہی حاصل ہو۔ بات طول پکڑ گئی۔ ملاحظہ ہو تاریخ طبری کی عبارت کا ترجمہ:۔

جب حجر اسود کو اپنے مقام پر نصب کرنے کا وقت آیا۔ تو ہر شخص کی خواہش ہوئی کہ میں اس کو اس کے مقام پر رکھوں۔ اس بنا پر سب کے سب آپس میں لڑنے لگے اور قسم کھا کھا کر جنگ و جدال کے لیے تیار ہو گئے۔ بنی عبدالدار کو تو اتنا جوش آ گیا کہ انہوں نے خون تازہ سے ایک پیالہ بھر لیا اور دستورِ جہالت کے مطابق اپنے اور بنی عدی بن کعب کے قبیلہ والوں کے ہاتھ اس خون سے بھرے ہوئے پیالہ میں ڈلوائے گویا کہ کشت و خون پر نہایت استقلال سے آمادہ ہو گئے۔۔۔

انہیں امور کے تصفیہ میں قریش کو چار پانچ راتیں گزر گئیں۔ آخر کار سب مسجد میں جمع ہوئے اور مشورے کرنے لگے۔ بعض راویوں کا بیان ہے کہ ابو امیہ (ولید بن مغیرہ) جو قریش میں اس وقت سب سے زیادہ عمر رسیدہ تھا کہنے لگا کہ "اے قریش تم لوگوں کو چاہئے کہ اس امر پر فیصلہ کر لو کہ کل صبح کو جو شخص اس مسجد کے دروازہ سے سب سے پہلے داخل ہو وہی اس خدمت کو انجام دے۔ سب نے اس بات پر اتفاق کیا۔ فکان اول من دخل رسول اللہ صلعم فلما رائوہ وقالوا ھذا الامین رضینا ھذا محمدؐ صلعم (ابن ہشام مطبوعہ مصر صفحہ ٦٧) جب اتفاق ہو چکا۔ تو اتفاق سے در مسجد سے داخل ہونے والے پہلے شخص حضرت محمدؐ تھے۔

جیسے ہی لوگوں نے ان کو داخل ہوتے ہوئے دیکھا، تو سب یک زبان ہو کر کہنے لگے: یہ محمدؐ ہیں۔ صادق و امین ہیں۔ ہم ان سے حجر اسود رکھوانے پر راضی ہیں۔

حضرت محمدؐ نے واقعہ کی نوعیت کو معلوم کیا۔ اور جب یہ معلوم ہوا کہ سنگ اسود کے نصب کرنے کا کام آپ کے سپرد کیا جا چکا ہے۔ تو آپؐ نے بجائے سنگ اسود کو اپنے ہاتھ سے اٹھا کر نصب کرنے کے یہ طریقہ اختیار فرمایا کہ ایک چادر منگائی۔ اس میں سنگ اسود کو اپنے ہاتھ سے رکھ دیا اور قبائل قریش کے ممتاز افراد کو بلا کر کہا کہ اس چادر کو سب مل کر اٹھائیں۔ جب ان افراد نے چادر کو اٹھایا اور وہ جائے نصب کے مقابل آ گئی تو آپؐ نے اپنے ہاتھ سے سنگ اسود کو اٹھا کر نصب فرما دیا۔ (تاریخ طبری)

(اس طرح عربوں کو خون خرابے سے بچا لیا۔)

بعثت کی اطلاع و اعلان

ترجمہ: عبارت دوم تاریخ طبری صفحہ ۱۵۲! مطبوعہ جرمن:۔

جناب رسول خداؐ کعبہ کے طواف کے لئے کعبہ میں تشریف لے گئے اور کعبہ کا طواف کیا اسی اثناء میں ورقہ (وقت کا عظیم عالم) سے ملاقات ہو گئی۔ ورقہ نے دریافت کیا۔ اے برادر زادہ! آپ مجھ کو خبر دیجئے اس چیز سے جو کچھ کہ آپ نے دیکھا یا سنا ہے۔ رسول خداؐ نے غارِ حرا کے تجربات اور واقعات بیان کر دیئے۔ ورقہ سن کر کہنے لگا۔ قسم ہے اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں ورقہ کی جان ہے کہ تم اس امت کے نبی ہو۔ اور بے شک تم پر وہی ناموس اکبر نازل ہوا ہے، جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوا تھا۔ لوگ تمہاری تکذیب کریں گے، ایذا دیں گے، تمہیں مکہ سے نکال دیں گے، تم سے لڑیں گے۔ اگر

میں اس وقت تک زندہ رہتا تو میں ضرور تمہاری نصرت کرتا خدا تمہاری نصرت کرے گا۔ پھر اپنا سر قریب لا کر آپ کی پیشانی کا بوسہ لیا۔ (تاریخ طبری صفحہ ۱۵۲، مطبوعہ جرمنی)

حکمت: حضرت علیؑ کی تربیت کا کمال

حضرت علیؑ حضرت محمدؐ کی آغوشِ محبت میں تربیت پاتے رہے۔ یہاں تک کہ دس سال کے ہو گئے۔ ایک روز علیؑ نے دیکھا کہ حضرت محمدؐ نماز پڑھ رہے ہیں۔ پوچھا کہ یہ کیا کام ہے؟ رسول خداؐ نے فرمایا کہ میں خدا کی عبادت کے لئے مامور ہوا ہوں۔ حضرت علیؑ بھی پیچھے کھڑے ہو کر رسول خداؐ کے ساتھ نماز پڑھنے لگے۔ (روضۃ الصفا صفحہ ۴۴)

اوّلِ مسلم حضرت علیؑ

عظیم مورخ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مردوں میں سب سے پہلے جو شخص رسول اللہؐ پر اور ان تمام امور پر جو منجانب اللہ آپ کے اوپر نازل کیے گئے ایمان لایا اور تصدیق کی وہ حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ ابن عبدالمطلب بن ہاشم تھے۔ اس وقت ان کا سن دس برس کا تھا۔ اور خدا نے تمام لوگوں سے بڑھ کر جو نعمت ان کے شامل فرمائی تھی وہ یہ تھی کہ آپ بچپن سے آغوش رسولؐ میں پرورش پا رہے تھے۔ (ابن اسحاق)

عظیم مورخ طبری لکھتے ہیں:۔

جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے منقول ہے کہ جناب رسول خدا ﷺ پیر کے دن مبعوث ہوئے اور حضرت علیؑ نے منگل (سہ شنبہ) کے دن آنحضرتؐ کے پیچھے نماز پڑھی۔ (تاریخ طبری)

اسلام کی تبلیغ کی ابتدا
از دعوت ذوالعشیرہ، حضرت علیؑ کا کردار
اور
ہرقل شاہِ روم کا رسول خداؐ کی صداقت کو ثابت کرنا

تبلیغِ رسالت بالاعلان

جب تین سال مسلسل خفیہ تبلیغ اسلام کی جاچکی۔ اور چالیس افراد مسلمان ہو گئے تو اقتضاءِ حکمت نبوی یہ ہوا کہ باقاعدہ بالاعلان تبلیغ اسلام کی جائے۔ یہ برمحل اقدام بھی حکمتِ عملی کا اعلیٰ نمونہ ثابت ہوا۔ اور اس کے عمل درآمد کے لئے جو تدبیر حضرت محمدؐ نے اختیار کی وہ بھی وقت اور موقع کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے۔ آنحضرتؐ نے کوہ صفا پر چڑھ کر پکارا: اے قومِ قریش! اور جب لوگ جمع ہو گئے تو آپؐ نے فرمایا:۔

"اگر میں تم سے کہوں کہ پہاڑ کی پچھلی جانب سے ایک لشکر آرہا ہے۔ تو تم کو یقین آجائے گا" سب نے کہا "ہاں۔ کیونکہ ہم نے تم کو ہمیشہ سچ بولتے دیکھا ہے۔" آپؐ نے فرمایا "تو میں کہتا ہوں کہ اگر تم اللہ، رسولؐ پر ایمان نہ لاؤ گے تو تم پر عذاب شدید نازل ہوگا" یہ سن کر سب لوگ جن میں آپؐ کا چچا ابولہب بھی تھا سخت برہم ہو کر چلے گئے۔

علامہ شبلی نعمانی سیرت النبی جلد اول صفحہ ۱۵۴ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

چند روز کے بعد آپؐ نے حضرت علیؑ سے کہا: دعوت کا سامان کرو یہ درحقیقت تبلیغ اسلام کا پہلا موقع تھا۔ خاندان عبدالمطلب مدعو کیا گیا۔ حمزہ ابوطالب اور عباس سب شریک تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کے بعد کھڑے ہو کر پہلے اسلام کی تعلیمات کو مختصراً بیان فرمایا: پھر فرمایا:

"میں وہ چیز لے کر آیا ہوں جو تمہارے دین و دنیا دونوں کے لئے کافی ہے۔ اس بارگراں کے اٹھانے میں کون میرا ساتھ دے گا؟"

تمام مجلس میں سناٹا تھا۔ وفعتاً حضرت علیؑ نے اٹھ کر کہا:

''مجھ کو آشوب چشم ہے۔ اور میری ٹانگیں پتلی ہیں۔ اگر چہ میں عمر میں کم ہوں۔ تاہم میں آپ کا ساتھ دوں گا۔'' قریش کے لئے یہ حیرت انگیز منظر تھا۔ کہ وہ دو شخص جن میں ایک ۱۳ سالہ جوان ہے، دنیا کی قسمت کا فیصلہ کر رہے ہیں۔ حاضرین کو بے ساختہ ہنسی آ گئی۔ لیکن آگے چل کر زمانہ نے بتلا دیا کہ یہ سراپا سچ تھا۔ (سیرۃ النبیؐ: جلد اوّل، ص ۱۵۴، از علامہ شبلی نعمانی)

مسٹر جان ڈیونپورٹ

اپنی کتاب اپالوجی فار محمد اینڈ ہز قرآن میں لکھتے ہیں:۔

محمد صلعم نے مخالفین کی مخالفت کا کچھ خوف نہ کیا اور دو بار چند مہمان اپنے خاص قبیلہ کے جمع کیے اور ان لوگوں کے واسطے بھیڑ کا گوشت اور ایک پیالہ دودھ کا رکھا۔ اس بے تکلف ضیافت کے بعد وہ اٹھے اور خدا کی پاکیزہ تعلیمات بیان کر کے تقریر اس درخواست کے ساتھ ختم کی کہ کون تم میں اس مشکل کام کے برداشت کرنے میں میرا ساتھ دے گا؟ اور کون میرا نائب اور وزیر ہوگا، جس طرح ہارونؑ موسیٰؑ کے وزیر تھے۔ تمام مجمع تعجب کے ساتھ خاموش ہو گیا۔ اور کسی کو اس خوفناک عہدہ کے قبول کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ لیکن نوجوان علی (محمدؐ کے چچا زاد بھائی) نے اٹھ کر اور للکار کر کہا:

''اے نبی اللہ! میں آپ کا نائب اور وزیر ہوں گا۔ اگر چہ میں درحقیقت ان لوگوں سے کم سن ہوں اور میری طاقتیں ان لوگوں کے مقابلہ میں کمزور معلوم ہوتی ہیں۔ اے نبی میں ان لوگوں پر آپ کا مددگار بنوں گا۔ اور محمدؐ نے اپنا ہاتھ علیؑ کی

گردن میں ڈال دیا اور ان کو اپنے سینہ سے لگا کر بآواز بلند کہا کہ دیکھو میرے بھائی اور وزیر کو۔ (جان ڈیونپورٹ در اپالجی فار محمدؐ)

مسٹر کارلائل اپنی کتاب ''ہیروز'' میں لکھتے ہیں

اگر چہ مجمع جس میں علیؑ کے باپ ابوطالب بھی تھے۔ سب لوگوں کو ایک ادھیڑ عمر کے ان پڑھ آدمی اور ایک سولہ برس کے لڑکے کا یہ فیصلہ کرنا کہ وہ دونوں مل کر دنیا کے برخلاف کوشش کریں گے، ایک مضحکہ کی بات معلوم ہوئی۔ اور تمام مجمع قہقہہ لگا کر منتشر ہو گیا۔ لیکن بعد میں اہل عرب پر ثابت ہو گیا کہ ہنسنے کے لائق بات نہ تھی۔ بلکہ ٹھیک اور درست تھی۔ یہ نوجوان علی ایسا باوقار شخص تھا کہ ضرور ہے کہ ہر شخص اسے پسند کرے۔ اور اس امر سے جو اوپر بیان کیا گیا ہے اور نیز دیگر کئی باتوں سے جو ہمیشہ اس سے ظہور میں آئیں، یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک صاحب اخلاقِ فاضلہ، محبتِ انسانی سے معمور اور پھر ایک ایسا یکتائے ہستی شجاع اور بہادر تھا کہ جس کی تند و تیز جرأت کے آگے کوئی قوت و ہستی نہ ٹھہر سکتی تھی۔ اس شخص کی طبیعت میں ایک عجیب طرز کی ماورائے عالم جوان مردی تھی۔ شیر سا بہادر تھا۔ لیکن باوجود اس کے مزاج میں ایسی نرمی اور رحم اور سچائی تھی کہ ایک کرسچن نائٹ (عیسائی دیندار مجاہد) کے شایان تھی۔ (کارلائل در کتاب ہیروز)

مسٹر ایم پی اپنی تاریخ اقبال واد بار رومن ایمپائر میں لکھتے ہیں

محمد صلعم نے اظہار دعوت میں تامل فرمایا۔ اس وقت تک کل ۱۴ آدمی

ایمان لا چکے تھے۔لیکن چوتھے برس انہوں نے بالاعلان اپنی رسالت کی طرف عام دعوت فرمائی اور وحدانیتِ خدا کا نور پھیلانے کی غرض سے انہوں نے اپنے خاندان بنی ہاشم سے چالیس آدمیوں کو مدعو کیا اور ان کے لئے سامانِ ضیافت مہیا کیا۔ بعدہٗ ان لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا: اے دوستو اے عزیزو! میں تم لوگوں کے لئے افضل ترین نعمتیں اور دین و دنیا کا خزانہ لایا ہوں جس کو میرے سوا کوئی دوسرا شخص نہیں دے سکتا۔خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم لوگوں کو اُس کی عبادت کی طرف بلاؤں۔پس تم لوگوں میں سے کون میرا رفیق اور وزیر ہوگا؟ پیغمبر کے اس سوال کا جواب نہ دیا گیا حتیٰ کہ وہ حقارت رشک اور تعجب کی خاموشی علیؑ کی جرأت سے رفع ہوئی جو اس وقت ۱۴ سال کا جوان تھا۔اس نے عرض کیا کہ اے نبی اللہ میں ہر طرح اس کام میں آپؐ کی نصرت اور رفاقت کے لئے حاضر ہوں۔میں مخالفین کی آنکھیں نکال لوں گا۔ان کے پیٹ پھاڑ ڈالوں گا۔اے نبی اللہ میں آپ کی وزارت اور مدد کے لئے حاضر ہوں۔محمدؐ نے علیؑ کے التماس کو جوش کے ساتھ قبول فرمایا اور حاضرین نے ابوطالب کو اپنے لڑکے کے اس عزت پانے پر طنزیہ کلمات کہے۔

دنیا میں اس وقت جتنی سیاسی، مذہبی، قومی جماعتیں بنی ہیں۔ یا نازی ازم، کمیونزم وشوشلزم وغیرہ ازمیں قائم ہوئی ہیں ان کا مقصد ہمیشہ محدود رہا ہے۔اس ازم کے اثرات افادات کا ہدف کوئی جماعت کوئی قوم یا کوئی ملک رہا ہے اور اس کا مقصد یہی رہا ہے کہ اس ازم کے ذریعہ دوسرے ممالک دوسری اقوام اور دوسرے مذاہب کو ہضم کر لیا جائے۔ چونکہ ان کا مقصد محدود ہوتا ہے لہٰذا ان ازموں کی عمر بھی محدود ہی ہوا کرتی ہے۔پیغمبر اسلامؐ نے ابتدائے اسلام ہی میں یہ الفاظ کہے:

یقیناً میں دنیا و آخرت کی بہترین چیز تمہارے لئے لایا ہوں۔اور خدا نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں تم کو اس کی طرف دعوت دوں۔اس قول میں تمام دنیا کی بھلائیاں اور آخرت کی برکتیں تمام اہلِ دنیا کے لئے موجود ہیں۔اور صرف اتنا ہی نہیں ہے بلکہ یہ بھی ہے کہ عالم انسانیت کا مرکزِ اعلیٰ اور مقصدِ اعظم دعوت اِلی اللہ کو قرار دیا ہے۔گویا پیغمبر اسلام یہ کہہ رہے ہیں کہ تمام دنیا کے رہنے والے اپنے واحد دیکتا خدا کی طرف آجائیں اور اس ذریعہ سے دنیا و آخرت کی برکتیں حاصل کریں۔ چونکہ مقصد بے پایاں تھا۔اور غرضِ تبلیغ سچی حقیقت تھی۔لہٰذا آوازِ پیغمبر اسلامؐ زمین و آسمان کے درمیان گونجی اور قیامت تک کے لئے ہر فردِ ذی ہوش کے گوشِ حق نیوش کے لئے آویزہ گوش بنے گی۔حکومتوں کے جبر و تشدد کے طوفان اس آواز کو فنا کر دینے کے لئے اٹھے۔مگر خود فنا ہو گئے۔اقوام عالم کی عصبیت نے اس آواز کو مٹانا چاہا۔مگر وہ خود مٹ گئی۔مذاہب عالم کے سر بفلک نعرے بلند ہوئے مگر وہ خود اس آواز سے پست دفنا ہو گئے۔آواز پیغمبرِ اسلامؐ آج بھی باقی ہے۔اور تا قیامت باقی رہے گی۔۔۔

ہرقل شاہِ روم کے سوالات اور جوابات

کتاب صحیح بخاری ترجمہ باب الوحی

ابوسفیان نے ابن عباسؓ سے بیان کیا کہ ہرقل (شاہ روم) نے ان کے پاس ایک آدمی بھیجا اور وہ اس وقت قریش کے چند سواروں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور وہ لوگ شام میں بحیثیت تاجر گئے تھے۔یہ واقعہ اس زمانے کا ہے جب رسول خداؐ

نے ابوسفیان اور دیگر کفارِ قریش سے ایک عہد کیا تھا۔ الغرض سب قریش ہرقل (شاہِ روم) کے پاس آئے اور یہ لوگ اس وقت ایلیا میں میں تھے۔ ہرقل نے انہیں اپنے دربار میں طلب کیا، اس کے سب سردارانِ دربار بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر ان سب قریشیوں کو اس نے اپنے قریب بلایا اور ترجمان کو طلب کیا اور قریشیوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم میں سے سب سے زیادہ محمدؐ کا قریب النسب کون ہے؟ ابوسفیان نے کہا کہ میں ان سب سے زیادہ ان کا قریب النسب ہوں۔ ہرقل نے کہا کہ ابو سفیان کو میرے قریب کر دو اور اس کے ساتھیوں کو بھی قریب رکھو اور ان کو ابوسفیان کے پس پشت کھڑا کر دو۔ اور پھر اس نے اپنے ترجمان سے کہا کہ ان لوگوں سے کہو کہ میں ابوسفیان سے اس مرد کا حال پوچھتا ہوں جو اپنے کو نبی کہتا ہے۔ پس اگر یہ مجھ سے جھوٹ بیان کرے تو تم فوراً اس کی تکذیب کر دینا۔

ابوسفیان کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم اگر مجھے اس بات کی خبر نہ ہوتی کہ لوگ میرے اوپر جھوٹ بولنے کا الزام لگائیں گے تو یقیناً میں آپؐ کی نسبت غلط باتیں بیان کر دیتا۔ الغرض ہرقل نے سب سے پہلے مجھ سے پوچھا:۔

ہرقل:۔ ان (محمدؐ) کا نسب تم لوگوں میں کیسا ہے؟

ابوسفیان:۔ وہ (محمدؐ) ہم میں بڑے اچھے نسب والے ہیں۔

ہرقل:۔ کیا تم میں سے پہلے بھی کسی نے نبوت کا دعویٰ دعویٰ کیا ہے؟

ابوسفیان:۔ نہیں۔

ہرقل:۔ ان کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ گزرا ہے؟

ابوسفیان:۔ نہیں۔

ہرقل:۔ امیر لوگوں نے ان کی پیروی کی ہے یا کمزور لوگوں نے؟

ابوسفیان:۔ امیروں نے نہیں بلکہ کمزوروں نے۔

ہرقل: آیا ان کے پیرو روز بڑھتے جاتے ہیں؟ یا کم ہوتے جاتے ہیں؟

ابوسفیان:۔ کم نہیں ہوتے بلکہ بڑھتے جاتے ہیں۔

ہرقل:۔ آیا کوئی ان سے ناخوش ہو کر ان کے دین سے پھرا ہے، ان کے دین میں داخلہ کے بعد؟

ابوسفیان:۔ نہیں۔

ہرقل:۔ کیا وہ کبھی وعدہ خلافی کرتے ہیں؟

ابوسفیان:۔ نہیں!

ہرقل:۔ آیا تم نے کبھی ان سے جنگ کی ہے؟ ابوسفیان۔ ہاں! ہرقل۔ تمہاری جنگ ان سے کیسی رہی؟

ابوسفیان:۔ لڑائی ہمارے اور ان کے درمیان میں ڈول کی طرح رہی۔ کبھی وہ ہم سے لے لیتے ہیں اور کبھی ہم ان سے ڈول لے لیتے ہیں۔

ہرقل:۔ وہ تم کو کیا حکم دیتے ہیں؟

ابوسفیان:۔ وہ کہتے ہیں صرف اللہ کی عبادت کرو! اور کسی کو اس کا شریک نہ کرو۔ اور وہ شرک کی باتیں جو تمہارے باپ دادا کرتے آئے ہیں ان کو چھوڑ دو۔ ہمیں نماز پڑھنے اور سچ بولنے اور پرہیزگاری اور صلہ رحم کا حکم دیتے ہیں۔

ہرقل:۔ میں نے تم سے ان کا نسب پوچھا تو تم نے بیان کیا کہ وہ تمہارے درمیان میں نسب والے ہیں اور تمام پیغمبر اپنی قوم کے نسب میں اسی

طرح عالی نسب معبوث ہوا کرتے ہیں۔اور پھر میں نے تم سے پوچھا کہ آیا یہ بات یعنی اپنی نبوت کی تم میں سے کسی اور نے بھی کہی تھی تو تم نے کہا ہے کہ نہیں۔میں نے اپنے دل میں یہ کہا تھا۔کہ اگر یہ بات ان سے پہلے کوئی کہہ چکا ہو تو میں کہہ دوں گا کہ وہ ایک شخص ہیں جو اس قول کی تقلید کرتے ہیں جو ان سے پہلے کیا جا چکا ہے۔اور میں نے تم سے پوچھا کہ ان کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ تھا۔تو تم نے بیان کیا کہ نہیں۔پس میں نے اپنے دل میں کہا تھا کہ اگر ان کے باپ دادا میں اگر کوئی بادشاہ ہوا ہوگا، تو میں کہہ دوں گا کہ وہ ایک شخص ہیں جو اپنے باپ کا مُلک حاصل کرنا چاہتے ہیں۔اور میں نے تم سے پوچھا کہ آیا اس سے پہلے کہ انہوں نے یہ بات کہی ہے؟ کیا تم ان پر جھوٹ کی تہمت لگاتے تھے؟ تو تم نے کہا کہ نہیں پس اب یقینا میں جانتا ہوں کہ کوئی شخص ایسا نہیں ہوسکتا کہ لوگوں پر تو جھوٹ بولنا چھوڑ دے اور اللہ پر جھوٹ بولے۔اور میں نے تم سے پوچھا کہ آیا بڑے لوگوں نے ان کی پیروی کی ہے یا کمزور لوگوں نے تو تم نے کہا کہ کمزور لوگوں نے ان کی پیروی کی ہے۔اور دراصل تمام پیغمبروں کے پیرو یہی غریب لوگ ہوا کرتے ہیں۔اور میں نے پوچھا کہ ان کے پیرو زیادہ ہوتے جاتے ہیں یا کم ہوتے جاتے ہیں؟ تو تم نے بیان کیا کہ وہ زیادہ ہوتے جاتے ہیں۔تو درحقیقت اہلِ ایمان کا یہی حال ہوا کرتا ہے یہاں تک کہ کمال کو پہنچ جاتے ہیں۔اور میں نے تم سے پوچھا کہ کوئی شخص ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد ان کے دین سے پھر بھی جاتا ہے؟ تو تم نے کہا کہ نہیں۔تو ایمان کا حال ایسا ہی ہے جبکہ اس کی بشاشت دلوں میں مل جائے۔اور میں نے تم سے پوچھا کہ آیا وہ وعدہ خلافی کرتے

ہیں یا نہیں؟ تو تم نے بیان کیا کہ نہیں۔اور ع تمام پیغمبر اسی طرح وعدہ خلافی نہیں کرتے۔اور میں نے پوچھا کہ تمہیں وہ کس بات کا حکم کرتے ہیں؟ تو تم نے بیان کیا کہ وہ تمہیں یہ حکم دیتے ہیں کہ ایک اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور تمہیں بتوں کی پرستش سے منع کرتے ہیں۔اور تمہیں نماز پڑھنے اور سچ بولنے کی تلقین کرتے ہیں اور پرہیز گاری بُرے کاموں سے بچنے کا حکم دیتے ہیں۔پس اگر جو تم کہتے ہو۔وہ سچ ہے تو عنقریب وہ میرے ان دونوں قدموں کی جگہ کے مالک ہو جائیں گے۔اور بے شک میں کتب سابقہ سے جانتا تھا کہ وہ ظاہر ہونے والے ہیں۔

اسلامی تعلیمات کا خلاصہ

بزبان جعفر طیارؑ اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکمتیں

دربارِ نجاشی میں حضرت جعفرؑ کی تقریر (اسلامی تعلیمات کا خلاصہ)

حضرت جعفرؑ ابن ابوطالبؑ یعنی حضرت علیؑ کے حقیقی بھائی نے دربار نجاشی میں اس طرح تقریر فرمائی: اے بادشاہ! ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے، بت پوجتے تھے اور مردار کھاتے تھے، بدکاریاں کرتے تھے، ہمسایوں کو ستاتے تھے، بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا، قوی لوگ کمزوروں کو کھا جاتے تھے کہ اسی اثناء میں ہم میں ایک شخص پیدا ہوا، جس کی شرافت وصداقت و دیانت سے ہم لوگ پہلے سے واقف تھے۔ اس نے ہم کو اسلام کی دعوت دی اور یہ سکھایا کہ ہم پتھروں کو پوجنا چھوڑ دیں، سچ بولیں، خونریزیوں سے باز آئیں۔ یتیموں کا مال نہ کھائیں، ہمسائیوں کو آرام دیں، باعفت عورتوں پر بدنامی کا داغ نہ لگائیں، نماز پڑھیں، روزے رکھیں، زکوٰۃ دیں۔ ہم اس پر ایمان لائے۔ شرک وکفر و بت پرستی چھوڑ دی اور سارے اعمالِ بد کو ترک کر دیا۔ اس جرم پر ہماری قوم ہماری دشمن بن گئی اور اب ہم کو مجبور کرتی ہے کہ ہم پھر گمراہی کی طرف لوٹ جائیں۔"

نجاشی نے کہا: "جو کلام تمہارے پیغمبر پر نازل ہوا ہے اس سے کچھ سناؤ۔"

حضرت جعفر ابن ابوطالب نے سورہ مریمؑ پڑھنا شروع کی۔ نجاشی رونے لگا اور کہا:۔

"خدا کی قسم کہ یہ کلام اور انجیل دونوں ایک چراغ کے پرتو ہیں۔" یہ کہہ کر سفرائے قریش سے کہا:

"تم واپس جاؤ میں ان مظلوموں کو کبھی واپس نہ کروں گا۔" (تاریخ طبری)

قبائل عرب میں تبلیغِ اسلام

مورخین نے اپنی اپنی تصانیف میں لکھا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے تبلیغِ اسلام قبائل عرب میں کی ہے۔ اور اسی طرح عرب کے مشہور میلوں میں جا کر اسلام کی خوبیاں فرمائی ہیں اور ان کو قبول اسلام کی دعوت دی ہے۔

جناب رسولخداؐ کی حکمت کا کمال

ناظرین خود غور فرمائیں کہ پیغمبر اسلامؐ کی تبلیغ کا اثر کیا ہوا؟ مجمعوں اور میلوں اور قبائل میں مسلسل جدوجہد سے رسولؐ نے کتنی کامیابی حاصل کی اور ان کوششوں کی بدولت جو بھی مسلمان ہوئے وہ کتنے پختہ ایمان مسلمان تھے جنہوں نے دست رسولؐ پر بیعت بھی کی اور شرائط قبولیت بھی منظور کیں۔ جب پیغمبرِ اسلام نے ان کو اسلام میں پختہ پایا تو یہ بھی اعلان کیا کہ ان شرائط کی مخالفت میں تم کو سزا بھی دی جائے گی۔ اس کو بھی اہل مدینہ نے قبول کیا۔ یہ قبولیتِ شرائط ہی بتاتی ہے کہ وہ پختہ مومن ہوئے تھے۔ اور پیغمبر اسلام کی مساعیِ تبلیغ سو فیصدی کامیاب ہوئیں۔

مصعب بن عمیرؓ کو مدینہ روانہ کرنا

جب پیغمبرِ اسلامؐ نے قرب وجوارِ مکہ اور قبائل عرب میں اصولِ اسلام کی اشاعت کر لی۔ اور جب کچھ اہلِ مدینہ بھی مسلمان ہو چکے اور وہ اپنے دین کی تبلیغ کا

عہد کر کے اپنے وطن مدینہ کو واپس ہونے لگے تو آپؐ کی حکمت کا اقتضا یہ ہوا کہ ان حامیانِ اسلام کے ہمراہ ایک مرد مومن کو بھی تبلیغ کے لئے بھیج دیا جائے۔ چنانچہ آپؐ نے مصعب ابن عمیر جو ہاشم بن عبد مناف کے پوتے تھے اور آپ کے قریبی رشتہ دار تھے، کو اصولِ اسلام سمجھا کر اور خدماتِ تبلیغِ دین سپرد کر کے مدینہ روانہ کر دیا جس کے نتیجے میں مدینہ جا کر مصعب بن عمیر نے مسلمانانِ مدینہ کے ساتھ مدینہ میں کارِ تبلیغ شروع کیا۔ اور مدینہ کے قبائل یکے بعد دیگرے مسلمان ہونے لگے۔

بقول شبلی نعمانی مدینہ کے تمام قبیلوں میں اسلام پھیل گیا۔ صرف خطمہ، وائل اور واقف چند قبائل باقی رہ گئے۔ سوائے چند قبائل کے باقی تمام قبائل نے اسلام قبول کر لیا۔ اور کلمہ توحید پڑھ لیا۔

درحقیقت پیغمبر اسلام کا یہ فعل بلحاظِ حکمت عملی بہترین فعل ثابت ہوا۔ آپ کے اس عمل سے مکہ کے مسلمانوں کے لئے ایک جائے پناہ حاصل ہو گئی اور دینِ اسلام کے نشو ونما کے لئے ایک شاداب سرزمین مل گئی۔ کلمہ توحید کی نصرت واشاعت کے لئے مدینہ کے بہادر ہاتھ آ گئے۔ چنانچہ اس سفارت کا نتیجہ یہ نکلا کہ مصعب بن عمیر کی سرکردگی میں ۷۵ افرادِ مدینہ کا ایک وفد خدمتِ رسالت پناہؐ میں حاضر ہوا۔ یہ وفد حجاج مدینہ کے ہمراہ مکہ میں داخل ہوا اور پیغمبر اسلامؐ کو مدینہ آنے کی دعوت دی۔ (سیرۃ النبیؐ، علامہ شبلی نعمانی)

(معلوم ہوا کہ دوسرے شہروں اور ملکوں میں جا کر اسلام کی تبلیغ کرنا بے حد مفید عمل ہے۔)

تفسیر معالم التنزیل کی عبارت ہجرت کا واقعہ

کفار کے مشورۂ قتلِ محمدؐ سے جبریلؑ نے آ کر حضرت محمدؐ کو خبر دی اور کہا کہ آج رات جس جگہ آپ سوتے ہیں وہاں نہ سوئیے۔ خدا نے اسی وقت آپؐ کو مدینہ چلے جانے کے لئے حکم دیا ہے۔ یہ سن کر رسول اللہؐ نے علیؑ ابن ابی طالبؑ کو حکم دیا کہ تم میرے بستر پر سو رہو اور میری چادر اوڑھ لو تمہیں کوئی ضرر نہیں پہنچے گا۔ پس رسول خداؐ وہاں سے باہر نکلے اور ایک مٹھی خاک ان لوگوں کے سر پر پھینک دی جو آپ کے گھر کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ خدا نے ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا کہ وہ لوگ آنحضرتؐ کو جاتا ہوا نہیں دیکھ سکے۔ بوقت روانگی رسولِ خداؐ یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے انا جعلنا فی اعناقھم ۔۔۔الخ۔ بوقت روانگی رسول خداؐ نے علیؑ کو اپنا خلیفہ بنایا تا کہ جو امانتیں لوگوں کی ہیں ان کو ادا کر دیں۔ بات یہ ہے کہ رسولِ خداؐ کی صداقت اور امانت پر اعتبار کر کے لوگ اپنی امانتیں آپؐ کے پاس رکھوا دیا کرتے تھے۔ مشرکین فرشِ رسولؐ پر علیؑ کا پہرہ دے رہے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہی نبیِ خدا ہے۔ جب صبح ہوئی تو کفار ادھر متوجہ ہوئے۔ چادر اٹھائی تو دیکھا علیؑ ابن ابو طالبؑ ہیں۔ پوچھا: تمہارے آقا کہاں گئے؟ فرمایا: ہم نہیں جانتے۔ اس کے بعد کفار نشانِ قدم پر چلے اور لوگوں کو آپؐ کی جستجو میں روانہ کیا۔ (تفسیر معالم التنزیل)

(ثابت ہوا کہ رسولخداؐ بے حد امانتدار تھے اور امانتوں کا واپس کرنا کس قدر اہمیت رکھتا ہے)۔

تفسیر درمنثور جلد دوم ص ۲۴۰ / امام جلال الدین سیوطی

ترجمہ: آنحضرتؐ اور ابو بکر تین روز تک غار میں ٹھہرے۔ عامر بن فہیرہ ان کے لئے کھانا لایا کرتا اور علیؑ اس کھانے کا سامان کیا کرتے تھے۔ پس علیؑ نے تین اونٹ بحرین کے اونٹوں میں سے خریدے اور ایک راہ نما کو اجرت پر لیا۔ جب تیسری رات کا کچھ حصہ گزرا تو علیؑ اونٹ اور راہنما کو ساتھ لائے۔ ایک اونٹ رسول اللہؐ اور ایک اونٹ پر ابو بکر سوار ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔

جنابِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امانت، دیانت، عدالت، شرافت، امن پسندی، دفاعی جنگیں اور دشمنوں کے ساتھ سلوک

جناب رسول خداؐ کی امانت اور دیانت

حضرت محمدؐ اہلِ مکہ کی امانت کے ادا کرنے کے ذمہ دار تھے۔ وہ امین اور صادق تھے لہٰذا یہ ضروری تھا کہ اپنی موجودگی میں امانات اہل مکہ کو خود واپس کریں۔ یا اپنے بھائی علیؑ سے واپس کروائیں۔

مکہ سے چلے جانے کے بعد الزامِ خیانت کا شبہ پیدا ہوتا اور کہنے والا کہہ سکتا کہ محمدؐ تو امانات کو دے کر نہیں گئے۔ اگر علیؑ بھی امانات نہ دیتے تو ہم کیا کر لیتے؟ لہٰذا اس شائبہ شک وشبہ کو بھی پیغمبر اسلام کے اس تین روزہ قیام غار نے مٹا دیا اور جب ان تین روز میں علیؑ نے ہر شخص کو امانت کو اس تک پہنچا دیا اور پیغمبر اسلامؐ کو تیسری رات میں (جبکہ وہ دو اونٹ لے کر آئے ہیں) امانتوں کی واپسی کی اطلاع کر دی۔ تو اب پیغمبر اسلامؐ مطمئن ہو گئے اور اس لئے مطمئن ہوئے کہ میں نے اپنی موجودگی میں ہی اہلِ مکہ کی امانات واپس کر دی ہیں اور اگر دورانِ واپسی امانات کچھ لوگوں کو اپنی امانتوں کے ردوبدل یا کم وبیش ہونے کی شکایت پیدا ہوتی تو پیغمبر اسلامؐ مطمئن تھے کہ علیؑ لوگوں سے دریافت کر سکتے ہیں اور میں خود باوجود خوفِ قتل اس معاملہ کو باہر آ کر طے کر سکتا ہوں۔ مگر دامنِ نبوت پر خیانت کا دھبہ نہیں آنے دوں گا۔

نتیجہ:۔ ہجرتِ پیغمبر اسلام نے ثابت کر دیا کہ دین اسلام کی خاطر گھر بار، اعزاء، اقارب، اثاثہ وجاگیر، سب چھوڑی جا سکتی ہے۔ جب کبھی ان سب چیزوں کو چھوڑنے میں تحفظِ اشاعت دین اسلام ہو ان سب چیزوں کو چھوڑ کر ہجرت کرنا چاہیے۔ ہر مسلمان ایسا کرنے میں اسوہ حسنہ پیغمبر اسلام کا پیرو کہلائے گا اور اسی طرح کامیاب ہوگا جس طرح حضرت محمدؐ بوجہ ہجرت تبلیغِ اسلام میں کامیاب ہوئے۔

موذن واذان بلالؓ

حضرت بلالؓ کو موذن بنا کر پیغمبر اسلامؐ نے اعلیٰ حکمتِ عملی کا ثبوت دیا ہے۔ بلال حبشی النسل تھے رنگ سیاہ تھا اور بدصورت تھے۔ اہلِ عرب شاندار اور گورے رنگ کے تھے۔علاوہ بریں اہلِ عرب حبش کو اپنے سے پست تر سمجھتے تھے۔ عرب خوش آواز خوش لہجہ اور قرأت سے واقف تھے، بخلاف اہل حبش کے کہ وہ زبانِ عربی کا لہجہ بھی نہ جانتے تھے اور حروف کو ان کے صحیح مخرج سے بھی نہیں نکال سکتے تھے مگر پیغمبر اسلام نے بلال کو موذن مقرر کر کے زعمِ حسنِ ظاہری کو مٹا دیا اور رعبِ حق پرستی وتقویٰ کو بڑھا دیا اور اہل عالم پر ثابت کر دیا کہ ظاہری کسی قسم کا بھی حسن قابل تکبر و غرور نہیں ہے۔بس ایمان کردار اور خلوص ہی دیرپا ہے اور قابل فخر ہے۔

تعلیم:۔ (انسان کی اصل خوبی علم وعمل ہے۔شکل وصورت، مال، دولت، رنگ ونسل برتری کا معیار نہیں۔)

اخوت ومواخات

پیغمبر اسلامؐ نے جب تعمیر مسجد وتعین طریقہ اذان سے فراغت حاصل کرلی۔تو اقتضائے حکمتِ پیغمبرؐ نے مہاجرین اور انصار کی بیگانگی کو وصل و یگانگت میں تبدیل کر دیا۔مہاجرین جب مدینہ میں وارد ہوئے تھے تو بیچارے بیک بینی و دوگوش صرف لباس لے کر آئے تھے اور سخت ترین مصائب وتکالیف اٹھا کر مدینہ پہنچے تھے۔رسول اللہؐ نے ان کی پریشانی کو دیکھ کر انصار کو جمع کیا۔

تاریخ ابن ہشام مصری جلد اول ص ۱۸۹ (ترجمہ عبارت)

جناب رسول خداؐ نے جماعت صحابہ میں مہاجرین و انصار کے درمیان عقد مواخات کا ارادہ فرمایا اور ارشاد فرمایا:

مجھے خدا کا حکم آیا ہے اور اگر نعوذ باللہ جو میں کبھی تم سے ایسی بات کہوں جو مجھ سے نہ کہی گئی ہو کہ میں تم لوگوں کے درمیان صیغۂ اخوت جاری کروں اور تم لوگوں کو آپس میں بھائی بھائی بنا دوں۔اس کے بعد آپؐ نے علیؑ ابن ابی طالبؑ کا ہاتھ تھاما اور فرمایا: یہ میرا بھائی ہے۔رسول اللہ صلعم سید المرسلین امام المتقین اور رسول رب العالمین تھے بندوں میں کوئی شخص سوائے علیؑ ابن ابی طالبؑ کے رسول اللہؐ کا نظیر ومثل نہیں ہوسکتا تھا۔اس بنا پر یہ دونوں بزرگوار بھائی بھائی بنے حضرت حمزہ جو اسداللہ اور اسد رسول کے لقب سے مخصوص تھے اور جناب رسول خداؐ کے چچا تھے زید بن حارثہ کے ساتھ جو آپؐ کے غلام تھے، بھائی بنے۔ چنانچہ جنگ احد میں زخمی ہو کر قریب وفات حضرت حمزہ نے اُن ہی کو وصیت فرمائی تھی۔اور جناب جعفر ابن ابی طالبؓ جن کا لقب ذوالجناحین (دو بازو والے) اور طیار فی الجنت (بہشت میں اڑنے والے) تھا معاذ ابن جبل انصاری کے بھائی بنائے گئے۔ابن ہشام کا بیان ہے کہ:

جناب رسولخداؐ کی حکمت دوانائی

مواخات کا رشتہ بظاہر ایک عارضی ضرورت کے لئے قائم کیا گیا تھا تاکہ بے خانماں مہاجرین کا چند روزہ اہتمام ہوجائے۔لیکن درحقیقت یہ عظیم الشان اغراضِ اسلام کی تکمیل کا سامان تھا (سیرۃ النبی)

امام احمد بن حنبل نے مسند میں اور ادر ابن الجاشیبہ نے منصف میں ابن جریر نے تاریخ طبری میں اور بیہقی نے دلائل میں لکھا ہے:

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ جب ہم لوگ مدینہ میں آئے تو وہاں کے پھل کھانے کو ملے۔ جو ہمارے موافق مزاج نہ تھے۔ اس لئے ہم بیمار پڑ گئے۔ جب ہم کو خبر ملی کہ مشرکین آرہے ہیں تو رسول اللہؐ بدر کی طرف چلے۔ بدر کنویں کا نام ہے جہاں ہم مشرکین سے پہلے پہنچ گئے۔ اس لئے کہ خدا نے فرمایا تھا کہ:

''جن سے لڑائی کی جاتی ہے (مسلمانوں سے) ان کو بھی اب لڑائی کی اجازت دی جاتی ہے۔ کیونکہ ان پر ظلم کیا جارہا ہے۔ اور خدا ان کی مدد پر یقینی قادر ہے۔'' (زرقانی بحوالہ نسائی جلد ا ص ۴۶۰)

''خدا کی راہ میں ان لوگوں سے تم بھی لڑو جو تم سے لڑتے ہیں۔'' (قرآن)

''یہ لوگ بلا وجہ اپنے ملک سے نکالے گئے صرف اس لئے کہ انہوں نے اپنے رب کو اپنا پروردگار مان لیا ہے۔ اور اگر بعض (حملہ آوروں کو) بعض لوگوں (مسلمانوں) سے خدا دفع نہ کرتا تو ضرور عیسائیوں کے گرجا گھر، یہودیوں کے معابد، ترساؤن کے مندر اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں خدا کے نام کا ذکرِ کثیر ہوتا ہے گرادی جاتیں۔'' (قرآن)

(تعلیم:۔ معلوم ہوا کہ ظلم و جبر کے خلاف جہاد کرنا ضروری ہے ورنہ ظلم بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔)

جناب رسولخداؐ کی امن دوستی اور جنگ بدر

مذکورہ حوالہ جات سے مندرجہ ذیل واقعات معلوم ہوئے:

ا۔ حوالہ اول: بروایت علیؑ معلوم ہوا کہ مشرکین مکہ کے حملہ کی خبر پانے کے بعد پیغمبر اسلامؐ مع اصحاب کے مقام بدر پر پہنچے اور مشرکین سے پہلے پہنچ گئے۔

آیات قرآنی سے ثابت ہوا کہ جب مسلمانوں کو بے خطا ان کے وطن اور گھروں سے نکالا گیا اور ان پر ظلم کیا گیا اور ان سے جنگ کرنے کے لئے ان پر حملہ کیا گیا تو خدا نے مسلمانوں کو بھی جنگ کا جواب جنگ سے دینے کی اجازت دی۔

حوالہ ناسخ التواریخ سے معلوم ہوا کہ ابوجہل نے انتہائی بدزبانی کرتے ہوئے حضرت محمدؐ کو خط لکھا اور ڈرایا کہ ہم مدینہ میں بھی تم کو پناہ نہ لینے دیں گے۔ بلکہ جان سے مار ڈالیں گے اور تمہارے ساتھیوں کو بھی برباد کردیں گے۔ اس کے جواب میں حضرت محمدؐ نے ابوجہل کو لکھا کہ یہ اس کا خیال ہے بلکہ اہل اسلام کی فتح ہوگی اور ابوجہل اور اس کے ساتھی قتل ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ابوجہل کی تحریر گویا اعلانِ جنگ تھا اور مدینہ پر حملہ کرنے اور اس کو برباد کرنے کا اعلان تھا۔

مدبرین عالم ان واقعات کو سامنے رکھ کر فیصلہ کریں کہ اس صورت حال میں پیغمبرِ اسلامؐ کا کیا فریضہ تھا۔ اور ان کو کیا کرنا چاہئے تھا جو حقیقی معنوں میں حکمت کے عین موافق ہوتا۔ اگر صدیوں کے مدبرین عالم گزشتہ و موجودہ کو جمع کیا جائے اور ان حالات کو پیش نظر رکھ کر ان سے سوال کیا جائے کہ اپنی کامیابی کے لئے کیا کرنا چاہئے تھا؟ تو وہ اس سے بہتر رائے نہیں بتا سکتے جو کچھ حضرت محمدؐ نے ان حالات کے تحت کیا۔ اول تو اسلام کو اس الزام سے بچالیا کہ ابتدائے جنگ و ظلم اہلِ اسلام کی جانب سے ہوئی کیونکہ ہجرت کرنے سے تا قیام مدینہ کوئی پہلو جنگ کا اختیار ہی نہیں کیا۔

جناب رسولخداؐ کی جنگیں دفاعی نوعیت کی تھیں

بس اس انتظام کے بعد صرف یہی باقی تھا کہ بہادران عرب وقریش اپنی تلواریں و نیزے لے کر مٹھی بھر نہتے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑیں اور مدینہ میں گھس کر ایک ایک مسلمان کو تہِ تیغ کر ڈالیں۔ جس وقت اتنی کثیر مسلح فوج کا چند مسافر مہاجر اور غریب مسلمانوں پر حملہ ہوتا اور مدینہ کے متمول یہودی حملہ آوروں سے مرعوب ہو کر ان کا ساتھ دیتے تو ایسی حالت میں اس پہلے ہی حملہ میں صرف پیغمبر اسلام کا ہی خاتمہ نہ ہوتا بلکہ مہاجرین اور انصار میں سے ایک بھی نہ بچتا اور ہمیشہ کے لئے دینِ الٰہی اور توحیدِ ربانی کا خاتمہ ہو جاتا۔ مگر پیغمبر اسلام کی برمحل حکمت عملی نے اس نازک موقع پر وہ تدابیر پیدا کر دیں جن کی نظیر صفحاتِ تواریخ عالم اور حالاتِ مشاہیرِ عالم میں نہیں مل سکتی۔

بعض یورپ کے مورخین نے اور بعض نافہم مولفین تاریخ اسلام نے لکھ دیا ہے کہ درحقیقت پیغمبر اسلامؐ نے کاروانِ مکہ کو لوٹنے کا ارادہ کر لیا تھا اور اسی ارادہ سے آپ مقامِ بدر پر پہنچے تھے۔ یہ بالکل غلط اور اتہام ہے۔ کیونکہ حوالہ جات تاریخی سے واضح ہے کہ ابوسفیان اور ابوجہل کی انتہائی چالبازی اور اشتعال انگیزی تھی جس نے مکہ کے ہر غریب وامیر کو حضرت محمدؐ کے مقابل میں لا کھڑا کیا تھا اور دین اسلام کے مٹانے کے لئے سب کمر بستہ ہو کر روانہ ہو چکے تھے۔ میں اس جگہ مزید تاریخی ثبوت پیش کرتا ہوں۔

جنگ بدر مشرکوں کی جارحیت کا نتیجہ تھی

واقدی کا بیان ہے کہ جب ابوسفیان نے قافلہ کو مقامِ خطر سے گزار دیا تو قیس بن امراء القیس کو قریش کے پاس بھیجا اور پیغام دیا کہ مکہ سے قوم کے باہر آنے کا سبب یہ تھا کہ ان کے اموال کو خطرہ وضرر نہ پہنچے۔ اب خدا کی مہربانی سے کارواں بخیریت پہنچ گیا، اب ہم کو واپس ہونا چاہئے اور محمدؐ اور اہل مدینہ سے جنگ نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔ قیس مشرکین تک پہنچا اور اس نے پیغام سنایا تو ابوجہل نے جواب میں کہا: کہ واللہ ہم واپس نہ ہوں گے جب تک کہ بدر تک نہ پہنچ جائیں اور تین رات دن وہاں قیام نہ کریں اور وہاں کھانا نہ کھائیں، شراب نہ پئیں اور گانے والیوں کے گانے نہ سنیں۔ جب ہم ایسا کریں گے تو ہماری شہرت اور رعب و داب اہل اطراف کے دلوں پر بیٹھ جائے گا۔ پھر کسی کو مجال نہ ہوگی کہ وہ ہم سے مقابلہ کرے۔ بدر میں ایک خاص موسم میں عرب جمع ہوتے تھے دوکانیں لگاتیں تھے اور خرید و فروخت کرتے تھے۔ (مورخ واقدی)

ابوجہل نے بحیثیت سردار فوج کہہ دیا کہ ہم اپنا رعب و داب قائم رکھنے کے لئے جنگ ضرور چاہتے ہیں۔ ابوسفیان نے تو ہمت ہار دی تھی اور اس پر خوف وہیبتِ اسلام طاری ہوگئی تھی۔ وہ جنگ سے بچنا چاہتا تھا۔ مگر ابوجہل نے اس کو بھی جنگ پر تیار کر دیا۔ اور اسی بنا پر اس کو مکہ سے واپس آنا پڑا۔

رسول خداؐ کی دفاعی جنگیں
اور
حضرت علیؑ کی شجاعت

جنگِ بدر کے اسباب ونتائج

قصص القران جلد چہارم ص ۳۸۵ (مصنفہ ومولفہ محمد حفیظ الرحمن سیوناروی)

غزوہِ بدر صرف مشرکین مکہ اور مسلمانوں کی آویزش حق و باطل کا معرکہ نہیں تھا۔ بلکہ جس زمانہ میں واقعہ پیش آیا ہے اس وقت دنیا ایک موڑ پر کھڑی ہوئی تھی۔ اس لئے بدر کا انقلاب عالمگیر انقلاب تھا۔ صفحۂ عالم پر اگر بدر کا معرکہ پیش نہ آتا اور مشرکین مکہ کی طاقت شکست وریخت نہ ہوتی بلاشبہ نہ صرف حجاز، نہ صرف عجم بلکہ کائناتِ ہستی کا ہر ایک بحر و بر ظلم اور باطل سے بھر جاتا۔ آزادیِ ضمیر فنا ہو جاتی۔ جذبات حق مٹ کر رہ جاتے۔ اب جبکہ بدر کا معرکہ پیش آگیا اور مشرکینِ مکہ کی قوت ٹوٹ گئی تو دنیا نے اس سے آگے بڑھ کر وہ راہ اختیار کر لی جو آزادیِ ضمیر، عدل وانصاف، حق پرستی اور نیکو کاری کی راہ تھی۔ جہاں ضعیفوں کی نصرت وکامرانی نصیب ہوئی یہ صرف مسلمانوں کے لئے ہی نہ تھا بلکہ تمام کائناتِ انسانی پر احسان عظیم تھا۔ (قصص القران)

یورپین مورخ گبن اپنی کتاب زوالِ سلطنت روم جلد پنجم ص ۳۶۴ پر سلطنت روم کے حالات لکھتے ہوئے کہتا ہے کہ جب حکومتِ روم جنگ فارس کے قریب قریب ختم ہو رہی تھی اور جبکہ عیسائی مذہب باہمی دو فرقوں کے اختلافات کی وجہ سے تباہ ہو رہا تھا۔ تو اس وقت:

محمدؐ ایک ہاتھ میں تلوار لیے اور دوسرے ہاتھ میں قرآن لیے بڑھے۔ اور انہوں نے اپنا تخت سلطنتِ روم اور عیسائیت کے کھنڈرات پر تعمیر کر لیا۔ ملک عرب کے پیغمبرؐ کی فہم و ذکا، اس کی قوم کے اطوار اور اس کے مذہب کا جوشِ

روحانی سلطنتِ قدیم کے زوال کا سبب بن گیا۔ ہماری آنکھیں متجسّانہ اس قابل یادگار انقلاب پر لگی ہوئی ہیں جس نے جدید اور غیر فانی پائیدار نظامِ زندگی روئے زمین کی اقوام پر قائم کر دیا۔

حکمتِ جنگِ بدر (قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک)

جنگِ بدر کے قیدیوں کے لئے یہ قرار پایا کہ ان سے فدیہ لے کر رہا کر دیا جائے اور جن قیدیوں کے پاس فدیہ نہ ہو وہ اپنے عزیزوں سے رقم فدیہ لے کر ادا کر دیں۔ اس سلسلہ میں عباس ابن عبدالمطلب پیغمبرِ اسلام کے چچا اور قریش کے سردار بھی آئے۔ مگر ان کے پاس رقم فدیہ نہ تھی۔ جب ان سے رقم فدیہ طلب کی گئی۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میں مسلمان ہوں مجھ سے فدیہ کیوں طلب کیا جا رہا ہے؟

رسول خداؐ نے فرمایا کہ "دل کا حال تو خدا ہی جانتا ہے۔ دوسرا نہیں جان سکتا۔ اس وقت تو آپ بظاہر کفار کے شریک تھے اور انہی کے ساتھ قید ہو کر آئے ہیں۔"

اس وقت عباس نے عرض کیا کہ:۔

"میرے پاس تو کچھ نہیں ہے۔ میں فی الحال نادار ہوں۔"

رسولؐ نے فرمایا کہ:۔

"چچا آپ کسی وقت بھی نادار نہیں ہیں کیونکہ آپ کے پاس ایک رقم کثیر اس سونے کی ہے جو مکہ سے چلتے وقت ام الفضل کی تحویل میں آپ نے دے دی ہے اور یہ کہہ دیا ہے کہ اگر آپ جنگ سے واپس نہ آئیں تو وہ رقم ان کے اور ان کے چاروں بیٹوں میں تقسیم کر دی جائے۔"

یہ سنتے ہی عباس بن عبدالمطلب کا چہرہ زرد ہو گیا۔ اور اسی ہیبت و جلال محمدی کے زیر اثر کہنے لگے:

"محمد! خدا شاہد ہے کہ میرے اس راز سے سوائے میرے اور تمہاری چچی کے کوئی دوسرا مطلق آگاہ نہیں ہے۔ یہ تم کو کس نے خبر دی؟" یہ کہہ کر اسی جلال و سطوتِ روحانی کی حالت میں عباس بے اختیار پکار اٹھے:۔

اشھدان لاالٰہ الا اللہ محمداً رسول اللہ۔

عباس کے اسلام لانے پر مسلمانوں کے نعرہ تکبیر کی صدا سے تا دیر فضا میں گونج باقی رہی۔

اس واقعہ نے ظاہر کیا کہ پیغمبر اسلامؐ کی فہم و فراست اور حکمتِ نظری بہت بلند تھی۔ اسی سے کام لے کر پیغمبر اسلام نے عباس عبدالمطلب کے دل میں اپنی نبوت و حقانیت کا اثر قائم کر دیا اور اہل مکہ کے دلوں پر ثابت کر دیا کہ عباس جیسا شریفِ قوم، باحمیت و عالی انسان تلوار و جان کے خوف سے مسلمان نہیں ہوا۔ بلکہ حقانیت و روحانیت محمدی نے ان کو مسلمان بنا دیا۔

قیدیوں سے فدیہ لے کر ان کو آزاد کر دینا ایک ایسا فعل تھا جس نے صرف قیدیوں ہی کے دلوں میں اسلام کی رواداری و صلح جوئی اور امن پسندی کو ثابت نہ کیا بلکہ جب لوگ مکہ میں پہنچے اور ان رہائی کی خبر عام ہوئی تو دشمنوں کے دلوں میں اسلام کی رواداری و صلح جوئی کے گہرے نقوش پیدا ہو گئے۔

(ثابت ہو گیا کہ اسلام تلوار اور جبر سے نہیں پھیلا بلکہ اعلیٰ تعلیمات اور اعلیٰ کردار کی وجہ سے پھیلا)۔

جنگِ احد دفاعی جنگ تھی

طلحہ ابن ابی طلحہ علمبر دار لشکر قریش نے میدان میں آ کر یہ رجز پڑھا۔

اے اصحاب محمد تمہارا گمان ہے کہ اگر تم ہم کو قتل کرو گے تو خدا ہم کو دوزخ میں پہنچائے گا۔ اور اگر ہم تمہیں ماریں گے تو خدا تمہیں جنت میں لے جائے گا۔ پھر تم میں سے کوئی جلد نکل آئے کہ ہم اس کو مار کر جنت میں پہنچا دیں۔ یا وہ ہمیں مار کر جلد دوزخ میں پہنچا دے۔ علیؑ ابن ابی طالبؑ نے اس کا یہ رجز سنا اور فوراً مقابل پہنچ کر جواب دیا:

علیؑ نے جواب دیا۔ اس کی قسم جس نے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ میں تیرے مقابلہ سے اس وقت تک نہیں ہٹوں گا جب تک تجھے اپنی تلوار سے دوزخ میں نہ پہنچالوں یا تو مجھے اپنی تلوار سے جنت میں نہ پہنچا دے۔ (طبری ص ۱۳۹۶ ابن ہشام ص ۸۱)

علیؑ نے آگے بڑھ کر طلحہ کے سر پر وہ ضرب شمشیر لگائی جو طلحہ کے مغزِ سر تک اتر گئی۔ علیؑ نے با آواز بلند تکبیر کہی اور رسول خداؐ نے بھی لشکر اسلام کے ساتھ نعرۂ تکبیر کہا۔ میدان احد نعرہ تکبیر سے گونج اٹھا اور پورے لشکرِ قریش پر اس پہلے علمدارِ قریش طلحہ کے قتل سے خوف و ہراس طاری ہو گیا۔

لشکرِ قریش کے اولین علمبر دار آزمودہ کار جنگجو طلحہ کے مقابل علیؑ کو علمبر دار لشکر اسلام کی حیثیت سے بھیجنا پیغمبر اسلامؐ کی نہایت اعلیٰ درجے کی حکمتِ عملی تھی جس نے لشکرِ اسلام کا رعب و جلال قریش اور پورے عرب پر طاری کر دیا۔

طلحہ کے بعد ابوسعید بن ابی طلحہ قریش کا جھنڈا اٹھا کر پورے جوشِ انتقام میں علیؑ کے مقابل آیا۔ مگر علیؑ کے ہاتھ سے وہ بھی مارا گیا۔ اس کے بعد مسافع ابن طلحہ مقابل

آیا، عاصم نے تیر سے اس کو ہلاک کر دیا۔ اور پھر حرث ابن طلحہ کو بھی عاصم نے قتل کیا۔ پھر حلامن بن طلحہ مقابل ہوا، وہ طلحہ بن عبداللہ کے ہاتھوں مارا گیا۔ علمبر دارانِ قریش کے خاتمہ کے بعد ایک غلام حبشی سواب آیا وہ بھی علیؑ کے ہاتھوں قتل ہوا۔

جب علمبر داران فوج قریش کے قتل نے ان کے حوصلے پست کر دیئے تو ابوسفیان سراسیمہ ہوا اور اس کی زوجہ ہند بنت عتبہ نے دف بجا کر رجز خوانی کی اور کفار کو جوش دلایا۔ مگر یہ سب بیکار ثابت ہوا میدان جنگ کا نقشہ تاریخ طبری کے الفاظ میں دیکھئے۔

تاریخ طبری ص ۱۴۰۰ کے الفاظ ہیں:

ابو دجانہؓ نے قتال شروع کیا اور وہ لوگوں میں دھنس گئے۔ حمزہؓ اور علیؑ مع جمعیت اسلام کے صفوں میں گھس گئے۔ خدا نے ان کی نصرت کی۔ اور فتح کی شکل نمودار ہو گئی۔ ان لوگوں نے کفار کو اپنی تلواروں سے کاٹ ڈالا۔ ان کی صفوں کو توڑ کر میدان صاف کر دیا۔ اس میں شک نہیں کہ یہ کفار کی کھلی ہوئی شکست تھی۔

حضرت علیؑ کی شجاعت اور وفاداری

تاریخ طبری مطبوعہ جرمن ص ۱۴۰۲ ترجمہ کی اصل عبارت:

ابو رافع اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ جب علیؑ ابن ابی طالبؑ نے قریش کے علمبر داروں کو قتل کیا تو آنحضرت صلعم نے مشرکین کی ایک جماعت کو اپنی طرف آتے دیکھا علیؑ سے فرمایا کہ ان پر حملہ کرو۔ علیؑ نے ان پر حملہ کر کے ان کو متفرق کر دیا اور ان میں سے عبداللہ بن عمر جہمی کو قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد پھر رسول خداؐ نے دوسری جماعت مشرکین کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو حکم دیا: اے علیؑ ان پر حملہ

کرو۔علیؑ نے ان پر حملہ کیا تو ان کو بھی متفرق کر دیا: اور ان میں سے شیبہ بن مالک کو جو نبی عامر سے تھا قتل کر ڈالا۔ یہ دیکھ کر جبرئیلؑ نے خدمت رسول میں عرض کی:

یارسول اللہؐ! یہ تو محبت و رفاقت کی انتہا ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: کہ وہ (علیؑ) مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ جبرئیلؑ نے عرض کیا: میں آپ دونوں سے ہوں۔ اس کے بعد آواز غیب آئی کہ ذوالفقار سی کوئی تلوار نہیں ہے اور علیؑ سا کوئی بہادر اور جواں مرد نہیں ہے۔

جب پیغمبر اسلامؐ کے زخموں کی مرہم پٹی ہو چکی اور علیؑ نے شمعِ نبوت کا پروانہ بن کر دشمنوں سے رسولؐ کو بچا لیا اور لشکر قریش نے دیکھا کہ بخلاف ان کے خیال کے محمدؐ زندہ ہیں اور علیؑ بھی حملہ آور ہیں تو ان پر کچھ ایسا رعب چھایا کہ وہ واپس ہونے لگے۔ جب وہ لوگ کچھ دور نکل گئے تو پیغمبر اسلام نے علیؑ کو حکم دیا کہ وہ ان کا تعاقب کریں۔

اس کے تفصیلی الفاظ تاریخ سے ملاحظہ فرمائیے:

تاریخ طبری ص ۱۴۱۹۔ ترجمہ اصل عبارت:۔

جناب رسولِ خدا صلعم نے علیؑ کو بلا کر حکم دیا کہ فوجِ کفار کے پیچھے جا کر ان کی نقل و حرکت کو معلوم کرو اور یہ معلوم کرو کہ ان کا کیا ارادہ ہے؟۔ اگر وہ اونٹوں پر سوار ہوتے ہیں تو سمجھ لینا کہ مکہ کی طرف جاتے ہیں اور اگر گھوڑوں پر سوار ہوتے ہوں اور اونٹوں کو خالی چھوڑتے ہوں تو سمجھ لینا کہ مدینہ کا قصد رکھتے ہیں تو پھر ہم لوگوں کو بھی کوچ کر کے ان کے مقابل ہونا ہوگا۔

علیؑ فرماتے ہیں کہ ہم ان کی لشکر گاہ میں پہنچے اور دیکھا وہ گھوڑوں کو چھوڑ کر اونٹوں پر سوار ہو رہے ہیں اور مکہ کو جا رہے ہیں۔

علیؑ باوجودیکہ زخموں سے چور تھے مگر حکمِ پیغمبر پر سمعاً وطاعتاً کہتے ہوئے روانہ ہو گئے۔ علیؑ شجاعانہ انداز میں بڑھتے چلے جا رہے تھے کہ ابوسفیان کی نظر علیؑ پر پڑ

گئی۔ (حیات القلوب جلد دوم)

ابوسفیان نے آواز دے کر دریافت کیا:۔

''اے علیؑ تم ہم سے کیا چاہتے ہو۔ ہم مکہ واپس جا رہے ہیں تم بھی اپنے یار کے پاس واپس جاؤ۔''

اس نازک موقع پر کہ لشکرِ اسلام کو شکست ہو چکی تھی اور علیؑ جیسا جانباز زخمی ہو چکا تھا۔ پیغمبر اسلام کا علیؑ کو پھر لشکرِ قریش کے تعاقب میں حکم دینا انتہائی حکمتِ عملی پر مبنی تھا۔ علیؑ کا شمشیر برہنہ کے ساتھ تعاقب میں جانا ابوسفیان کے دل پر وجہ خوف و ہراس بن گیا اور لشکر قریش پر لشکر اسلام کے رعب کا باعث بن گیا۔

جیسے ہی ابوسفیان نے علیؑ کو اپنے تعاقب میں دیکھا تو اس کو خیال ہوا کہ اسلام کی تازہ دم فوج پھر حملہ کے لئے آ گئی اور علیؑ اس کی علمداری کر رہے ہیں تب وہ لوگ بہت تیزی سے مکہ کی طرف چل دیئے اور خدا نے بمصداق آیت سنلقی قلوب الذین کفروا الرعب بما اشرکوا باللہ۔ الخ۔ عنقریب کافروں کے دلوں میں ہم رعب و خوف ڈال دیں گے۔ کیونکہ وہ خدا کا شریک قرار دیتے ہیں۔ کفار قریش پر ایسا رعب طاری ہو گیا کہ ان کو بھاگنا پڑا۔

حضرت حمزہؓ کا غم منانا سنتِ رسولؐ

ناسخ التواریخ ص ۱۷۰:

ترجمہ: جب رسول خداؐ خواب سے بیدار ہوئے تو دریافت فرمایا کہ یہ نالہ وفغاں کیسی ہے۔ جب صورت حال کو معلوم کر لیا کہ سب شہدائے احد امیر حمزہؓ کو رو رہے ہیں اور ان کا ماتم کر رہے ہیں۔ تو آپ نے یہ دعا دی:۔

خدا راضی ہو ان عورتوں سے اور ان کی اولاد سے۔ چنانچہ انصار کی عورتوں میں یہ دستور ہو گیا کہ اب تک جب ان پر کوئی مصیبت پڑتی ہے۔ تو وہ پہلے حمزہؓ پر گریہ کرتی ہیں۔ اس کے بعد اپنے اہل و اقرباء پر۔ (ناسخ التواریخ)

ترجمہ: ''اگر تم کو زخم لگا تو دشمنوں کو بھی تو تمہاری مانند بدر میں زخم پہنچے ہم لوگوں کو کبھی خوشی دیتے ہیں اور کبھی غم۔'' (القران)

ترجمہ: '' کافروں کی طلب و تلاش میں سستی نہ کرو! اگر تم زخم کھائے ہوئے ہو تو کافر بھی زخم کھائے ہوئے ہیں۔ حالانکہ تم خدا سے اجر و ثواب کی امید رکھتے ہو اور ان کو یہ امید نہیں ہے۔''

عبداللہ ابن ابی منافق سردار سے رسول خدا کا طرز عمل

منافقوں کا سردار ابن ابی نے کہا تھا کہ جب ہم لوٹ کر مدینہ پہنچیں گے تو عزت دار ذلیل کو نکال باہر کریں گے۔ اس جملے میں اس نے اپنے لیے عزت دار کا لفظ اور رسولؐ کے لیے نازیبا لفظ استعمال کیا تھا۔ جس کی اطلاع اس کے بیٹے کو ملی تو وہ اسے قتل کرنے پر آمادہ ہوا لیکن رسول اللہؐ نے رحم فرمایا اور اسے سزا نہ دی۔ اب جب عبداللہ ابن ابی نے دیکھا کہ باپ کی گردن قتل سے بچ گئی تو اس نے چند شعر کہے اور ان میں اس نے کہا کہ عمر ابن خطاب نے رسول خداؐ کو مشورہ دے ہی دیا تھا کہ میرے باپ کو قتل کر دیا جائے۔ مگر میں نے خود رسول سے عرض کیا کہ اگر آپ کے خیال میں میرے باپ کا قتل ہونا ہی ضروری ہے تو میں خود قوی انسان ہوں۔ آپؐ کے حکم سے اپنے باپ کو قتل کر سکتا ہوں۔

اس کے بعد جب لشکرِ اسلام منزل حقیقی کے قریب پہنچا جو مدینہ سے قریب تھی تو عبداللہ ابن عبداللہ ابن ابی وہاں کھڑا رہا اور لشکریوں میں اپنے باپ کی تلاش کرتا

رہا۔ جب اس نے باپ کو سامنے آتے ہوئے دیکھا تو اس نے اس کے اونٹ کی مہار پکڑ لی اور بزور ناقہ کو بٹھا دیا اور خدا کی قسم کھا کر باپ سے کہا کہ جب تک رسول خدا اجازت نہ دیں گے تجھ کو مدینہ میں داخل نہ ہونے دوں گا۔ تا کہ تجھ کو یہ معلوم ہو جائے کہ سب سے زیادہ معزز رسول خدا ہیں اور سب سے زیادہ ذلیل تو ہے۔ لوگ یہ دیکھ رہے تھے اور گزر رہے تھے۔ ابن ابی منافقوں کا سردار اپنے لڑکے سے کہہ رہا تھا کہ:

''بیشک میں بچوں سے بھی زیادہ ذلیل ہوں اور بیشک میں عورتوں سے بھی زیادہ ذلیل ہوں۔''

اسی اثناء میں پیغمبر اسلامؐ کی سواری قریب پہنچ گئی۔ تو رسول خداؐ نے یہ ماجرا دیکھا تو فرمایا:۔

''اے عبداللہ باپ کو چھوڑ دو اور اس کے ساتھ نیکی سے پیش آؤ اور اس کو مدینہ میں داخل ہونے دو۔'' (کس قدر عظیم اخلاق اور برداشت ہے۔ سبحان اللہ)

جنگ خندق دفاعی جنگ تھی

واقعہ یہ ہوا کہ خندق ابھی پوری طرح تیار نہیں ہوئی تھی کہ دشمن کی فوج نے گھیراؤ کر لیا بعض کمزور دل اصحاب و کم طاقت افراد کے حصہ کی کھدائی میں کمی رہ گئی تھی۔ رسول خداؐ سخت سردی اور تاریکیِ شب میں اس مقام کا پہرہ خود دیتے تھے اور یہ سعی فرماتے تھے کہ اس تنگ خندق سے کوئی دشمن اندر نہ آجائے۔ لیکن جب فوجیں مقابلہ پر آگئیں تو دشمن کو موقع مل گیا اور بہادرِ عرب عمرو ابن عبدود نے اس خندق کو تنگ دیکھ کر گھوڑے کو مہمیز کر دیا اور آن کی آن میں خندق کو پار کر کے لشکر اسلام کے بالمقابل آگیا اور رجز خوانی شروع کر دی۔ مسلمانوں پر ہیبت طاری

ہوگئی اور سب کے دل خوف و ہراس سے کانپنے لگے۔ تاریخ کے الفاظ یہ ہیں:

گویا مسلمانوں کے سروں پر طائر بیٹھ گئے تھے کہ وہ حرکت بھی نہیں کرتے تھے۔ جب پیغمبر اسلامؐ نے اہل اسلام کی بے حسی دیکھی تو ان کو للکارا اور فرمایا: یہ خوف اور سستی کیوں ہے؟ کیوں اس کے مقابل نہیں ہوتے؟ عمر ابن خطاب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ عمر ابن عبدود ہے۔ تنہا ہزار کا مقابلہ کرتا ہے اس نازک موقعہ پر لشکر اسلام کے سامنے یہ الفاظ اور بھی غضب ڈھا گئے اور مسلمانوں کی رہی سہی ہمت بھی ختم ہوگئی۔ اس واقعہ کو تاریخ روضۃ الصفا میں پیش کرتا ہوں:

تاریخ روضۃ الصفا کی عبارت کا ترجمہ

جب عمر ابن عبدود نے جنگ خندق میں ادھر آ کر اپنا مقابل لشکر اسلام سے طلب کیا تو پیغمبر اسلام کے یار اس سے جنگ کرنے میں تساہل برتنے لگے۔

حضرت رسول خداؐ نے فرمایا کہ تمہارے تساہل اور سستی کا کیا سبب ہے؟

عمر ابن خطاب نے اہل اسلام کی جانب سے نمائندگی کرتے ہوئے اور عذر چاہتے ہوئے کہا کہ یا رسول اللہؐ ایک مرتبہ میں جماعت قریس کے ہمراہ جس میں عمرو ابن عبدود بھی موجود تھا۔ کثیر و وافر مال تجارت لے کر ملک شام جا رہا تھا یکا یک ایک ہزار ڈاکوں نے ہم کو گھیر لیا۔ اہل قافلہ اپنے مال بلکہ اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو چکے اور مایوس ہو گئے۔ مگر عمر ابن عبدود نے جب یہ حال دیکھا تو اپنی تلوار نیام سے کھینچ لی اور اونٹ کے ایک بچہ کو اٹھا کر سپر بنالی اور مثل شیر نر ڈاکوں پر حملہ کر دیا اور وہ ہزار ڈاکو اس کے حملہ سے بھاگ گئے اور قافلہ سلامتی سے گزر گیا۔ (تاریخ روضۃ الصفاء)

جناب علیؑ کی شجاعت

جب پیغمبر اسلامؐ نے خود ہی لشکر اسلام کی کم ہمتی اور پست حوصلگی کو دیکھا تو ارشاد فرمایا: ''اے مسلمانو! تم میں سے کوئی عمرو کا جواب دینے کو کیوں نہیں بڑھتا؟ خدا نے اپنے دین اور اپنے نبی کی فتح کا وعدہ فرمالیا ہے۔ وہ کبھی دین اسلام کو مٹنے نہیں دے گا۔ کون ہے جو عمر ابن عدود کا جواب دے''؟

یہ الفاظ ایسے پر تاثیر تھے کہ ۲۵ سال کا ایک نوجوان کھڑا ہوگیا اور اس نے دست بستہ عرض کی:

یا رسول اللہ انا ابارزہ۔ اے خدا کے رسول مجھ کو اجازت دیجئے میں اس کا مقابلہ کروں گا۔

پیغمبر اسلام نے علیؑ ابن ابی طالب کے ان شجاعانہ الفاظ کو سنا اور پھر لشکر اسلام کو للکارا:

''اے مسلمانو! کیوں نہیں بڑھتے''؟

کسی نے جواب نہیں دیا۔ پھر علیؑ کھڑے ہو گئے اور عرض کیا:۔

''یا رسول اللہ انا ابارزہ۔'' (یا رسول اللہؐ میں اس سے لڑوں گا۔)

پیغمبر اسلامؐ نے پھر سنا اور چپ ہو گئے۔ اور لشکر اسلام سے کہا:۔

''اے مسلمانو! تم کو کیا ہوگیا ہے بڑھو حملہ کرو! تم میں کوئی ایسا ہے جو اس دشمن کے شر سے محفوظ کرے۔''

ادھر سے عمر ابن عبدود کی پھر آواز آئی۔ عمر ابن عبدود نے با آواز بلند مسلمانوں کو للکارا اور کہا:

اے لوگو! تم کو یہ گمان ہے کہ تمہارے مقتول جنت میں جائیں گے اور ہم مین سے جو قتل ہوں گے وہ جہنم میں جھونکے جائیں گے۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو دوست نہیں رکھتا ہے کہ سفر بہشت کرے یا اپنے دشمن کو جہنم میں بھیجے۔

عمر ابن عبدوو نے یہ الفاظ کہہ کر اپنے گھوڑے کو دوڑایا اور رجز کے اشعار پڑھے اور اس کے بعد اہل اسلام کو طعنے دینا شروع کر دیئے۔ آخر پھر علیؑ ابن ابو طالب نے رسول خداؐ سے درخواست کی اور عرض کیا کہ:

''یارسول اللہؐ اب تو اجازت دیجئے کہ میں اس دشمن خدا کا مقابلہ کروں۔''

اس وقت پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا:

''ادن یا علیؑ'' اے علیؑ میرے قریب آؤ۔

آپؐ نے اپنا عمامہ علیؑ کے سر پر رکھا اپنی تلوار ذوالفقار علیؑ کی کمر میں باندھی اور بارگاہِ الٰہی میں ہاتھ اٹھا کر یوں دعا فرمائی:

اے خدا علیؑ کو دشمن پر فتح دے، علیؑ کی حفاظت کر اس کے سامنے سے اور اس کے عقب سے اس کے داہنی جانب سے اس کے بائیں جانب سے اور حفاظت فرما اس کے سر کی جانب سے اور اس کے قدموں کے نیچے کی جانب سے اور نہ چھوڑ مجھ کو اکیلا اے خدا تو بہتر وارث و مالک ہے۔

پیغمبر اسلامؐ کی حکمتِ نظری کا نمونہ دیکھنا ہو تو جنگ خندق کے ان حالات پر غور کیجئے۔

لشکرِ کفار کا غلبہ، لشکر اسلام کی بے حسی و بزدلی۔ اور پیغمبر اسلام کا بار بار لشکر اسلام کے سوتے ہوئے احساساتِ بشری و جذبات کو جھنجھوڑنا۔ اس پر وہ اطمینان کہ علیؑ کا بار

بار اذنِ جہاد مانگنا اور پیغمبر اسلام کا ان کو بار بار روکنا۔ گویا پیغمبر اسلامؐ حکمتِ نظری سے دیکھ رہے تھے کہ تعجیل کی کیا ضرورت ہے؟ فتح ہماری ہی ہوگی۔ قبل از وقت نوعیت واقعہ کو سمجھ لینا اور اس کے مطابق اس طرح عمل کرنا کلّی کامیابی اور حکمتِ نظری کہلاتی ہے۔ اور حکمتِ عملی یہ تھی کہ ہر بار علیؑ کا اجازتِ جہاد طلب کرنا اور ہر بار رسول کا ان کو روک دینا گویا جوشِ شجاعت کو دوگنا بلکہ سوگنا کرنا تھا۔ اور ان کو مقابل کی اہمیت کا احساس کرانا تھا تاکہ علیؑ کا ہر وار اور ہر تدبیر اہم ترین ہو سکے۔

وہی ہوا کہ عمر ابن عبدود سے کئی گھنٹے جنگ جاری رہی اور علیؑ کا سر زخمی بھی ہوگیا۔ مگر چونکہ رسول ان کے قوائے جسمانی کے علاوہ قوائے عقلی کو بھی بار بار دعوت عمل دے کر اس کی اہمیت جتا چکے تھے اس لئے اپنا عقلی وار آخر میں استعمال کیا اور جب دیکھا کہ دشمن زیر نہیں ہوتا ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ اے عمرو مجھ میں اور تجھ میں یہ معاہدہ ہو چکا ہے کہ ہماری جنگ میں تیسرا مدد نہیں کرے گا۔ اس نے کہا: وہ کون ہے علیؑ نے کہا وہ تیرا بھائی ہے جو تیرے پیچھے سے آرہا ہے۔ اس نے مڑ کر پیچھے دیکھا۔ اور علیؑ نے اللہ اکبر کہہ کر وہ وار کیا کہ اس کے دو ٹکڑے کر دیئے اور اس کا سر کاٹ کر رسولؐ کے قدموں میں ڈال دیا۔

بیشک علیؑ نے دین اسلام کو ہمیشہ کے لئے مٹنے سے بچا لیا اور بہت بڑا احسان کیا۔ مگر علیؑ کا معاملہ مجسم خلق سے تھا۔ پیغمبر اسلامؐ نے فوراً ہی علیؑ کو اس خدمت کا صلہ ان الفاظ میں دیا:

''خندق کے دن علیؑ کی جنگ افضل و برتر ہے میری امت کے اعمال سے جو وہ قیامت تک کریں گے۔'' (قول رسولؐ)

جناب رسول خداؐ کی امن پسندی
بادشاہوں کو خطوط، دفاعی جنگیں، یہودیوں کے ساتھ
اچھا سلوک بت شکنی اور مباہلہ

صلح حدیبیہ کی شرائط اور حکمتِ رسولؐ کی اعلیٰ مثال

شرائط صلح نامہ میں پہلی شرط یہ تھی کہ اہل مکہ اور اہلِ اسلام میں دس سال تک جنگ نہ ہوگی اور ایک دوسرے سے برسرپیکار نہ ہوگا۔ اور ہر فرد کی جان و مال کو ضرر نہ پہنچایا جائے گا۔

اس شرط سے اہل اسلام کفار کے ہر سال کے پے در پے حملوں سے محفوظ ہو گئے، کفار قریش اہل اسلام کو فنا کر دینے اور مذہب اسلام کی بیخ کنی کر دینے سے باز رہے اور انہوں نے اسلام کی دشمنی کی سازشوں اور کوششوں کو ترک کر دیا۔ گویا ایک اہم کامیابی ہوگئی۔ اب اہلِ اسلام کو اپنی تبلیغ کے مواقع ہاتھ آگئے اور وہ قبائل عرب میں منتشر ہو کر اشاعتِ اسلام کے لئے مستعد اور آمادہ ہو گئے۔ اور اندرون مدینہ رہ کر بھی اپنی اقتصادی حالت کو درست کر سکے۔

دوسری شرط یہ ہوئی کہ اہل قریش کا کوئی آدمی اگر اپنے ولی کی بغیر اجازت، پیغمبر اسلام کے پاس چلا آئے گا تو اس کو واپس کرنا ہوگا اور محمدؐ کا آدمی (مسلمان) اگر اہل مکہ میں آجائے تو محمدؐ اس کو واپس نہیں لے سکتے۔

مورخین و محدثین اسلام نے اسی شرط کو کمزور شرط سمجھا ہے اور اس کی تاویلات لا یعنی کی ہیں اگر میں ان کو نقل کروں اور اس پر اپنی رائے کا اظہار کروں تو لاحاصل طول ہو جائے گا۔ لہٰذا صرف مطلب کی بات عرض کرتا ہوں۔

درحقیقت یہی وہ شرط ہے جس نے مقصد پیغمبر اسلامؐ کو پورا کر دیا۔ اور اسی شرط کے پورا ہو جانے اور تحریر میں آجانے کے بعد پیغمبر اسلام نے واپسی ہی

کو اپنی کامیابی اور فتح تصور کیا۔ اب آپ نظر غائر خود غور فرمائیے کہ اگر قریش کا کوئی آدمی اپنے ولی (سرپرست) کی بغیر اجازت پیغمبر اسلامؐ کے پاس آجائے تو اس کو واپس کرنا لازمی ہوگا۔ اب اس آنے والے کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ اول تو یہ کہ وہ دل سے مسلمان ہو کر اور حقیقت اسلام کو سمجھ کر خدمت رسولؐ میں آیا ہے۔ اگر ایسا ہے تو واپسی کے بعد وہ ملک کفار میں اسلام کا آدمی ہوگا۔ وہ کار تبلیغ اور خبر رسانی حالات سے کفار سے غافل نہیں رہ سکتا۔ خود تبلیغ اصول بھی خفیہ طور پر کرتا رہے گا۔ اور کفار کی ہر سازش سے پیغمبر اسلامؐ کو آگاہ بھی کرتا رہے گا۔ فہو المراد۔

روضۃ الصفا جلد دوم ص ۱۲۵ مطبوعہ یمن

آیت انا فتحنالك فتح مبینا کی تفسیر میں کہا ہے کہ مراد فتح مبین سے صلح حدیبیہ ہے۔ کیونکہ یہ فتح بہت سی فتوحات کا پیش خیمہ تھی اور اس صلح کے بعد سے جو مسلمان اپنے ایمان کو مکہ میں پوشیدہ رکھتے تھے، آزاد ہو گئے۔ اور مشرکوں سے مناظرہ و مباحثہ کھلم کھلا کرنے لگے، ان پر آیات قرآن پڑھ کر سناتے اور اس طریقہ سے بہت سے مشرک مسلمان ہو گئے۔ بہ سلوک طریق ہدایت فائز گشتند۔

واقعات تاریخی و نیز سند آیت قرآنی نے ثابت کر دیا کہ صلح حدیبیہ جو بظاہر کمزور شرائط پر کی گئی تھی، وہ حقیقی معنی میں فتح مبین تھی اور اس کامیابی پر خدا نے پیغمبر اسلامؐ کو فتح مبین حاصل ہونے کی خوشخبری دی ہے۔ کیونکہ یہ حکمت نبوی کا اعلیٰ نمونہ تھی۔ میں اس جگہ اس واقعہ کی ضمنی حکمتوں کو بیان کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔

جناب رسولخداؐ کی حکمت و دانشمندی

تاریخ طبری ص ۱۵۵۰ حوالہ اسوۃ الرسول جلد سوم ص ۲۱:۔

جب صلح نامہ کی تحریر سے فراغت ہو چکی تو پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: سب کھڑے ہو جاؤ اپنی اپنی قربانیاں نحر کرو اور سر منڈاؤ۔ راوی کا بیان ہے کہ مسلمانوں میں سب ایک بھی کھڑا نہ ہوا حتیٰ کہ رسول خداؐ نے تین بار حکم دیا۔ لیکن پھر بھی تعمیل حکم نہ کی۔ یہ دیکھ کر رسول خداؐ ام سلمہؓ کے خیمہ میں چلے گئے اور یہ واقعہ بیان کیا۔ ام سلمہؓ نے کہا: یا نبی اللہ! اگر آپ اس مر کو دوست رکھتے ہیں تو آپ (کسی کی پرواہ کیے بغیر) گھر سے باہر جائیے۔ کسی سے بات تک نہ کیجئے یہاں تک کہ اپنی قربانی کے اونٹ کو نحر کیجئے سر منڈوائیے۔ یہ سن کر رسول خداؐ باہر گئے۔ قربانی کے اونٹ کو نحر کیا، سر منڈوایا اور کسی سے بات نہ کی۔ جب مسلمانوں نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی اپنی قربانیاں کیں اور سر منڈائے درالحالیکہ ان کی حالت غصہ و غم سے یہ تھی کہ ایک کو ایک قتل کر دے۔

مگر حکمت نبوی اور تدبر محمدؐ نے بگڑے ہوئے کام کو بنا لیا۔ آپؐ نے تن تنہا قربانی کی، اپنا سر منڈایا، ارکان عمرہ پورے کیے۔ اس فعل رسولؐ کا اثر یہ پیدا ہوا کہ اہل لشکر نے بھی بادل نخواستہ ارکان عمرہ ادا کئے۔ اسی واقعہ کا نتیجہ تھا کہ پیغمبر اسلامؐ نے فتح مکہ کے روز عمر ابن خطاب کو اپنے پاس طلب کیا اور فرمایا:

(روضۃ الصفا حوالہ بالا نمبر ۲)

اور جب سال فتح مکہ میں خانہ کعبہ کی کنجی پیغمبر اسلامؐ کے ہاتھ میں آگئی

تو آپ نے عمر کو بلایا اور فرمایا: اے عمر یہ وہ چیز ہے جس کے بارے میں میں تم سے کہہ چکا تھا۔

گویا پیغمبرِ اسلامؐ نے برمحل اور موقع پر عمر ابن خطاب کو جتایا کہ دیکھو میں صادق ہوں جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کر دکھایا۔ اور میرے معاملات میں شک کرنا کسی وقت بھی کسی کو مناسب نہیں۔

پیغمبرِ اسلامؐ کا پہلا خط

ہرقل قیصر روم کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من محمد رسول اللہ الی ھرقل عظیم الروم

یہ خط محمدؐ رسول خداؐ کی جانب سے ہرقل بادشاہ کی طرف لکھا گیا ہے۔

سلام ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ امابعد میں تم کو اسلام لانے کی دعوت دیتا ہوں۔ اگر تم نے اسلام قبول کرلیا تو تمہارا رب تم کو دو بڑے ثواب عطا فرمائے گا۔ ایک تو عیسیٰؑ کی پیروی کرنے کی وجہ سے اور دوسرا ثواب میری اطاعت کرنے کے باعث۔ ورنہ گناہ تمام باشندگانِ ملک کا تمہاری گردن پر ہوگا۔

اے اہلِ کتاب بجز خدائے واحد کے کسی کی عبادت نہ کرو اور خدا کا شریک کسی شے کو نہ بناؤ بجز خدا کے کسی کو پالنے والا نہ ماننا چاہئے اور اگر تم مانو تو کہو اور گواہی دو کہ ہم مسلمان ہیں۔

ناسخ التواریخ ص ۲۷۵ جلد اول۔

پیغمبر اسلامؐ کا دوسرا خط

خسرو پرویز بادشاہِ ایران کے نام!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ترجمہ:۔ محمد رسول خداؐ کی طرف سے کسریٰ شاہ فارس کے نام

سلامتی ہے اس شخص کے لئے جو ہدایت کا پیرو ہوا اور خدا اور پیغمبر خدا پر ایمان لائے اور یہ گواہی دے کہ خدا صرف ایک خدا ہے اور یہ کہ خدا نے مجھے تمام لوگوں کا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے، تاکہ وہ ہر زندہ شخص کو خدا سے ڈرائے۔ تو جو اسلام قبول کرتو سلامت رہے گا۔ ورنہ مجوسیوں کا گناہ تیری گردن پر رہے گا۔

پیغمبر اسلامؐ کا تیسرا خط

مقوقس عزیزِ مصر کے نام!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ خط محمد بن عبداللہ اور خدا کے رسول کی جانب سے ہے مقوقس شاہ روم کے نام۔

سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اس کے بعد میں تم کو دعوت دیتا ہوں اسلام لانے کی۔ اگر تم نے اسلام قبول کیا تو اللہ تم کو دوہرا اجر دے گا۔ اور اگر تم نے انکار کیا تو تم پر گناہ ہے قبط کا۔ اے اہلِ کتاب میں تم کو بلاتا ہوں ایسے کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے کہ خدائے واحد

کے علاوہ کسی کی پرستش، غلامی یا عبادت نہ کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ بناؤ اور کسی کو اپنا رب (پالنے والا مالک) نہ بناؤ بجز خدائے یکتا کے۔ پس اگر تم قبول کرو تو کہو اور گواہی دو کہ ہم مسلمان یعنی خدا کی اطاعت کرنے والے ہیں۔

پیغمبر اسلامؐ کا چوتھا خط

نجاشی شاہِ حبشہ کے نام!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد رسول اللہؐ کی طرف سے نجاشی اضجم بادشاہ کے نام۔

تجھے سلامتی ہو۔ سن پہلے اللہ کی طرف سے اور اپنی طرف سے اللہ کی تعریف کرتا ہوں۔ جو مالک ہے قدوس ہر عیب سے پاک، امن دینے والا۔ مومن ہے اور مہیمن (سب پر حاوی اور سب کا سرپرست) ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ ابن مریم خدا کی روح اور خدا کا کلمہ ہیں جو مریمؑ دوشیزہ طیبہ اور عفیفہ کی جانب بھیجی گئی اور ان کو عیسیٰ کا حمل (خدا کے حکم سے) رہ گیا۔ خدا نے عیسیٰؑ کو اپنی روح اور نفخ سے اسی طرح پیدا کیا جیسا کہ آدمؑ کو اپنے ہاتھ اور نفخ (پھونک) سے پیدا کیا۔ اب میری دعوت اور تعلیم یہ ہے کہ تم خدا پر جو یکتا اور بالکل لا شریک ہے ایمان لے آؤ اور اسی کی اطاعت میں ہمیشہ رہا کرو اور میری اتباع کرو اور میری تعلیم کا سچے دل سے اقرار کرو کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ میں قبل ازیں اپنے چچازاد جعفر کو مسلمانوں کی ایک جماعت کے ہمراہ بھیج چکا ہوں۔ تم اسے بآرام ٹھہرانا۔ تکبر چھوڑ دو۔ میں تم کو اور تمہارے اہلِ دربار کو خدا کی طرف بلاتا ہوں۔ دیکھو میں نے اللہ کا حکم پہنچا دیا

اور تمہیں بخوبی سمجھا دیا۔ اب مناسب ہے کہ میری نصیحت مان لو۔ سلام ہو اس پر جو سیدھی راہ چلتا ہے۔

جواب خط منجاب نجاشی شاہِ حبشہ!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد رسول اللہؐ کی خدمت میں نجاشی الاضحم بن البحر کی طرف سے

اے پیغمبر آپ پر اللہ کی سلامتی و رحمت و برکت ہو۔ اس خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے جس نے مجھے اسلام کی ہدایت فرمائی۔ اب عرض یہ ہے کہ حضور کا فرمان میرے پاس پہنچا۔ عیسیٰؑ کے متعلق جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا ہے، خدائے آسمان و زمین کی قسم وہ اس سے ذرہ بھر بڑھ کر نہیں ہیں۔ ان کی حیثیت اتنی ہی ہے جتنی آپ نے تحریر فرمائی ہے۔ میں نے آپ کی تعلیم سیکھ لی اور آپ کے چچا زاد اور دیگر مسلمان میرے پاس بہ آرام ہیں۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ سچے ہیں۔ سچوں کی سچائی ظاہر کرنے والے ہیں۔ میں آپ سے بیعت کرتا ہوں۔ میں نے آپ کے ابن عم کے ہاتھ پر بیعت کی اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا اقرار کر لیا ہے۔

اور میں حضور کی خدمت میں اپنے فرزند ارجمند کو روانہ کرتا ہوں۔ میں تو اپنے نفس کا مالک ہوں اگر حضور کا منشا یہ ہو کہ میں خود حاضر خدمت ہو جاؤں تو میں ضرور حاضرِ خدمت ہوں گا۔ کیونکہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں وہ سب سچ ہے۔ آپ پر یا رسول اللہؐ میرا سلام ہو۔

غزوۂ خیبر

سیرت النبی از شبلی نعمانی۔

یہودی سردار اسیر نے قبائل یہود کو جمع کر کے تقریر کی اور کہا کہ میرے مشیروں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقابلہ کی جو تدبیریں کیں وہ غلط تھیں۔ صحیح تدبیر یہ ہے کہ خود محمد صلعم کے دارالریاست (مدینہ) پر حملہ کیا جائے اور میں یہی طریقہ اختیار کروں گا۔ اس غرض سے اسیر نے غطفان اور دیگر قبائل میں دورہ کیا اور ایک فوج گراں تیار کی۔

از اسوۃ الرسول ص ۴۵:۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبریں پہنچیں تو آپؐ نے اعتبار نہیں کیا بلکہ عبداللہ بن رواحہ کو بھیجا کہ خود خیبر جا کر اصل واقعہ کی تحقیق کریں۔ چنانچہ وہ چند آدمیوں کو لے کر گئے۔ اور چھپ کر خود اسیر کی زبانی اس کی تدبیریں اور مشورے سن لیے۔ پھر یہ حالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیے۔ آپ نے عبداللہ بن رواحہ کو تیس آدمی دے کر خیبر کو روانہ کیا۔

از تاریخ روضۃ الصفا ص ۱۲۹ جلد ۲:۔

جب پیغمبر اسلام صلح حدیبیہ سے واپس ہوئے تو آپ نے چند روز تو آرام کیا۔ اس کے بعد روساء، امراء مہاجرین و انصار کو حکم دیا کہ لشکر تیار کریں کہ مجھ کو خیبر کی جانب جانا ہے۔ اور فرمایا کوئی شخص ہمارے ساتھ نہ جائے جس کی غرض بجز جہاد کے کچھ اور ہو۔ ایسا اس لئے کہا تھا کہ جس کسی کو مال دنیا کی حرص ہو اور مال غنیمت کا طالب ہو وہ نہ جائے۔

استنباطِ نتائج و حکمت رسولؐ

مذکورہ بالا حوالہ جاتِ تاریخی سے ثابت ہوا کہ خیبر کے یہودیوں کو اپنی طاقت اور بہت سے مضبوط قلعوں کی وجہ سے بہت کچھ غرور تھا۔ اور وہ اب بھی اس بات کے خواہش مند تھے کہ مرکزِ اسلام مدینہ پر حملہ آور ہوں اور اسلام کو تباہ و برباد کر سکیں۔ وہ رفتہ رفتہ اپنی طاقت فراہم کر رہے تھے اور ان کو اس بات کا بھی اطمینان تھا کہ مرکزِ اسلام یعنی مدینہ میں بھی ان کے مددگار اور اسلام کے دشمن موجود ہیں۔ ایسی صورت میں حکومت اسلامی کا تختہ الٹا جا سکتا ہے۔

جناب رسولخداؐ نے دفاعی جنگ فرمائی

واقعات و عبارات تاریخی ظاہر کرتے ہیں کہ خیبر میں متعدد مضبوط قلعے تھے۔ اہل خیبر نے ان قلعوں کو سامان وسلاح و رسد اور افواج سے ہر طرح مسلح کر لیا تھا۔ اور وہ اس وقت کے منتظر تھے کہ جمعیتِ اسلامی میں کمزوری رونما ہو اور اپنی طاقت کو مکمل کر لیں۔ پھر یکبارگی مدینہ پر حملہ آور ہو کر اسلام کو ختم کر دیں۔ اس موقع پر دو ہی صورتیں ممکن تھیں۔ اول تو یہ کہ پیغمبرِ اسلام ان کے حملہ کا انتظار کرتے اور جب وہ مجتمع ہو کر مدینہ پر حملہ کرتے تو اُس کا جواب دیتے۔ نتیجہ جو کچھ بھی ہوتا۔ ظاہر تو یہ ہے کہ اہل مدینہ محصور ہو جاتے اور دبتے کو اور دبایا جاتا ہے۔ لہٰذا تمام دشمنانِ اسلام نواحِ عرب سے جمع ہو جاتے اور یہ سلسلہ جنگ طویل تر ہو جاتا۔ اور اہل اسلام کو نہ معلوم کیا کچھ دیکھنا پڑتا۔ بخلاف اس کے دوسری صورت یہ تھی جو

پیغمبر اسلامؐ نے اختیار کی کہ جب معلوم ہوا کہ اہل خیبر نے حملہ کا ارادہ کیا ہے تو آپ نے بھی صرف پختہ ایمان مسلمانوں کو ہمراہ چلنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا کہ اس جنگ میں میرے ساتھ وہی جائیں جو خدا کی راہ میں بحالت جہاد صرف مرنا چاہتے ہوں اور جن کی غرض مالِ غنیمت ہو وہ میرے ساتھ نہ جائیں۔ اس سے پہلا فائدہ یہ ہوا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر بظاہر جو کمزوری کا اظہار کر دیا تھا، اور قبائل عرب میں اس امر کو ضعفِ اسلام سمجھا جا رہا تھا۔ اس حملہ نے اس نقش کو کفار عرب کے دل سے مٹا دیا اور اب ان کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ صلحِ حدیبیہ کسی مصلحت سے اس طرح کر لی گئی تھی۔ مگر اہل اسلام کافی فوجی طاقت کے مالک ہیں۔۔۔

دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ اہل خیبر جو مدت سے اسلام کے خلاف سامانِ جنگ اور فوج جمع کر رہے تھے اور ان کو اپنی طاقت پر ناز تھا۔ جب ان کو اہل اسلام کے حملہ کی اطلاع ملی تو وہ حواس باختہ ہو گئے اور ان کا وہ طاقت پر گھمنڈ باطل ہو گیا اور ان میں احساس کمتری پیدا ہو گیا۔ گویا یہ اہل اسلام کی پہلی فتح خیبر ہوئی۔

جنابِ رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کل میں اس مرد کو علم دوں گا، خدا جس کے ہاتھ پر خیبر کا قلعہ کی فتح دے گا۔ خدا اور رسولؐ اس سے محبت کرتے ہوں گے۔''
(بخاری شریف)

سہیل بن سعدی کہتا ہے کہ جس شب پیغمبرِ اسلام نے علمِ اسلام کے دینے کا اعلان کیا تو اصحاب میں غلغلہ ہوا کہ دیکھیں کل علم اسلام کس کو عطا ہوتا ہے۔

جماعتِ قریش نے کہا کہ یہ بات تو طے شدہ ہے کہ اس شخص سے مراد علیؑ نہیں ہو سکتے کیونکہ علیؑ کی آنکھوں میں ایسی تکلیفِ شدید ہے کہ وہ اپنے پشت پا کو

بھی نہیں دیکھ سکتے۔ جب علیؑ نے پیغمبر اسلام کے اعلان کے الفاظ کو سنا پھر دعا کی:

''اے خدا جس کو تو عطا کرے اس کا روکنے والا کوئی نہیں ہے اور جس سے تو روک لے اس کو عطا کرنے والا کوئی نہیں ہے۔''

سعد بن وقاص نے کہا کہ میں پیغمبر اسلام کی نگاہوں میں آنے کے لئے گھٹنوں کے بل بیٹھا پھر کھڑا ہو گیا اس امید پر کہ پیغمبر اسلامؐ مجھ کو دیکھ لیں اور علم اسلام مجھ کو عطا ہو جائے۔ عمر ابن خطاب نے کہا کہ مجھ کو امیر لشکر بننے کا کبھی شوق نہیں ہوا مگر اس دن جبکہ پیغمبر اسلام خیمہ سے علم اسلام لے کر باہر آئے اور فرمایا کہ علیؑ کہاں ہیں؟ لوگوں نے ہر جانب سے شور مچایا کہ علیؑ کی آنکھیں اس طرح آشوب کی ہوئی ہیں کہ وہ اپنی پشت پا کو بھی نہیں دیکھ سکتے۔

پیغمبرِ اسلامؐ نے حکم دیا کہ علیؑ کو میرے پاس لاؤ۔ علیؑ کو ہاتھ پکڑ کر لوگ لائے۔ پیغمبر اسلامؐ نے علیؑ کا سر اپنے زانو پر رکھ لیا اور اپنا لعاب دہن آنکھوں پر لگا دیا اور دعا کی کہ اے خدا گرمی و سردی سے علیؑ کو محفوظ رکھ۔ علیؑ کہتے کہ میں نے دعائے پیغمبر اسلام کی برکت سے پھر گرمی و سردی کی تکلیف نہیں پائی۔ جب علیؑ نے آشوبِ چشم سے شفا پائی پیغمبر اسلامؐ نے علیؑ کو علم فوجِ اسلامی عطا کیا اور حکم دیا کہ علیؑ جنگ کو جاؤ اور واپس نہ آؤ جب تک کہ خیبر فتح نہ کر لو۔ علیؑ آگے بڑھ گئے اور پھر وہیں سے آواز دے کر پوچھا یا رسول اللہؐ کس بات پر جنگ کروں؟ پیغمبر اسلام نے حکم دیا اہل خیبر سے جنگ کرو حتیٰ کہ وہ کلمہ شہادت کا اقرار کریں اور جب وہ ایسا کر لیں تو ان کا خون نہ بہایا جائے اور ان کا مال نہ لوٹا جائے وہ ان کا حق ہے اور ان کا حساب بذمہ خدا ہے۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے خود علیؑ کو زرہ پہنائی، ذوالفقار علیؑ کی کمر میں باندھی اور علمِ اسلام عطا کیا۔

اور علیؑ آگے بڑھے اور قلعہ قموص کے پاس جا کر ایک پتھر کی چٹان پر علم اسلام کو نصب کر دیا۔

قلعہِ قموص سے جو پہلا بہادر جنگ کے لئے آیا وہ مرحب کا بھائی حارث تھا۔ اس نے جنگ شروع کی اور مسلمانوں کو شہید کرنا شروع کیا۔ علیؑ نے جب یہ دیکھا تو آپ حارث کی طرف لپکے اور شمشیر کے ایک ہی وار میں اس کو دوزخ میں پہنچا دیا۔

مرحب کو جب بھائی کی موت کی خبر ہوئی تو وہ ایک جماعت بہادروں کی ہمراہ لے کر قلعہ سے نیچے اترا۔ مرحب ایک بہادر جنگ جُو اور بلند قامت موٹا تازہ فربہ جسم انسان تھا۔ اس کے نیزہ کی انی کا وزن تین من تھا۔ شجاعت اور جنگ میں اپنا نظیر نہیں رکھتا تھا۔۔۔ وہ میدان میں آیا رجز پڑھا۔ اہل خیبر جانتے ہیں کہ میں مرحب ہوں۔ لشکر اسلام میں سے کسی کی جرات نہ ہوئی کہ اس کے مقابلہ کو جائے آخر کار شاہ مرداں شیرِ یزدان علیؑ ابن ابی طالب اس کی جانب روانہ ہوئے۔ آپؑ کی زبان پر یہ رجز جاری تھا۔ ''میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے۔''

مرحب نے چاہا کہ علیؑ کے سر پر تلوار لگائے۔ علیؑ نے پیش دستی کر کے ذوالفقار کا بھرپور وار مرحب کے سر پر لگایا کہ علیؑ کی تلوار خود، دستار اور سر سے گزر کر اس کے آنتوں تک پہنچ گئی۔ مورخین نے بیان کیا ہے کہ امیر لشکر علیؑ اور لشکر اسلام نے دشمنوں پر حملہ کر دیا علیؑ کے ہاتھ سے خیبر کے سات روسا اور بہادر قتل ہوئے۔ دشمن کا لشکر بھاگا اور قلعہ قموص کی طرح بڑھنے لگا۔ علیؑ ان کے پیچھے دوڑے اسی اثنا میں کسی شخص نے کوئی چیز علیؑ کے ہاتھ پر ماری کہ علیؑ کے ہاتھ سے سپر چھوٹ کر گر پڑی۔ دوسرا شخص سپر اٹھا کر بھاگا۔ علیؑ کو ان دونوں دشمنوں کی اس گستاخی پر غصہ آگیا اور آپ نے اپنے کو قلعہ قموص کے پاس پہنچایا اور قلعہ کے آہنی دروازہ کو

اکھاڑ کر اپنی سپر بنالیا۔۔۔

جب علیؑ کو جنگ سے فراغت حاصل ہوگئی تو اس دروازہ کو اسی بالشت اپنی پشت کی جانب دور پھینک دیا اور سات مسلمان جو قوتِ جسم کافی رکھتے تھے۔ انہوں نے چاہا کہ دروازہ آہنی کو ایک رخ سے دوسرے رخ پر پلٹ دیں، مگر ممکن نہ ہوسکا۔۔۔ بعض کتب تاریخ میں میں نے دیکھا ہے کہ در خیبر کا وزن چھ سو من تھا۔

جناب رسولخداؐ کا یہودیوں سے اچھا سلوک

محاصرہ خیبر کے دوران پندرہ مسلمان قتل ہوئے اور ۹۳ افراد یہودیوں کے قتل ہوئے۔ اور پیغمبر اسلام نے یہودیوں کا خون معاف کر دیا۔ اور حکم دیا کہ وہ شہر سے باہر چلے جائیں۔ یہودیوں نے پیغمبر اسلام سے بہ تضرع و زاری التماس کیا کہ وہ باغات اور زراعت میں کام کریں گے اور اس کی اجرت لیتے رہیں گے اور معاملات ملکی میں دخل نہ دیں گے۔ پیغمبر اسلام نے ان کی درخواست منظور کرلی اور حکم دیا کہ تمام زرعی زمینوں کو یہودیوں کے سپرد کر دیا جائے اس شرط پر کہ نصف منافع پیداوار بیت المال میں جمع کرتے رہیں اور نصف خود لے لیں۔

فدک کا باغ

از تاریخ ابن ہشام جلد دوم ص ۱۹۰:

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جناب رسول خداؐ نے معاملات خیبر سے فراغت پائی تو خداوند عالم نے اہل فدک کے دلوں میں ایسا رعب پیدا کر دیا کہ

انہوں نے خود نصف حاصل فدک پر مصالحت کرنے کے لئے آنحضرت صلعم کی خدمت میں کہلا بھیجا۔ چنانچہ ان لوگوں کا قاصد حاضر خدمت ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ قیام خیبر ہی کے زمانہ میں قاصد آیا اور بعض کہتے ہیں کہ راستہ میں خدمت رسولؐ میں آیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ مدینہ میں آپ کے داخلہ کے بعد حاضر ہوا۔ بہر حال آنحضرت صلعم نے ان کی درخواست کو قبول کیا۔ پس فدک رسول خداؐ کا خالصہ (خاص تحفہ) قرار پایا۔ کیونکہ اس میں جنگ و جہاد اور سواروں، پیادوں سے کام لینے کی ضرورت نہیں ہوئی۔ (ابن ہشام)

فدک رسول خداؐ کا خاص حصہ قرار پایا اس لئے کہ بغیر لشکر کشی کے حاصل ہوا۔

تاریخ ابوالفدا بحوالہ تاریخ احمدی ص ۶۴ لکھنئو:۔

خیبر ماہ صفر ۷ ھ میں فتح ہوا اور اہلِ خیبر نے پیغمبر صاحب سے اس شرط پر صلح کرنی چاہی کہ ان کو ان کے باغات کے پھل نصف ملا کریں اور آنحضرت صلعم جب چاہیں ان کو مدینہ سے نکال دیں۔ چنانچہ ان کی درخواست منظور کر لی گئی۔ ایسا ہی معاملہ اہل فدک کے ساتھ بھی طے پایا۔ خیبر کی آمدنی مسلمانوں کے لئے تھی۔ اور فدک کی خالص رسول خداؐ کے لئے۔ اس لئے کہ وہ بغیر لشکر کشی کے فتح ہوا تھا۔

از امام جلال الدین سیوطی در تفسیر در منثور:۔

بزاز ابویعلی اور ابن ابی حاتم نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ جب آیہ **واتِ ذالقربی حقّہ** نازل ہوئی تو پیغمبرؐ نے فدک کی جائداد حضرت فاطمہؑ کو عطا کی۔

شیخ علی متقی نے کنز العمال کی کتاب الاخلاق کی فصل صلہ رحم میں لکھا ہے کہ

ابوسعید خدری نے روایت کی ہے کہ جب آیہ "**وآت ذالقربی حقہ**" "یعنی اپنے قریبی رشتہ داروں کا حق ادا کرو" نازل ہوئی تو جناب رسول خداؐ نے حضرت فاطمہؑ سے ارشاد کیا کہ اے فاطمہؑ فدک میں نے تجھ کو دے دیا۔

جناب رسول خداؐ کا
اپنی اولاد کا اور امت کا حق ادا فرمانا
اور آپؐ کی امن پسندی اور مساوات و انصاف و رحم

مال فئے اور خمس رسولخداؐ کی اولاد کے لئے ہے

اوّل فئی دوم خمس:۔ فئی وہ اشیاء اراضی، باغات، اموال ہیں جو کفار سے بغیر جہاد کیے حاصل ہوں۔ان کا پانچواں حصہ خمس ہے۔نیز دیگر ذرائع آمدنی سے بعدِ اخراجِ مصارف جو بچ جائے اس میں خمس ہے۔مذکورہ حوالہ جات تاریخی و قرانی سے ثابت ہوا کہ فدک پیغمبر اسلامؐ کا خاص حصہ تھا۔پیغمبر اسلامؐ نے اپنے خاص حصے کو فاطمہؑ و اولاد فاطمہؑ کو دے دیا۔گویا اپنے عمل سے اہل اسلام کے لئے یہ مثال قائم کر دی کہ وہ ہمیشہ فئی کو اولاد فاطمہؑ کا حصہ قرار دیتے رہیں اور اسی طرح مال غنیمت کا خمس (پانچواں حصہ) اولاد پیغمبرؐ کی نذر کرتے رہیں۔اس میں حکمت یہ تھی کہ اگر مسلمان ایسا کرتے رہیں گے تو اول تو وہ اپنے پیغمبرؐ کے وقار و احترام کو باقی رکھیں گے۔اور گویا یہ احترام پیغمبر اسلامؐ حقیقی معنوں میں احترام اسلام ہوگا۔ اس طرح مرکزیت اسلام مستحکم و پائیدار رہے گی اور آل محمدؐ ملت مسلمہ کی خدمت اور حکمرانی کر سکے گی۔

دوم یہ کہ اگر اہلِ اسلام خمس و فئی ادا کرتے رہیں گے تو ان کو ہمیشہ خدا و رسولؐ کا حق یاد رہے گا اور اسی کے ساتھ یہ بھی یاد رہے گا کہ خدا و رسول کے حقیقی جانشین وہی افراد ہو سکتے ہیں جو خدا و رسول کے حق کے حقدار ہیں اور جب یہ طریقہ جاری رہے گا تو دین اسلام میں اختلاف و افتراق نہ ہوگا۔کیونکہ وارثان حقوق خدا و رسول کو ہر مسلم جانتا و پہچانتا ہوگا۔ چنانچہ پیغمبر اسلامؐ کی تائید قرآن نے بھی کی ہے۔۔۔قرآن میں خمس دینے کا حکم (امامؑ اور آلؑ رسولؐ کا حق)

ترجمہ: ''جان لو کہ مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ خدا اور رسول اور رسول کے قرابت داروں، (میں سے) یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا حق ہے۔ اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو۔'' (سورۂ انفال، آیت ۴۱)

ظاہر ہے کہ خدا اپنا حصہ لینے نہیں آئے گا۔ بعدِ رسولؐ خود رسولؐ بھی حصہ نہ لیں گے۔ پھر یہ حصے کہاں جائیں گے؟ وہ حصے اہلبیتؑ رسولؐ کے پاس جانے چاہیے تھے۔ ایسی صورت میں امت محمدی ہمیشہ یہ سمجھتی رہے گی کہ جو حقوق خدا اور رسول کے حقدار ہیں، وہی قابل سیادت و ریاست ہیں اور وہی قابل احترام و توقیر ہیں۔ اس صورت میں پیغمبر اسلامؐ کی توقیر بحیثیت نبی ہونے کے باقی رہے گی۔ اور ان کی نبوت کا اقرار ہی اصل دین اسلام ہوگا۔ اس طرح تا قیامت اسلام لازوال رہے گا۔ اور مسلمانوں میں قیادت اور امامت کے سلسلے میں کوئی اختلاف نہ ہوگا۔ اس طرح اگر تمام مسلمان رسولؐ کے بعد آئمہ اہلبیتؑ کو رسولخداؐ کے وارث اور دین اسلام اور مسلمانوں کی قیادت و امامت کو مان لیتے تو مسلمانوں میں کسی قسم کا اختلاف باقی نہ رہتا۔

کیونکہ عہدِ پیغمبر اسلامؐ کے بعد وارثانِ علوم انبیاؑ و کتبِ سماوی صرف اہلِ بیت رسول ہی تھے۔ گویا اہلِ اسلام میں سب سے بڑے عالم بعدِ رسولؐ یہی افراد تھے۔ تو پیغمبر اسلام نے جہاں اُمت کو ہر مال کے چار حصے دیئے پانچواں حصہ ان اہل علم کے لئے مقرر کر دیا گویا اس طرح وارثانِ علوم کا حق ادا کرتے ہوئے ان کی فلاح و معاش کا انتظام کر دیا۔

زکوٰۃ، صدقات و خیرات اُمتِ رسولؐ کے غرباء کے لئے ہیں

اسی لئے صدقات، زکوٰۃ وغیرہ کو پیغمبر اسلامؐ نے اپنے خاندان کے لئے حرام کر دیا ہے۔ حالانکہ قومی آمدنی کا یہ بہت بڑے حصے ہیں۔ ان کا حقدار اہلِ اسلام کو بنا دیا ہے۔ قانون عدالت اس امر کا مقتضی تھا کہ اولادِ رسولؐ کے لئے کوئی دوسرا ذریعہ آمدنی مقرر کیا جاتا۔ ورنہ یہ صریحی ظلم ہو جاتا کہ لاتعداد مسلمانوں کے لئے تو سب کچھ ہے اور اولاد رسولؐ کے لئے صرف فقر و فاقہ۔ اس مساوات و معیشت کے باقی رکھنے کے لئے بھی ضروری تھا کہ پیغمبر اسلامؐ بہ مقتضائے حکمت خمس کو اپنی اولاد کا حق قرار دیں۔ چنانچہ حوالہ جات تاریخی سے ثابت ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے خمس کو اپنے خاندان کا حصہ قرار دیا ہے۔ اور یہی اعلیٰ نمونہ حکمتِ نظری و عملی ہے۔۔۔

حوالہ جاتِ تاریخی سے یہ امر بھی ثابت ہوا کہ پیغمبر اسلامؐ نے اراضی فدک میں یہود کو آباد رہنے کی اجازت دے دی اور ان کو یہ بھی حق دیا کہ وہ خدمتِ کاشتکاری و باغبانی کی اجرت لے سکتے ہیں یعنی مسلمان غیر مسلموں کو اپنا اجیر بھی بنا سکتے ہیں اور وہ حق کاشتکاری و باغبانی میں بحصہ معینہ یا مساوی شریک بھی ہو سکتے ہیں۔ پیغمبر اسلامؐ کے اس فعل حکیمانہ سے ان معترضین کی زبان بندی ہو گئی جو یہ کہتے ہیں کہ اسلام صرف بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے۔ اور مسلمان اپنے مفتوح اور مقبوضہ اقوام کو بغیر مسلمان بنائے اپنی حکومت میں رہنے ہی نہیں دیتے تھے اور غیر مسلموں کو بجبر مسلمان بنا لیا کرتے تھے اور جب تک غیر مسلم اقوام مسلمان نہیں بن جاتی تھیں ان کا مال اور ان کی جان محفوظ نہیں ہوتی تھی۔ پیغمبر اسلامؐ نے

یہودیوں کو کہ جو اسلام کے انتہائی ابتدائی دشمن تھے مملکتِ اسلامی میں رہنے کی بھی اجازت دے دی اور ان کو کارِ زراعت وغیرہ میں اپنا شریک بھی بنایا۔ اور ان کو اپنا اجیر بھی بنایا گویا پیغمبر اسلامؐ کے اس فعل حکیمانہ سے ظاہر ہوگیا کہ تبلیغ اسلام برضا و رغبت کی جاتی تھی، بجبر کسی کو مسلمان نہیں بنایا جاتا تھا۔

فتحِ مکّہ

ابوسفیان کا اسلام لانا۔ رسولخداؐ کا عفو و درگذر

از سیرۃ النبی مؤلفہ علامہ شبلی نعمانی ص ۳۷۷:۔

لشکر اسلام جب مکہ کی طرف بڑھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباسؓ سے کہا کہ ابوسفیان کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جا کر کھڑا کر دو تا کہ افواج الٰہی کا جلال اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ کچھ دیر کے بعد دریائے اسلام میں تلاطم ہوا۔ قبائل عرب کی موجیں جوش مارتی ہوئیں بڑھیں۔ سب سے پہلے بنی غفار کا جھنڈا نظر آیا۔ پھر جہینہ، ہذیم، سلیم تکبیر کے نعرے مارتے ہوئے نکل گئے۔ ابوسفیان ہر مرتبہ مرعوب ہو جاتا تھا۔ سب کے بعد انصار کا قبیلہ اس سروسامان سے آیا کہ آنکھیں خیرہ ہوگئیں۔

جناب رسولخداؐ کی امن پسندی و انسان دوستی

ابوسفیان کے پچھلے کارنامے سب کے سامنے تھے اور ایک ایک چیز اس کے قتل کا موجب تھی، مدینہ پر بار بار حملہ، قبائل عرب کو اشتعال دلانا، آنحضرت صلعم کے خلاف خفیہ قتل کرنے کی سازش۔ ہر چیز اس کے خون کی قیمت ہو سکتی تھی۔ لیکن ان

سب سے بالاتر ایک اور چیز (عفو نبوی) تھی۔ عباس نے آہستہ سے ابوسفیان کے کان میں کہا کہ خوف کا مقام نہیں۔۔۔ (تاریخ طبری ص ۱۶۳۲)

عباسؓ نے خدمتِ رسولؐ میں عرض کیا: یا رسول اللہؐ: ابوسفیان ایک بڑائی پسند انسان ہے اس کے لئے کوئی امتیازِ خاص عنایت ہو جو اس کی قوم میں اس کے امتیاز کا باعث ہو۔ آپؐ نے فرمایا: اچھا۔ پھر یوں اعلان فرمایا کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا وہ امان میں ہے۔ اور جو مسجد الحرام میں داخل ہو جائے گا وہ امان میں ہے۔ اور جو اپنے گھر کے دروازے بند کر لے گا وہ امان میں ہے۔ (سیرۃ النبیؐ ص ۳۷۶)

حضرت علیؑ کے ہاتھوں کعبہ سے بتوں کی صفائی

اس کی شرح میں زرقانی لکھتے ہیں۔ ص ۳۸۷ جلد دوم مطبوعہ مصر:۔

ابن ابی شیبہ اور حاکم نے علیؑ سے اس واقعہ کی تفصیل یوں بیان کی کہ علیؑ نے بیان کیا کہ رسولؐ خدا کعبہ کے پاس آئے اور میں بھی کعبہ سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔ مجھے ارشاد ہوا بیٹھ جاؤ۔ میں کعبہ کے پہلو میں بیٹھ گیا تو آپ میرے کندھے پر سوار ہو گئے۔ اور مجھ سے ارشاد کیا کہ کھڑے ہو جاؤ۔ میں اُٹھ کھڑا ہوا۔ لیکن آپؐ نے میرے ضعف جسمانی کو محسوس کیا تو فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ تو مجھ سے ارشاد ہوا اے علی تم میرے کندھے پر سوار ہو جاؤ۔ میں نے تعمیل ارشاد کی۔ جب میں آپؐ کے دوشِ مبارک پر چڑھا۔ تو مجھے اس وقت خیال آیا کہ اگر میں چاہوں تو آسمان کے کناروں تک پہنچ جاؤں۔ پھر میں کعبہ پر چڑھ گیا۔ اس پر کانسہ کی مورت رکھی تھی وہ لوہے اور

تانبے کی میخوں سے زمین تک جڑی ہوئی تھی۔ رسول خداؐ نے مجھے فرمایا کہ اس بڑی مورت کو اکھاڑ کر پھینک دو اور آیت جاء الحق پڑھتے رہو۔ یہاں تک کہ میں نے اس کو ہلا ہلا کر اسے اکھیڑ دیا۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ اسے پھینک دو میں نے اسے پھینک دیا۔

خطبۂ رسولؐ در مکّہ

خانہ کعبہ میں اتنا ہجوم تھا کہ کہیں تل رکھنے کی جگہ نہ تھی۔ اس وقت پیغمبرؐ اسلام نے مجمع کو مخاطب فرما کر مندرجہ ذیل خطبہ ارشاد فرمایا:۔ (از سیرت النبی علامہ شبلی نعمانی)

''ایک خدا کے سوا دوسرا خدا نہیں ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا کہ اپنے بندہ کی مدد کی۔ اور تمام جتھوں کو تنہا چھوڑ دیا۔ تمام خوں بہا سب کے سب میرے قدموں کے نیچے ہیں۔ اے قوم قریش سب تمہارا جاہلیت کا غرور اور نسب کا افتخار خدا نے مٹا دیا۔ تمام لوگ آدمؑ کی نسل سے ہیں اور آدمؑ مٹی سے بنے تھے۔'' (اس لئے سب انسان برابر ہیں۔)

پیغمبرِ اسلامؐ کو طرح طرح کی اذیتیں دینے والے، مسلمانوں کو بے دردی سے ستانے والے قریش سب موجود تھے۔ پیغمبر اسلامؐ نے ان کو مخاطب فرماتے ہوئے سخت لہجہ میں فرمایا:۔

''تم کو معلوم ہے کہ میں تم سے آج کیا معاملہ کرنے والا ہوں؟''

یہ غضبناک آواز سن کر قریش یک زبان چلا اٹھے:

آپؐ کریم وابن ابی کریم ہیں۔ آپ شریف بھائی ہیں اور کریم برادر زادہ ہیں۔

رسول اللہؐ نے فرمایا: ''لا تثریب علیکم الیوم اذھب وانتم الطلقاء'' ''تم پر آج کے دن کوئی الزام نہیں ہے۔ جاؤ تم سب آزاد کیے جاتے ہو۔'' (اسے تمام مورخین نے لکھا ہے)

ہند جگر خوارہ امیر حمزہؓ کی بدزبانی اور پیغمبر اسلامؐ کی معافیاں

رسول خداؐ: اے ہند اسلام کا اقرار کرو۔

ہند: یا رسول اللہ: آپؐ ہم سے کن باتوں کا اقرار لیتے ہیں؟

رسول خداؐ: خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔

ہند: یہ اقرار آپؐ نے مَردوں سے تو نہیں لیا۔ بہر حال ہم کو منظور ہے۔

رسول خداؐ: چوری نہ کرنا۔

ہند: میں! اپنے شوہر (ابوسفیان) کے مال سے تھوڑا بہت کبھی لے لیا کرتی ہوں۔ معلوم نہیں یہ بھی جائز ہے یا نہیں؟

رسول خداؐ: اولاد کو قتل نہ کرنا۔

ہند: ہم نے تو اپنے بچوں کو پالا تھا۔ بڑے ہوئے تو (جنگ بدر و احد میں) آپؐ نے ان کو مار ڈالا۔ اب آپ اور وہ باہم سمجھ لیں۔ (سیرت النبی ص ۳۸۲)

اس تمام گستاخانہ جوابات کے باوجود رسول اللہؐ نے درگزر سے کام لیا۔

پیغمبرِ اسلامؐ کی امن پسندی اور انسانی محبت

پیغمبر اسلامؐ نے فتح مکہ اور داخلہ مکہ کے بعد اہل اسلام و لشکر کو مندرجہ

ذیل حکم دیا۔۔۔

(۱) جو کوئی ہتھیار ڈال دے اسے قتل نہ کیا جائے۔

(۲) جو کوئی خانہ کعبہ کے اندر پہنچ جائے وہ قتل نہ کیا جائے۔

(۳) جو شخص اپنے گھر کے اندر بیٹھ رہے اور کواڑ بند کر لے، وہ قتل نہ کیا جائے۔

(۴) جو شخص ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے اسے قتل نہ کیا جائے۔

(۵) جو شخص حکیم بن حزام کے گھر میں چلا جائے اسے قتل نہ کیا جائے۔

(۶) بھاگنے والے کا تعاقب نہ کیا جائے۔

(۷) زخمی کو قتل نہ کیا جائے۔

(۸) اسیر کو قتل نہ کیا جائے۔

(۹) مہاجرین کے املاک پر کفار قریش نے قبضہ کر رکھا تھا۔ آج فتح مکہ کے بعد وہ مکانات و املاک مسلمانوں کو واپس ہونی چاہئے تھیں۔ مگر پیغمبر اسلامؐ نے حکم دیا کہ مہاجرین اپنے املاک سے دست بردار ہو جائیں۔ اگرچہ مختلف و مستند کتب تاریخ کے حوالہ جات سے حالات فتح مکہ کو لکھا گیا۔ مگر چند واقعات ضروری کتاب روضۃ الصفا سے مزید پیش کر کے ہم استنباط نتائج کریں گے۔۔۔ (از کتاب روضۃ الصفا)

حکمت بالائے حکمت، ابوسفیان کی بجانبِ مکہ روانگی

ابوسفیان بخوف جان مسلمان ہوا۔ وہ اسلام کا سب سے بڑا دشمن تھا۔ افواجِ کفارِ قریش کا ہر معرکہ میں سپہ سالار رہتا تھا۔ پیغمبر اسلامؐ نے ابوسفیان کو حکم دیا کہ وہ

سب سے پہلے جا کر اہل مکہ کو لشکر اسلام کے آنے کی خبر دے اور اہل مکہ سے کہہ دے کہ جو مقابلہ نہ کرے گا اس کی جان و مال محفوظ ہے۔ چنانچہ ابوسفیان کے پہنچتے ہی اہل مکہ نے دریافت کیا کہ کچھ دور پر یہ نیزے اور سوار کیسے نظر آ رہے ہیں؟ ابو سفیان نے کہا کہ یہ لشکرِ اسلام ہے۔ ان کا مقابلہ تمہارے لئے دشوار ہے۔ تمہاری خیر اسی میں ہے کہ اپنے اپنے گھروں میں بیٹھ رہو۔ ورنہ سب قتل کر دیئے جاؤ گے۔

زمانہ کا انقلاب تو دیکھئے ابتدائے اسلام سے مقابلہ اسلام اور اسلام کو تباہ کرنے کے لئے جو شخص کفار کو آمادہ کیا کرتا تھا، وہی باوجود اس دشمنی کے آج اپنے ہم وطنوں اور کافروں کو طاقتِ اسلام سے مرعوب کر رہا ہے۔ اس کی بات تو ہمیشہ مانی ہی جاتی تھی۔ لہٰذا سب نے اپنے گھروں کے دروازے بند کر لئے۔ اور بغیر جنگ کے فتح مکہ ہو گئی۔

یہ تھی وہ حکمتِ پیغمبر اسلامؐ جو اہل عالم کے لئے نمونہ فتح اور امن دوستی ہے۔

خاص بت شکنی کی وجہ اور حکمت

کعبہ شہر مکہ میں واقع تھا۔ مکہ مرکز زمین پر واقع تھا۔ دور و دراز شہروں، ملکوں سے عوام الناس کعبہ کے بتوں کی پرستش کے لئے آتے تھے اور خانہ کعبہ کو دنیا کا ایک بڑا بت خانہ سمجھا جاتا تھا۔ نہایت قدیم بت اس میں نصب تھے تمام قبائل نے اپنی نمائندگی کے لئے سینکڑوں بت خانہ کعبہ میں نصب کئے تھے۔ بہر حال مکہ کو بلحاظِ بت پرستی مرکزیت حاصل تھی۔ یہ وجہ تھی کہ اہل مکہ نے متعدد حملے اہل اسلام پر کیے اور انہوں نے ہر سال کا دستور بنا لیا کہ مدینہ پر حملہ کیا جائے۔

مختلف قبائل و اقوام کو اہل اسلام کے مقابلہ کے لئے ابھارا جائے اور اس سلسلہ کو روز بروز اتنا قوی کیا جائے کہ آخر کمزور ہوتے ہوئے اسلام کا خاتمہ ہو جائے۔ ان حالات کے تحت ضروری تھا کہ بت پرستی اور امن دشمنی کے مرکز کو فنا کر دیا جائے۔ چنانچہ پیغمبرِ اسلامؐ نے مرکزیت کفار یا مرکزیت بت پرستی کو اس خوبی سے فنا کر دیا کہ شہر شہر اور ملک ملک میں اسلام کی رواداری پیغمبر اسلامؐ کی حکمت و شرافت اور جاں بخشی و عفو کا شہرہ ہو گیا اور اس طرح جو اقوام اہل اسلام سے خائف رہتی تھیں ان کے دلوں میں اسلام کی طرف سے اچھے خیالات پیدا ہو گئے اور دنیا کو یقین ہو گیا کہ اسلام کسی طاقتِ دنیوی کے حاصل کرنے کے لئے سب کچھ روا نہیں رکھتا۔ بلکہ اسلام خدا پرستی اور سلامتیٔ عالم کے اصول کی تبلیغ کرنے ہی کو مقصدِ اصلی قرار دیتا ہے۔ بہر حال پیغمبر اسلامؐ نے اپنے دوش اقدس پر علی ابن ابی طالب کو اٹھا کر اور کعبہ پر چڑھا کر تمام چھوٹے بڑے سب بتوں کو مسمار کر ڈالا۔ خس کم جہاں پاک۔

تتمہ

میں نے متعدد و مستند کتب تاریخ سے واقعہ فتحِ مکہ کو لکھا تا کہ کسی دوست و دشمن کے دل میں پیغمبر اسلامؐ کی جانب سے بدامنی اور جنگ کا گمان نہ گزرے۔ مستند تاریخی حوالوں سے ثابت کیا کہ ہمیشہ ہمیشہ بدمعاملگی اور عہد شکنی قریشِ مکہ کی جانب سے ہوئی۔ اور وہ خود اتنے شرمندہ ہوئے کہ انہوں نے اپنے معتمد ترین شخص ابوسفیان کو خدمت پیغمبر اسلامؐ میں بھیجا۔ اور معاہدہ صلح حدیبیہ کی تجدید و توسیع چاہی اور اپنی غلطی پر اظہارِ شرمندگی کیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ قریش مکہ نے خلافِ معاہدہ عمل

کیا۔ اس کے بعد تو پیغمبر اسلامؐ کو اختیار تھا کہ وہ بنو خزاعہ جو حلیف اہل اسلام تھے اور جو قریش کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے، ان کا بدلہ قریش سے لیں اور مکہ پر چڑھائی کر کے قریش کو قتل و غارت کریں۔ مگر پیغمبر اسلامؐ نے قریش مکہ پر رحم فرمایا اور ان کو مفتوح تو بنایا مگر ان کی کسی سفاکی، خونخواری، خونریزی اور سابقہ بدعہدی کا انتقام نہیں لیا۔ ان کے حربوں کے جواب میں فرما دیا کہ انتم طلقاء۔ تم سب آزاد ہو۔

پیغمبر اسلامؐ کے ان کارناموں نے ثابت کر دیا کہ پیغمبر اسلامؐ کے جہادوں کا مقصد صرف تبلیغِ اصولِ اسلام تھا اور پیغمبر اسلامؐ سلامتی و محبت کے حلقہ میں تمام عالم کو لانا چاہتے تھے اور اسی غرض کے پورا کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرتے تھے۔ انہیں کاموں اور کارناموں کا نام حکمت نظری و عملی ہے اور یہی افعال اہلِ عالم کے لئے نمونۂ کامل بن سکتے ہیں۔ اگر یہی طریقہ بعد میں خلفائے اسلام نے رائج رکھا ہوتا تو یقینا آج روئے زمین پر بجز اہلِ اسلام دوسری قوم یا مذہب موجود نہ ہوتا اور دامن اسلام پر یہ دھبہ اس کے دشمن نہ لگا سکتے کہ اسلام تلوار کے ذریعہ دنیا میں پھیلایا گیا ہے۔ مجھ کو افسوس ہے کہ غیر مسلم مورخین عہدِ رسولؐ کی تاریخ کا بغور مطالعہ کر کے صحیح نتائج نہیں نکالتے۔ بلکہ بعد رسولؐ کی کتبِ تاریخ سے حوالے پیش کر کے دشمنیِ اسلام کا اظہار کرتے ہیں۔ حالانکہ اہلِ اسلام کا کہنا تو ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کے اقوال و افعال اہلِ عالم کے لئے نمونۂ حیات ہیں نہ کہ مسلمان بادشاہوں کے اعمال و اقوال:۔

فتنۂ ملتِ بیضا ہے امامت اسکی
جو مسلمان کو سلاطین کا پرستار کرے (اقبال)

سورۂ برأت اور علیؑ کی نیابتِ رسولؐ کا ثبوت

ازتفسیر درمنثور امام سیوطی:۔

'زوائد المسند' میں عبداللہ بن احمد بن حنبل نے ابو شیخ اور ابن مردویہ نے علیؑ سے روایت کی ہے کہ جب سورۂ برأت کی دس آیات نبیؐ پر نازل ہوئیں تو رسول خداؐ نے ابو بکر کو بلایا اور کہا کہ ان آیات کو جا کر اہل مکہ کو سنا دو۔ پھر مجھ کو بلایا اور مجھ سے فرمایا کہ جلد جاؤ اور ابو بکر سے ملو جہاں کہیں بھی تم کو ملیں ان سے سورہ برأت لے لو اور اس کو اہل مکہ کو سنا دو۔ پس میں چلا اور ابو بکر سے ملاقات کی اور تحریر ان سے واپس لے لی اور پھر ابو بکر واپس مدینہ ہوئے اور کہا: یارسول اللہؐ: کیا میرے بارے میں کچھ نازل ہوا ہے؟ فرمایا: جبرئیل میرے پاس آئے اور کہا کہ اے خدا کے رسولؐ تمہاری بات کوئی دوسرا ہرگز نہیں پہنچا سکتا ہے۔ یا تم خود پہنچا سکتے ہو یا وہ شخص جو تم میں سے ہو۔ (یعنی تم سے بے حد قریب ہو اور تم جیسا ہو)۔

علامہ عینی عمدۃ القاری فی شرح صحیح البخاری میں لکھتے ہیں:

سہیلی کہتے ہیں کہ ہمارے مولا رسول اللہؐ جب غزوۂ تبوک سے واپس ہوئے تو آپؐ نے حج کا ارادہ فرمایا اور پھر آپؐ نے یاد کیا مشرکین کا مسلمانوں کے ساتھ خلط ملط ہونا اور بطریق شرک تلبیہ بجالانا اور برہنہ جسم طواف کرنا جیسا کہ مشرکین اس خیال سے کرتے تھے کہ ہم برہنہ پیدا ہوئے ہیں اس لئے ہم کو بغیر اس لباس کے برہنہ طواف کرنا چاہیے۔ جس لباس میں ہم گناہ کرتے رہے ہیں اس لباس میں طواف نہیں کرنا چاہیے۔ ان امور کو آپؐ نے ظلم و گناہ قرار دیا۔ پس اس سال حج

سے باز رہے۔ مگر آپ نے اس سال ابو بکر کو سورہ برأت دے کر روانہ کیا کہ ان لوگوں کو جن کے ساتھ آپ نے معاہدہ کیا ہے بجز بنی بکر کے چند اشخاص کے جن کے معاہدے ایک خاص معیاد تک تھے، سنا دیا جائے۔ اس حکم کے بعد آپ نے علیؑ کو پیچھے سے روانہ کیا تو ابو بکر واپس آئے۔ اور پوچھنے لگے کہ کیا میری نسبت کوئی وحی آئی ہے؟ رسول خداؐ نے فرمایا "نہیں! لیکن میرا ارادہ یہ ہوا کہ اس کی تبلیغ میری طرف سے وہ کرے جو میرے اہل بیت سے ہو"۔

(ثابت ہوگیا کہ رسولخداؐ کی نیابت کا حق رسولخداؐ کے گھرانے کے آئمہ اہلبیتؑ کو حاصل ہے۔)

واقعہ مباہلہ اور پنجتن پاکؑ کی صداقت

اور

حضرت علیؑ کی خلافت کا اعلان

واقعۂ مباہلہ

(پنجتن پاکؑ کی خاص فضیلت)

نجران مکہ معظمہ سے یمن کی جانب سات منزل پر ایک وسیع علاقہ تھا۔ یہاں عیسائی عرب آباد تھے۔ یہاں عیسائیوں کا ایک عالی شان کلیسا تھا جس کو وہ کعبہ کہتے تھے اور حرمِ کعبہ کا جواب سمجھتے تھے۔ اس میں ان کے مذہبی پیشوا رہتے تھے۔ یہ صاحبان علم تھے۔ ان کا لقب سید اور عاقب تھا۔ عرب میں عیسائیوں کا کوئی مذہبی مرکز اس کا ہمسر نہ تھا۔ اعشی شاعر اسی کی شان میں کہتا ہے:

اس کعبہ کی آمدنی دو لاکھ دینار سالانہ تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو دعوت کا خط لکھا تو اس کعبہ کے محافظ وائمہ مذاہب سات آدمیوں کے ساتھ مدینہ آئے۔ آنحضرتؐ نے ان کو مدینہ میں اتارا۔ تھوڑی دیر کے بعد نماز کا وقت آیا تو ان لوگوں نے اپنی مروجہ نماز پڑھنی چاہی۔ صحابہ نے روکا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پڑھنے دو چنانچہ ان لوگوں نے مشرق کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی۔ ابو حارثہ جو لارڈ بشپ تھا نہایت محترم وفاضل شخص تھا۔ قیصر روم نے اس کو یہ منصب عطا کیا تھا اور اس کے لئے گرجے بنائے تھے۔ ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مختلف مسائل مذہبی پوچھے اور آپؐ نے ان کا وحی کی رُو سے جواب دیا۔۔۔

آنحضرت صلعم نے جب ان کو اسلام کی دعوت دی تو ان لوگوں نے کہا کہ ہم تو پہلے سے مسلمان ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جب تک تم صلیب پوجتے ہو، عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہتے ہو کیونکر مسلمان ہو سکتے ہو؟ جب یہ لوگ اس پر راضی نہ ہوئے تو آنحضرت نے وحی کے مطابق ان سے کہا کہ اچھا مباہلہ کرو یعنی ہم تم دونوں اپنے اہل وعیال لے کر

آئیں اور دعا کریں کہ جو شخص جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت یعنی عذاب اُترے۔

خداوند عالم نے فرمایا: ''جو شخص تم سے جھگڑا کرتا ہے اس کے (بارے میں) اس کے بعد کہ جو کچھ علم تمہارے پاس آچکا ہے اس سے کہہ دو کہ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو۔ ہم اپنی عورتوں کو بلائیں تم اپنی عورتوں کو، ہم اپنے نفسوں کو بلائیں تم اپنے نفسوں کو، پھر مباہلہ کریں۔ کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت ہو۔'' (القرآن)

لیکن جب آنحضرت صلعم حضرت فاطمہؑ، علیؑ اور حضرت امام حسنؑ و حسین علیہ السلام کو اپنے ساتھ لے کر مباہلہ کے لئے نکلے تو خود ان کی جماعت نے رائے دی کہ مباہلہ (یعنی ایک دوسرے کو بد دعا دینے کا مقابلہ) نہیں کرنا چاہیئے۔ اگر یہ شخص واقعی پیغمبر ہے تو ہم لوگ ہمیشہ کے لئے تباہ ہو جائیں گے۔ غرض ان لوگوں نے سالانہ خراج (ٹیکس دینا) قبول کر کے صلح کر لی۔ (شبلی نعمانی سیرۃ النبی)

محدث دہلوی شاہ عبدالحق صاحب نے 'مدارج النبوۃ' میں لکھا ہے۔

جناب رسالت مآب صلعم اپنے حجرہ سے باہر آئے کہ حسین ابن علی کو گود میں لیے ہوئے تھے۔ حسن کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ آپ کے پیچھے فاطمہ زہرا اور ان کے پیچھے علی مرتضیٰ تھے۔ آپ نے ان سے کہا کہ جب میں دعا کروں تو تم سب آمین کہنا۔ سبحان اللہ کیسا اچھا وقت و حالت تھی اور کیسے اچھے شاہد و مشہود تھے۔

(صحیح مسلم، صحیح ترمذی، خصائص نسائی، مسند احمد ابن حنبل نے بھی باسناد یہی لکھا ہے۔)

جناب رسولؐ کا خطبۂ حج (اخوت و مساواتِ اسلامی)

پیغمبر اسلامؐ ناقہ قصویٰ پر سوار ہو کر میدان میں آئے اور اپنے ناقہ ہی پر سے

خطبہ ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ''آج جاہلیت کی تمام رسوم اور قاعدے میرے دونوں پاؤں کے نیچے ہیں'' عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فضلیت نہیں ہے۔ تم سب آدمؑ کی اولاد ہو اور آدمؑ کا وجود مٹی سے بنا ہے۔ تمام مسلمان بھائی ہیں۔ تمہارے غلام تمہارے غلام ہیں مگر جو خود کھاؤ ان کو بھی کھلاؤ جو خود پہنو ان کو پہناؤ۔

جاہلیت کے تمام خون (انتقامِ خون) باطل کر دیئے گئے۔ اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کا خون ربیعہ بن الحرث کے بیٹے کا خون باطل (ختم) کرتا ہوں۔

جاہلیت کے تمام سود باطل (ختم) کر دیئے گئے اور میں سب سے پہلے اپنے خاندان کے عباس بن عبدالمطلب کا سود باطل کرتا ہوں۔

عورتوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو۔ تمہارا حق عورتوں پر ہے اور عورتوں کا حق تم پر ہے۔

آج سے تمہارے خون اور اموال ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہوئے جس طرح آج کے دن کی حرمت اور عزت ہے۔ وہ لقائے خدا (قیامت) کے وقت تک حرام رہیں گے۔ حج کے مسائل سیکھ لو میں نہیں جانتا شاید کہ اس کے بعد مجھے دوسرے حج کی نوبت نہ آئے۔

ہاں میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔ تم کو خدا کے سامنے حاضر ہونا پڑے گا اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی باز پرس کرے گا۔

اپنے رب کی اطاعت اور عبادت کرو۔ پانچ وقت کی نمازیں پڑھو۔ ایک ماہ کے روزے رکھو اور میرے احکام کی اطاعت کرو۔ خدا کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

حضرت علیؑ کی خلافت وامامت کا اعلان

واقعۂ خم غدیر

سیرت النبی علامہ شبلی نعمانی جلد اول:

حج سے فراغت کے بعد مدینہ کی راہ میں ایک مقام خم پڑا جو جحفہ سے تین میل پر ہے۔ یہاں ایک تالاب ہے۔عربی میں تالاب کو غدیر کہتے ہیں اور اس لئے اس مقام کا نام عام روایتوں میں غدیرِ خم آتا ہے۔آپؐ نے یہاں تمام صحابہ کو جمع کر کے ایک مختصر سا خطبہ پڑھا۔

''حمد وثنا کے بعد اے لوگو! میں بھی بشر ہوں ممکن ہے کہ خدا کا فرشتہ جلد آجائے اور مجھے قبول کرنا پڑے (یعنی موت) میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑتا ہوں۔ان میں پہلے خدا کی کتاب ہے۔جس میں ہدایت اور نور ہے۔خدا کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑلو اور دوسری چیز میرے اہلبیتؑ ہیں۔میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں خدا کو یاد دلاتا ہوں۔''

آخری جملہ کو آپ نے تین بار مکرر فرمایا (صحیح مسلم مناقب حضرت علیؑ) نسائی مسند امام حنبل، ترمذی، طبرانی وطبری اور حاکم وغیرہ میں کچھ اور فقرے بھی ہیں جن میں حضرت علی کی منقبت ظاہر کی گئی ہے کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَن کُنت مولیٰ فھٰذا علیٌ مولیٰ

ترجمہ:''جس کا میں مولا ہوں پس علی بھی اس کا مولا ہے۔اے خدا تو بھی اس کا حاکم اور دوست بن اس کا جو علی کا دوست بنے اور دشمن بن اس کا جو علی کا دشمن ہے۔''

امام نسائی لکھتے ہیں:۔

زید بن ارقم سے روایت ہے کہ جب رسول خدا صلعم حجۃ الوداع سے بقصد مدینہ واپس ہوئے تو غدیر خم پر قیام کیا جو مکہ ومدینہ کے درمیان واقع ہے۔اس روز ذوالحجہ کی ۱۸ ویں تاریخ تھی۔رسول خداؐ نے خطاب فرمایا: اے لوگو مجھ سے خدا پوچھے گا اور تم سے بھی پوچھے گا کہ آیا میں نے تم کو خدا کا پیغام پہنچا دیا ہے؟ تمام لوگوں نے عرض کی ہاں ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ نے خدا کا پیغام پہنچا دیا ہے اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں ہے اور آپ خدا کے رسول برحق ہیں۔ رسول خداؐ نے فرمایا کہ میں بھی ایسی ہی گواہی دیتا ہوں جو تم نے گواہی دی ہے۔پھر فرمایا: اے لوگو! میں تم میں اپنے پیچھے دو چیزیں چھوڑتا ہوں۔اگر تم نے ان دونوں کو مضبوط پکڑ لیا تو تم میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔وہ خدا کی کتاب اور میرے اہل بیت ہیں۔خدائے مہربان خبر دینے والے نے مجھے خبر دی ہے کہ جب تک یہ دونوں حوض پر وارد نہ ہوں، ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ میرے حوض کی وسعت اتنی ہے جتنی بصرہ سے صنعا (یمن) تک۔اس کے جام (پیالے) ستاروں کی تعداد کے برابر ہیں۔بہ تحقیق کہ خدا تم سے پوچھنے والا ہے کہ تم نے میرے بعد خدا کی کتاب اور میرے اہل بیت کے ساتھ کیا برتاؤ کیا؟

صحیح ترمذی شریف کی اصل عبارت:

ترجمہ: حذیفہ ابن (ا) سید غفاری سے روایت کرتے ہیں بہ تحقیق رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ میں تم سے دو بھاری چیزوں کے بارے میں سوال کرنے والا ہوں جبکہ تم میرے پاس واپس آؤ گے۔دیکھوں کہ تم میرے بعد ان دونوں کے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہو؟ پہلی بڑی چیز تو خدا تعالیٰ کی کتاب ہے جس کی رسی کا ایک سرا تمہارے خدا کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا سرا تمہارے ہاتھوں میں ہے۔تم اس کو مضبوط پکڑ لو گے تم گمراہ نہ ہوگے اور نہ تم بدلو گے۔دوسرے میری عترت واہل

بیتؑ ہے۔ مجھے خدائے لطیف وخبیر نے خبر دی ہے کہ وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے جب تک کہ میرے پاس حوض پر وارد نہ ہوں۔۔ (صحیح ترمذی شریف)

فقیہ ابن المعازلی 'مناقب' میں علامہ ابراہیم النظری کتاب الخصائص العلویہ میں علامہ صالحانی اپنی کتب المناقب میں اور علامہ شہاب الدین احمد 'توضیح الدلائل' میں مجاہد کے اسناد سے لکھتے ہیں:

غدیرِ خم کے واقعہ کی اہمیت

ترجمہ: مجاہد ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص اٹھارویں ذوالحجہ کو روزہ رکھے اس کے نامہ اعمال میں ساٹھ مہینوں کے روزوں کا ثواب لکھا جائے گا۔ وہ غدیرِ خم کا دن ہے جبکہ رسول خدا صلعم نے علی ابن ابی طالب کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا تھا کہ کیا میں تمام مومنوں کے نفسوں سے اولیٰ ہوں؟ حاضرین نے عرض کیا: بیشک یارسول اللہؐ! پھر فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کے علی مولا ہیں۔ عمر ابن الخطاب نے کہا: مبارک ہو تم کو اے علی ابن ابی طالب تم آج میرے اور کل مومنین ومومنات کے مولا (حاکم) ہوئے۔ پس خدا نے یہ آیت نازل فرمائی آج کے دن میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور اپنی نعمت کو تم پر مکمل کر دیا اور تمہارے دین اسلام سے راضی ہوا۔" (القرآن)

جناب رسولخداؐ کی آخری خواہش۔۔ دوات وقلم مانگنا

مسند امام احمد بن حنبل وصحیح بخاری میں لکھا ہے۔

ترجمہ: سعید ابن جبیر ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس نے کہا کہ روز پنج شنبہ (جمعرات) کیا دن تھا! یہ کہہ کر اتنا روئے کہ موتیوں کی لڑی

کی طرح ان کے رخساروں پر آنسو جاری ہو گئے۔ بعد ازاں کہا: پنج شنبہ (جمعرات) وہ دن تھا کہ جب رسول خدا صلعم نے کہا کہ مجھے سامان کتابت قلم دوات دے دو کہ میں تمہارے لئے تحریر لکھ دوں کہ اس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو۔ مگر افسوس لوگوں نے کہہ دیا کہ آنحضرتؐ ہذیان بک رہے ہیں۔ (ثابت ہوا کہ رسولخداؐ کو آخری دم تک اپنی اُمت کو گمراہی سے بچانے کی فکر تھی۔)

جب پیغمبر اسلامؐ نے اپنے آخری اوقات میں ان افراد کو دیکھا کہ کمرہ میں موجود ہیں تو آپ نے حکم دیا کہ قلم دوات لاؤ تا کہ میں تم کو ایسی تحریر لکھ دوں کہ میرے بعد تم گمراہ نہ ہو۔ مگر حکمِ رسولؐ کی تعمیل نہیں کی گئی اور کہہ دیا گیا کہ اب قول رسولؐ کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ تو ہذیان بک رہے ہیں۔

اقتدارِ حکومت خواہ جماعت تو اپنا کام کر رہی تھی مگر پیغمبر اسلامؐ کی حکمت بالغہ وکاملہ اپنا کام کر رہی تھی۔ جب آپؐ نے قلم دوات مانگنے پر اصحاب کو لڑتے جھگڑتے دیکھا تو حکم دیا کہ میرے پاس سے دور رہو۔

قرآن کہہ چکا تھا کہ "رسول تم کو جو دے وہ لے لے اور جس سے تم کو منع کرے وہ ترک کر دو۔" (ثابت ہوا کہ اُمت نے رسولؐ کی آخری خواہش پوری نہ ہونے دی۔ اب جس نے رسولؐ کو لکھنے سے روکا وہی قیامت تک تمام مسلمانوں کی گمراہی کا ذمہ دار ہے۔)

"من اطاع الرسول فقد اطاع اللہ۔ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی۔" گویا پیغمبر اسلامؐ نے اپنے آخری لمحات میں یہ بتا دیا کہ اس وقت آخر میں میری اطاعت نہ کرنے والے خدا کی اطاعت سے بھی دور رہیں گے۔ اس کے بعد آپ نے علی مرتضیٰ کو وصیتیں فرمائیں اور دین اسلام کی حفاظت کا حکم دیا اور بتایا کہ میرے بعد مسلمانوں کو خانہ جنگی سے بچانا اور امانات و پیغاماتِ

خداوندی کی حفاظت کرنا،میرے بعد صبر کرنا اور تلوار نہ نکالنا۔پیغمبر اسلامؐ کی حکمت بالغہ اپنا کام کرگئی اور آج دامنِ اسلام جن گلہائے رنگارنگ اخلاق،علوم، الہیات معرفت،اصول وتمدن ومعاشرت،اصول قوانین جنگ وصلح،حقوق اللہ،حقوق عباد و قوانین معاشرہ،علوم سیاست،توحیدِ ربانی سے بھرا ہوا نظر آتا ہے وہ سب حکمت پیغمبر محافظِ اسلام علی مرتضیٰ کی بدولت ہے۔اور اگر دامنِ اسلام میں یہ گلہائے بوقلموں موجود نہ ہوتے تو اسلام صرف لشکرکشی،حصولِ مالِ غنیمت،کا نام ہوتا اور اس پر مورخین عالم کی نگاہیں اس طرح پڑتیں جس طرح دیگر دینوی سلطنتوں پر پڑا کرتی ہیں۔آخر میں وصایائے پیغمبر اسلامؐ جو آپؐ نے علی مرتضیٰ سے کی ہیں درج کی جاتی ہیں۔ان سے معلوم ہوگا کہ دم آخر تک پیغمبر اسلامؐ کی حکمت عملی کتنی بلند رہی ہے۔

وصیت رسولؐ بہ علیؑ

ارجح المطالب میں ہے کہ امام فخر الدین رازی و امام دارقطنی نے یہ عبارت لکھی ہے:

ترجمہ:ام المومنین عائشہؓ سے منقول ہے کہ رسول خداؐ کی وفات کے وقت قریب آیا۔فرمایا:میرے حبیب کو بلاؤ۔میں نے ابوبکر کو بلایا۔جب وہ آئے تو آپ نے سر اٹھا کر دیکھا پھر سر رکھ لیا اور فرمایا کہ میرے حبیب کو بلاؤ۔میں نے عمر کو بلایا آپ نے سر اٹھا کر ان کو بھی دیکھا پھر تکیہ پر سر رکھ لیا۔اور پھر فرمایا:میرے حبیب کو بلاؤ۔تب میں نے لوگوں سے کہا افسوس ہے تم پر ان کے لئے علی ابن ابی طالب کو بلاؤ خدا کی قسم ان کا مقصود حبیب سے علیؑ ہے۔جب علیؑ کو دیکھا تو آپ نے اپنی چادر کو اٹھایا اور اس میں علی کو لے لیا۔اور علی کو سینہ سے سے لپٹے رہے یہاں تک کہ آپ نے وفات پائی اور ان کا ہاتھ علی پر رکھا رہا۔

ترجمہ:رسول خدا صلعم نے فرمایا:اے علیؑ اس ذات کی قسم جس نے مجھ کو برحق نبی مبعوث کیا کہ میں نے افراد امت کو فرداً فرداً آگاہ کر دیا ہے کہ جو حقوق تیرے خدا نے ان پر فرض کیے ہیں اور ان پر ان حقوق کو لازم کیا ہے اور تیری مخالفت سے بھی ان کو ڈرایا ہے۔اور ان میں سے ہر شخص نے اس بات کو قبول کرلیا ہے اور میں نے امر خلافت تجھ کو سپرد کر دیا ہے اور میں اس قول کے خلاف نہیں جانتا ہوں۔جب میری روح قبض کرلی جائے اور تم ان کاموں سے جن کے بارے میں میں نے وصیت کی ہے فارغ ہوجاؤ اور مجھ کو میری قبر میں چھپا چکو تو خانہ نشین ہوجانا اور قرآن کو اس کی تالیف کے مطابق جمع کرنا اور فرائض اور احکام کو تنزیل قرآن کے مطابق جمع کر دینا۔اور جس چیز پر میں نے تم کو مامور کیا ہے اس کو بجالانا اور کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہ کرنا اور جو کچھ تم پر مصیبت نازل ہو اس پر صبر کرتے رہنا حتیٰ کہ تم میرے پاس پہنچ جاؤ۔(تلوار نہ نکالنا)(ناسخ التواریخ ص ۵۳۸)

جناب رسولخداؐ کا نقشہ اور قدوقامت

امام حسنؑ و امام حسینؑ سے منقول ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کی آنکھوں سے جلالت ظاہر ہوتی تھی اور لوگوں کے سینوں میں آپؐ کا رعب چھایا ہوا تھا۔آپؐ کا چہرہ نور سے چمکتا تھا۔جیسے چودھویں رات کا چاند چمکتا ہے۔درمیانی قد سے قدرے بلند قد تھا۔اور آپ کا سرِ مبارک بڑا تھا۔آپ کے دونوں شانوں کے درمیان کی جگہ کشادہ تھی۔آپ کے جسم کے جوڑ و بند بہت قوی تھے۔اور آپؐ کے ہاتھوں کے جوڑ دراز تھے اور آپ کے کفِ پا(پیر) کشادہ تھے۔آپ کے ہاتھ پاؤں بہت قوی تھے اور یہ چیزیں مردوں میں پسندیدہ ہیں اور علامات شجاعت ہیں۔(حیات القلوب ص ۲۳۸)

رسول خداؐ کی شجاعت
اور
ابوطالبؑ کی خدمات

جناب رسولخداؐ کی شجاعت

اسداللہ الغالب علی ابن ابی طالبؑ فرماتے تھے کہ پیغمبر اسلامؐ کی شجاعت اس حد پر تھی کہ جب آتشِ جنگ بھڑک اٹھتی تھی تو ہم آپؐ کی پناہ میں آجاتے تھے اور کوئی دشمن قریب نہیں آسکتا تھا۔ (حیات القلوب)

حضرت ابوطالبؑ کی سرپرستی از جناب رسولخداؐ کا عظیم کردار

مناقب آل ابی طالب جلد اول ص ۳۴:

ابن اسحاق سے روایت ہے کہ ایک بار خلوت میں ابو طالبؑ نے پیغمبر اسلامؐ سے کہا کہ مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو جو مجھ سے برداشت نہ ہوسکے۔ بس پیغمبر اسلامؐ نے گمان کیا کہ چچا نے ساتھ دینے سے چھوڑ دیا ہے اور مدد کرنے سے عاجز آگئے ہیں۔ بس آپؐ نے فرمایا کہ اگر میرے سیدھے ہاتھ میں سورج رکھ دیا جائے اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیا جائے تب بھی میں اس کارِ تبلیغ کو ترک نہیں کرسکتا حتیٰ کہ اس کو پورا کرلوں یا اسی راہ میں قتل کر دیا جاؤں۔ پھر آپؐ بہ حالت گریہ کھڑے ہو کر چل پڑے۔ ابوطالبؑ نے کہا کہ آپ اپنا کام جاری رکھیں میں آپ کو کبھی نہ چھوڑوں گا اور نصرت کرتا رہوں گا۔ ایک روایت ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ میں دین اسلام کی دعوت دینے پر منجانب خدا مامور ہوا ہوں۔ یہ کہہ کر غصہ سے چلے گئے۔ پھر ابوطالبؑ نے بلایا اور تسلیِ قلب کی اور وعدہ نصرت کیا۔ اس کے کچھ اشعار پڑھے جن کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

”قسم بخدا تم کو اے رسولؐ کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا جب تک کہ ہم قبر میں دفن نہ کر دیئے جائیں۔ پس اے رسولؐ جس بات کا تم کو منجانب خدا حکم ملا ہے اس کو پورا کرو اور اس کا اعلان کرو۔ خوش رہو اور اس کام سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا رکھو۔ تم نے مجھ کو دعوت اسلام دی میں خیال کرتا ہوں کہ تم ناصح صادق ہو۔ اور امین ہو۔“

”تم نے ایک دین ہمارے سامنے پیش کیا اور ہم جانتے ہیں کہ وہ دین بہترین دین ہے۔“

”اگر مجھ کو یہ خوف نہ ہوتا کہ مضرت و شر پیدا ہو جائے گا تو اے محمدؐ تم مجھ کو بظاہر اس کام میں دلیر و جواں مرد پاتے۔ (مگر فتنہ کو روکنے کے لئے میں مسلمان ہونے کا اعلان نہیں کر رہا ہوں۔“ (بلکہ تقیہ کر رہا ہوں)

مناقب آل ابوطالب ص ۳۴:

امام زین العابدینؑ سے کتاب النبوت میں روایت ہے کہ ایک بار قریش مکہ جمع ہو کر ابو طالب کی خدمت میں آئے اور رسول خداؐ وہاں موجود تھے قریش مکہ نے کہا کہ ہم آپ کے بھتیجے سے نصف چاہتے ہیں۔ ابو طالب نے کہا وہ نصف کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ وہ ہم سے باز رہے اور ہم ان سے باز رہیں۔ وہ ہم سے کلام نہ کریں اور ہم ان سے کلام نہ کریں۔ وہ ہم سے نہ لڑیں ہم ان سے نہ لڑیں، کیونکہ ان کی اس دعوتِ اسلام نے ہمارے قلوب میں جدائی اور بغض پیدا کر دیا ہے۔ ابو طالبؑ نے کہا اے بھتیجے سن رہے ہو؟ آپؐ نے فرمایا: چچا جان اگر میرے ہم وطن باز رکھنا چاہتے ہیں تو وہ میری دعوتِ اسلام کو قبول کر لیں۔ خدا نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں اس کے دین کی طرف دعوت دوں جو ملتِ ابراہیمؑ ہے۔ جو اسلام

قبول کرے گا اس کے لئے خدا کی رضا ہے اور خدا اس کو جنتِ خلد عطا کرے گا۔ اور جو میری نافرمانی کرے گا تو میں اس وقت تک اس سے جنگ کروں گا جب تک کہ خدا ہمارے درمیان میں فیصلہ نہ کر دے۔ وہ سب سے بڑا حاکم ہے۔ قریش نے کہا کہ ابو طالب ان سے کہو کہ خدا نے ان کو خاص کر ہمارے لئے بھیجا ہے یا تمام دنیا کے انسانوں کے لئے؟ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ میں تمام دنیا کے انسانوں، گوروں، کالوں، پہاڑ پر رہنے والوں، سمندروں کی گہرائیوں میں رہنے والوں کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں۔ میں فارس و روم کو دینِ اسلام کی ہدایت کروں گا۔

پس قریش کو احساسِ غرور ہوا اور متکبرانہ انداز میں کہنے لگے کہ اگر روم و فارس کے لوگ یہ سن پائے تو خدا کی قسم ہم کو جلاوطن کر کے کعبے کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔ ابن عدی نے کہا کہ اے ابو طالب! تمہاری قوم تم کو چھوڑ دے گی۔ اور وہ سب جدوجہد کریں گے کہ وہ تم سے خلاصی پائیں کیونکہ وہ اسلام کو پسند نہیں کرتے ہم دیکھتے ہیں کہ تم کسی بات کو مانتے ہی نہیں۔ ابو طالبؑ نے کہا: قسم بخدا تم مجھ کو ہدایتیں کر رہے ہو بلکہ تم نے ایکا کر لیا ہے کہ مجھ سے قوم کو برگشتہ کرو اور مجھ کو تنہا چھوڑ دو۔ اچھا جو تم کر سکتے ہو کرو۔ پس تمام قبیلہ اٹھ گیا اور انہوں نے طے کر لیا کہ وہ مسلمانوں کو عذاب دیں گے۔ اور رسول خداؐ کا مذاق اڑائیں گے۔

جناب رسولخداؐ کا انتہائے صبر و عفو

جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ۔ پیغمبر اسلامؐ ایک روز ایک درخت کے نیچے آئے تلوار شاخ میں لٹکائی اور خود سو گئے۔ اتنے میں ایک عرب آیا اس

نے تلوار ہاتھ میں لی اور پیغمبر اسلامؐ کے سرہانے کھڑا ہوگیا۔ اتنے میں پیغمبر اسلامؐ کی آنکھ کھل گئی۔ عرب نے کہا: اے محمد اس وقت مجھ سے تجھے کون بچائے گا؟ آپؐ نے فرمایا: خدا تعالیٰ بچائے گا۔ یہ سنتے ہی وہ لرز گیا اور اس کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ گئی اور وہ اسی حالت میں تادیر بیٹھا رہا مگر پیغمبر اسلامؐ نے اس پروا نہیں کیا اور نہ اس کو اس کے ارادۂ قتل کی سزا دی۔

جناب رسولخداؐ اور حضرت علیؑ کی شجاعت

مسٹر گبن اپنی تاریخ اقبال و ادبار رومن ایمپائر میں لکھتے ہیں:

محمدؐ نے اظہارِ دعوت میں غور فرمایا۔ اس وقت کل ۴۱ آدمی ایمان لا چکے تھے لیکن چوتھے برس انہوں نے خاندان بنی ہاشم سے چالیس آدمیوں کو مدعو کیا اور ان کے لئے سامان ضیافت مہیا کیا۔ بعدہٗ ان کو مخاطب کر کے کہا:

اے دوستو! اے عزیزو! میں تم لوگوں کے لئے بہترین نعماتِ دین و دنیا کا خزانہ لایا ہوں۔ جس کو میرے سوا کوئی دوسرا شخص نہیں دے سکتا۔ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم لوگوں کو ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلاؤں۔ پس تم لوگوں میں سے کون میرا رفیق اور وزیر ہوگا۔ پیغمبرؐ کے اس سوال کا کوئی جواب نہ دیا گیا حتیٰ کہ وہ حقارت رشک اور تعجب کی خاموشی علیؑ کی جرأت سے دفع ہوئی جو اس وقت ایک ۱۴ سالہ نوجوان تھے۔ انہوں نے عرض کی کہ اے نبی اللہؐ میں ہر طرح اس کام میں آپ کی نصرت مدد اور رفاقت کے لئے حاضر ہوں۔ میں مخالفین کی آنکھیں نکال لوں گا۔ ان کے دانت توڑ ڈالوں گا، ان کے پیٹ پھاڑ ڈالوں گا۔ اے نبی اللہ میں آپ کی

وزارت کے لئے حاضر ہوں۔ محمدؐ نے علیؑ کے التماس کو جوش کے ساتھ قبول فرمایا اور حاضرین نے ابوطالب کو اپنے لڑکے کے اس عزت پانے پر طنزیہ کلمات کہے۔

معترضین کا جواب

بعض انگریز نافہم مورخین نے پیغمبر اسلامؐ پر اعتراض کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے تجارتی قافلوں کو لوٹنے اور غارت کرنے کے لئے مسلمانوں سے حملے کرائے اور خود بھی تجارتی قافلوں پر حملے کیے۔ جس بنا پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے وہ صرف یہ مذکورہ چند واقعات ہیں جو اسلامی کتب و حدیث میں اور تواریخ میں ملتے ہیں۔ اور ان ہی واقعاتِ تاریخی کو دیکھ کر کم فہم اور متعصب دشمنان اسلام کو ایسے اعتراضات کا موقع مل جاتا ہے۔ میں مختصراً چند سطور میں ان کی تاریخی حقیقت بیان کرتا ہوں۔

پیغمبر اسلامؐ کے مذکورہ غزوات و سرایا ۲ھ سے متعلق ہیں۔ اس سے پہلے کے واقعات کو یاد کیجئے۔ پیغمبر اسلامؐ نے چالیس سال قریشِ مکہ میں زندگی بسر کی اور ایسے اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کیا کہ قومِ قریش نے آپ کو الامین اور الصادق کے القاب و خطابات دے دیئے۔ پیغمبر اسلامؐ نے چالیس سال کی عمر سے پچاس سال کی عمر تک دس سال مسلسل توحیدِ خدا کا اعلان کیا۔ کسی کو نہ جسمانی تکلیف پہنچائی اور نہ مالی نقصان پہنچایا۔ مگر قومِ قریش نے ہر ممکن تکلیف پہنچائی۔ پہلے جان لینے سے ڈرایا دھمکایا، پتھر مارے، راستہ میں کانٹے بچھائے، بحالتِ سجدہ اونٹ کی آنتیں سر پر ڈالدیں، ترک تعاون کیا، تین سال تک شعب ابی طالبؑ

میں بند کر دیا۔ صرف تنہا پیغمبر اسلامؐ کو ہی نہیں بلکہ ان کے معاونین اور اہلِ خاندان کو بھی قید کیا۔ بالآخر بہادران قریش نے محمدؐ کے گھر کا رات کو محاصرہ کر لیا اور تاریکیِ شب میں قتل کرنا چاہا۔ مگر محمدؐ، علیؑ کو اپنے بستر پر سُلا کر گھر سے نکل آئے اور مجبوراً اپنا وطن چھوڑا اور مدینہ کو ہجرت کی۔ ہجرت کے بعد بھی قومِ قریش نے مکی مسلمانوں کو سخت ایذائیں پہنچائیں، ان کو گرم ریت پر لٹایا، ان کے سینوں پر گرم پتھر رکھے۔ اور طرح طرح کی اذیتیں دے کر مارا اور نکالا اور یہی سلسلہ جاری رکھا۔

دنیائے انصاف اب خود ہی فیصلہ کرے کہ ایسے دشمنوں کے ساتھ کیا برتاؤ ہونا چاہئے تھا؟ اگر ایسے دشمنوں کو چن چن کر اذیت دے کر بھی قتل کر دیا جائے تو بھی مہذب دنیا کے نزدیک قابل ملامت نہیں ہوسکتا ہے۔ پیغمبر اسلامؐ نے تو فتحِ مکہ کے دن عام معافی دے کر ان دشمنوں کو قطعی معاف کر دیا۔ یہ طاقت بشری تھی یا طاقت بنوت؟!

احد کے موقع پر جناب رسولخداؐ کی حکمت اور شجاعت

درحقیقت ابوسفیان وعکرمہ بن ابوجہل کی تدابیر بالکل برمحل تھیں۔ بے شک اس حالت میں اگر وہ پھر مدینہ پر حملہ کر دیتے اور تازہ دم قبائل کی کمک لے لیتے تو یقیناً وہ مدینہ کو تاراج و غارت کرنے میں کامیاب ہو جاتے۔ کیونکہ وہ یہ بھی سمجھ چکے تھے کہ چند اصحاب پیغمبر اسلامؐ اور خاص پیغمبر کی جرأت وشجاعت کی وجہ سے اسلام کی ہاری ہوئی فوج ہم کو پیچھے ہٹا کر واپس جانے میں کامیاب ہوگئی ہے۔ اگر ہم از سر نو تازہ دم فوج لے کر حملہ کریں گے تو اہل مدینہ ہمارا مقابلہ قطعی نہ کرسکیں

گے۔ خیال صحیح تھا مگر شجاعت و جرأت محمدؐ کے مقابلہ میں ابوسفیان کی چالاکیاں بے کار ثابت ہوئیں۔ پیغمبر اسلامؐ نے پہلے ہی حالات کا جائزہ لے لیا۔ اور علی مرتضیٰؑ کو ان کے تعاقب میں روانہ کیا اور پھر جنگ احد کے دوسرے ہی دن تھکے ماندے اور زخمی اصحاب کو ہمراہ لے کر حمراء الاسد پہنچ گئے۔ یہ شجاعانہ طریقِ جنگ ایسا کامیاب ثابت ہوا کہ ایک بار پھر بغیر جنگ ہی دشمن کی کثیر تعداد فوج کے قدم اکھڑ گئے اور وہ یہ کہتے ہوئے واپس چلے گئے کہ آئندہ پھر کبھی لڑیں گے۔ یہ الفاظ صاف صاف بتاتے ہیں کہ وہ اپنی ناکامی کی شرمندگی مٹا رہے ہیں۔ یہ الفاظ ان کی شکست ثابت کر رہے ہیں۔

قتل ابی بن خلف تتمہ غزوہ احد

جنگ احد میں جب گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی اور بجز چند اصحاب کے سب میدان جنگ سے بھاگ گئے تھے تو صفوف دشمن سے ایک شہسوار ابی بن خلف اپنے گھوڑے کو مہمیز کر کے آگے بڑھا اور اس نے چاہا کہ پیغمبر اسلامؐ پر قاتلانہ حملہ کرے۔ یہ ابی ابن خلف وہی شخص تھا کہ ایک مرتبہ پیغمبر اسلامؐ کے سامنے آیا اور ایک بوسیدہ ہڈی لایا اور پیغمبر اسلامؐ سے کہنے لگا:

اے محمد تم گمان کرتے ہو کہ تمہارا رب مُردوں کو زندہ کر دے گا۔ بتاؤ اس ہڈی کو کون زندہ کرنے والا ہے؟

اس کے بعد اس نے کہا کہ اے محمدؐ میں نے ایک گھوڑا پالا ہے جس کو میں روز عمدہ دانہ کھلاتا ہوں تاکہ مضبوط ہو جائے۔ تاکہ میں اس پر سوار ہو کر تم کو قتل کروں۔ پیغمبر اسلامؐ نے جواب دیا کہ میں تجھ کو اسی گھوڑے پر قتل کروں گا جبکہ تو

اس گھوڑے پر سوار ہوگا۔ بہر حال جب ابی خلف جنگ احد میں پیغمبر اسلامؐ پر حملہ آور ہوا تو وہ اسی گھوڑے پر سوار تھا۔ پیغمبر اسلامؐ نے اصحاب سے کہا کہ ابی ابن خلف جب مجھ پر حملہ آور ہوا تو مجھ کو بتا دینا۔ اتنے میں ابی ابن خلف سامنے سے نمودار ہوا۔ اور اس نے سامنے آتے ہی نعرہ لگایا:

''اے محمد آج تم میرے ہاتھ سے نہیں بچ سکتے۔''

اصحاب نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! اجازت ہو تو ہم اس کو جواب دیں۔ لیکن پیغمبر اسلامؐ نے ان کو روک دیا اور فرمایا کہ آنے دو، اس سے میں خود جنگ کروں گا۔ جب وہ حملہ کرتے ہوئے قریب آیا تو پیغمبر اسلامؐ نے زبیر کے ہاتھ سے تلوار لے کر ابی ابن خلف کی جانب پھینکی۔ اور وہ تلوار ابی ابن خلف کی گردن پر پڑی اور وہ ایک دم بھاگا اور اپنے قبیلے میں جا کر چیخنے چلانے لگا۔ لوگوں نے کہا کہ یہ کیا بزدلی ہے؟ اگر ہماری آنکھ میں اتنا زخم لگ جاتا تو ہم آہ نہ کرتے۔

جناب رسولخداؐ کی قوت اور حکمت

جابر بن عبداللہؓ وغیرہ نے بیان کیا کہ گردِ لشکرِ اسلام ایک خندق کھودی گئی۔ خندق کی کھدائی کے درمیان ایک پتھر بڑا مضبوط زمین میں گڑا ہوا تھا اور ہم لوگ (اصحاب) اس کے توڑنے سے عاجز آ گئے۔ مجبوراً پیغمبر اسلامؐ سے عرض کیا گیا۔ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ میں خود آتا ہوں۔ اس وقت بوجہ بھوک کے رسول خداؐ کے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا۔ مگر رسول خداؐ نے اس سخت اور بھاری پتھر کو ایک کدال کی ضرب سے پارہ پارہ کر دیا۔۔۔

پیغمبر اسلامؐ نے سلمان فارسی سے کدال ہاتھ میں لے کر اس زور سے پتھر

پر پارا کہ وہ پتھر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور پتھر سے ایک ایسا شعلہ نکلا کہ تمام مدینہ اس کی چمک سے روشن ہو گیا۔

بیان کیا گیا ہے کہ خندق کا ایک حصہ بوجہ تعجیل کے ایک جانب سے تنگ رہ گیا تھا۔ پیغمبر اسلامؐ کو خطرہ و اندیشہ تھا کہ مبادا دشمن اس تنگ خندق سے گزر کر لشکر اسلام میں آجائیں لہٰذا آپ خود بہ نفس نفیس اس مقام پر پہرہ داری و نگرانی فرماتے تھے۔

صلح حدیبیہ اور جناب رسولؐ کی حکمت اور شجاعت

بعض معزز اصحاب نے پیغمبر اسلامؐ سے صلح حُدیبیہ کے معاملہ میں حجت کی حتیٰ کہ پیغمبر اسلامؐ کی نبوت و رسالت میں شک بھی کیا۔ چنانچہ صحیح بخاری میں یہ الفاظ درج ہیں۔ بحوالہ تاریخ احمدی ص ۵۴ و اسوۃ الرسول جلد ۳ ص ۱۵:

عمر ابن الخطاب نے صلح حدیبیہ پر پیغمبر اسلامؐ سے کہا۔ کیا آپ نبیِ برحق نہیں ہیں؟ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ میں بے شک نبی برحق ہوں۔ میں نے کہا کہ ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ پیغمبر نے فرمایا: بے شک ہیں۔ تو میں نے کہا تو پھر ہم کیوں اس وقت اپنے دین میں کمزوری اور نقص گوارا کریں؟ پیغمبرؐ نے فرمایا: میں خدا کا رسول ہوں اسلئے خدا کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا۔ وہی میرا مددگار ہے۔

(ثابت ہوا کہ رسولخداؐ، خدا کی مکمل اطاعت فرماتے تھے اور اس سلسلے میں کسی کی مخالفت یا نقصان کی پرواہ نہ فرماتے تھے۔ یہی سنت رسولؐ ہے اور اسلام کی حقیقت ہے کہ بقولِ اقبالؔ:

مومن تو فقط حکمِ الٰہی کا ہے پابند

جناب رسولؐ کی
دیانت وشرافت اورشجاعت کی انتہا

جناب رسولؐ کی دیانت وشرافت اورشجاعت کی انتہا

صاحبانِ احساس کے قلوب میں اگر جوہرِ شجاعت ہے تو وہ پیغمبر اسلامؐ کے اس اندازِ شجاعت کو سمجھ سکیں گے کہ فتح مکہ کے موقعہ پر نہ تو پیغمبر اسلامؐ نے اہلِ مکہ کو ڈرایا نہ دھمکایا نہ یہ مطالبہ کیا کہ مکہ کو خالی کر دیا جائے۔ مگر اہل مکہ کے قلوب پر رعبِ شجاعت پیغمبر اسلامؐ اس درجہ پر تھا کہ وہ خود مکہ میں نہ ٹھہر سکے اور انہوں نے پہاڑوں پر پناہ لے لی۔ پیغمبر اسلامؐ کا مظاہرۂ شجاعت یہ بھی دیکھنے کے قابل ہے کہ بعد ادائے مناسکِ عمرہ حسبِ وعدہ آپؐ نے مکہ کو خالی کر دیا اور اصحاب کو حکم دے دیا کہ اب رات مکہ میں کوئی بسر نہ کرے۔

تاریخِ عالم کسی عالم کسی شجاع و بہادر کے حالات زندگی میں ایسے شجاعت کے کارنامے پیش نہیں کر سکتی۔ مکہ پر پیغمبر اسلامؐ کا گویا مکمل قبضہ ہو گیا تھا۔ مکہ کو اہل مکہ نے خالی بھی کر دیا تھا۔ پیغمبر اسلامؐ کے پاس دس ہزار مسلح فوج بھی تھی۔ پھر پیغمبر اسلامؐ کا وطن یہی مکہ تھا اور اصحاب پیغمبر بھی اسی مکہ کے باشندہ تھے جو سخت اذیتیں دے کر مکہ سے نکالے گئے تھے۔ لہٰذا عوضِ معاوض گلہ ندارد۔ پہلے کفار مکہ نے پیغمبر اسلامؐ کو نکال دیا اور اب مکہ پر اہل اسلام کا قبضہ تھا۔ اگر اس وقت اہل اسلام مکہ کو تہ تیغ بھی کر دیتے تب بھی حق بجانب تھے۔

تاریخ عالم میں ایسے ہی واقعات پائے جاتے ہیں اور انہی واقعات کو شجاعت سمجھا جاتا ہے مگر وہ شجاعت نہیں ہوتی۔ بلکہ نقلِ شجاعت ہوتی ہے۔ پیغمبر اسلامؐ کا یہ اندازِ شجاعت جداگانہ ہے۔ گویا آپ کو یقین ہے کہ ہم مکہ سے بار بار چلے

جانے کے بعد بھی اتنی طاقت کے مالک ہیں کہ پھر مکہ و اہل مکہ پر قبضہ کر سکتے ہیں۔ آپ کو گویا اپنی فطری شجاعت پر اعتماد کامل ہے۔ اور درحقیقت وہی حقیقی شجاع ہے جو اپنے اوپر کامل اعتماد رکھتا ہو۔ اسوۃ الرسول ص ۲۷۱ جلد سوم:

داخلہ مکہ سے پہلے تمام لشکرِ اسلام میں حکم عام دے دیا گیا:

۱۔ جو شخص ہتھیار رکھ دے اسے قتل نہ کرو۔

۲۔ جو شخص خانۂ کعبہ میں پناہ لے اس کو قتل نہ کیا جائے۔

۳۔ جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے وہ قتل نہ کیا جائے۔

۴۔ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے وہ قتل نہ کیا جائے۔

۵۔ جو شخص حکیم ابن حزام کے گھر میں چھپ جائے اس کو امان ہے۔

۶۔ بھاگنے والوں کا تعاقب نہ کیا جائے۔

۷۔ زخمیوں کو قتل نہ کرو۔

۸۔ قیدیوں کو قتل نہ کرو۔

جناب رسولخداؐ کا صبر اور معافیاں

پھر جب پیغمبر حج و عمرہ کے لئے مکہ آئے تو ان کو داخل مکہ نہیں ہونے دیا اور ان کو واپس کر دیا گیا غرض کوئی ظلم ایسا نہ تھا کہ قریش مکہ نے پیغمبر اسلامؐ پر نہ کیا ہو۔ ان تمام حالات کے مطابق پیغمبر اسلامؐ بعد فتحِ مکہ قریشِ مکہ کو جو بھی سزا دیتے وہ سب عین انصاف تھا۔ اور خلاف شرائط و قوانین شجاعت بھی نہ تھا۔

اہل مکہ کو اس موقعہ پر سزا دینا اور ان سے انتقام لینا تو مشکل نہیں تھا۔

کیونکہ وہ مرعوب اور بے بس تھے اور پیغمبر اسلامؐ دس ہزار کا مسلح لشکرِ جرار رکھتے تھے۔ مگر پیغمبر اسلامؐ اہل عالم کے سامنے شجاعت کا ایک ایسا اعلیٰ و ارفع نمونہ رکھنا چاہتے تھے جو اپنی مثال آپ ہو۔ اور بس۔

جناب رسولخداؐ کا صبر اور شجاعت

علامہ شبلی سیرۃ النبی جلد اول ص ۳۶۲، پر غزوہ حنین کے موقع پر لکھتے ہیں کہ صحیح بخاری میں ہے کہ سب لشکرِ اسلام پیٹھ پھیر کر چلا گیا اور محمد صلعم اکیلے میدان جنگ میں رہ گئے۔ تیروں کا مہینہ برس رہا تھا، بارہ ہزار فوجیں ہوا ہوگئی تھیں۔ لیکن ایک پیکرِ مقدس اپنی جگہ پر تھا۔ جو تنہا ایک فوج، ایک ملک، ایک اقلیم، ایک عالم بلکہ مجموعہ کائنات تھا۔ آنحضرتؐ نے داہنی جانب دیکھا اور پکارا۔ یا معاشر انصار! آواز کے ساتھ صدا آئی ہم حاضر ہیں۔ آپ نے بائیں جانب مڑ کر دیکھا اور پکارا اب بھی وہی آواز آئی۔ آپ سواری سے اتر پڑے اور جلال نبوت کے لہجہ میں فرمایا: میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا پیغمبر ہوں۔ بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ یہ رجز آپ کی زبان پر تھا انا النبی لا کذب میں خدا کا نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے۔ انا ابن عبد المطلب۔ میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔ حضرت عباس ابن عبد المطلب بلند آواز تھے۔ آپؐ نے ان کو حکم دیا کہ مہاجرین و انصار کو آواز دو۔ انہوں نے نعرہ مارا: یا معاشر الانصار! اے گروہ انصار یا اصحاب الشجرہ! اے اصحاب شجرہ (بیعت رضوان والو!) اس پُر اثر آواز کا کانوں میں پڑنا تھا کہ فوج دفعتاً پلٹ پڑی۔ جن لوگوں کے گھوڑے کشمکش اور گھمسان کی وجہ سے نہ ٹھہر سکے انہوں نے زرہیں پھینک

دیں اور گھوڑوں پر سے کود پڑے۔ دفعتاً لڑائی کا رنگ بدل گیا۔ کفار بھاگ نکلے اور جو نہ بھاگے ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑ گئیں۔ بنو مالک (بنو مالک ثقیف کی ایک شاخ تھی) جم کر لڑے لیکن ان کے ستر آدمی مارے گئے اور جب ان کا علمدار عثمان بن عبداللہ بھی مارا گیا تو وہ ثابت قدم نہ رہ سکے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔

پیغمبر اسلامؐ نے صرف تنہا اپنے بھاگے ہوئے لشکر کو دعوتِ جنگ دی اور ان کو جنگ پر ابھارا اور صرف تنہا دشمن کے لشکر کی صفوف میں گھس کر ان کو للکارا۔ آپؐ کے اس طریقِ کار اور شجاعانہ انداز کا یہ نتیجہ ہوا کہ لشکرِ اسلام کے تین سو سپاہی واپس آ گئے۔ علی ابن ابی طالبؑ پہلے سے ہی ہم رکاب تھے۔ بس رسولؐ کی شجاعت و ثبات نے تین سو سپاہیوں کے خون میں وہ طاقت پیدا کر دی کہ وہی شکست خوردہ سپاہی تیس ہزار لشکر پر غالب آ گئے۔ صرف ان کو بھگا ہی نہ دیا بلکہ ان کو قید بھی کر لیا۔

جناب رسولخداؐ کی شجاعت اور امن دوستی

روضۃ الاحباب ص ۴۹۰ محدث شیرازی لکھتے ہیں:

تبوک سے واپسی میں ایک رات کو ایک گھاٹی راہ میں آئی پیغمبر اسلامؐ نے منادی کے ذریعہ اعلان کر دیا کہ کوئی شخص اس گھاٹی پر نہ چڑھے جب تک کہ پیغمبر اسلامؐ اس گھاٹی سے نہ گزر جائیں۔ پس پیغمبر اسلامؐ مع حذیفہ بن الیمانی و عمار یاسر اس گھاٹی پر چڑھے حذیفہ نے مہار شتر پیغمبر اسلامؐ کو پکڑا ہوا تھا۔ اور عمار عقب سے اونٹ کو ہنکا رہے تھے۔ حذیفہ کہتے ہیں کہ ناگاہ میں نے دیکھا کہ بارہ سوار (بروایت چودہ سوار) اس طرف کو آئے۔ میں نے پیغمبر اسلامؐ کو اس حملہ سے آگاہ

کیا پیغمبر اسلامؐ نے بآواز بلند ان کو للکارا۔ تو وہ سب کے سب بھاگ گئے۔

پیغمبر اسلامؐ کی شجاعتِ بے مثل کا یہ واقعہ بھی ایک اعلیٰ نمونہ ہے اور اس قابل ہے کہ اقوام عالم و رہبران ممالک آپ کے نقش قدم پر چل کر گوہر نایاب شجاعت کو حاصل کریں اور دنیا و دین کی باوقار زندگی کے مالک بن جائیں۔

پیغمبر اسلامؐ نے اپنی نبوت کا اعلان بعمر چالیس سال کیا اور آپ کی وفات پر ۶۳ سال کی عمر میں ہوئی۔ تیرہ سال مسلسل آپؐ نے مکہ والوں کے مظالم برداشت کیے اور کلمہ حق کی تبلیغ کرتے رہے۔ جب دشمنوں نے شبِ ہجرت ارادۂ قتلِ پیغمبر مصمم کر لیا تو آپؐ نے مجبوراً مدینہ کا سفر اختیار کیا اور مدینہ میں گیارہ سال قیام فرمایا۔ قبائل عرب و اہل مکہ مسلسل ہر سال حملے پر حملہ کرتے رہے۔ پیغمبر اسلامؐ مدافعانہ جنگ کرتے رہے۔ ان تمام تاریخی حالات و واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ آخر میں فتح و کامرانی پیغمبر اسلامؐ کو حاصل ہوئی اور کثرت و طاقت اور مشرکین کی تعداد پیغمبر اسلامؐ کا کچھ نہ بگاڑ سکی۔ روز بروز رعبِ شجاعتِ رسولؐ بڑھتا ہی گیا حتیٰ کہ تمام اقوام و قبائلِ عرب تا شام و یمن وغیرہ مطیع پیغمبر اسلامؐ ہو گئے۔ اور وہ اہلِ عرب جو کسی شجاع کو کبھی نظر میں نہ لاتے تھے اور جن کی فطرت میں شجاعت تھی مگر شجاعتِ پیغمبر اسلامؐ کے مقابلہ میں ایسے زیر ہو گئے کہ پھر انہوں نے یا ان کی نسلوں نے کبھی سرتابی نہ کی۔ جناب رسولؐ کی حکمت اور امن پسندی رہتی دنیا تک یادگار اور نمونہ شجاعت و حکمت رہے گی۔

عفّت و حیا

تعریف عفت بہ الفاظ حکماء:

انسان جب اپنی قوت شہوی پر قابو حاصل کر لیتا ہے۔

(۱)اور وہ قابو اس درجہ کا ہو کہ وہ اکتسابِ حصول ضروریات زندگی اور بری خواہشات کے جذبہ سے بے قابو نہ ہو سکے اور جبکہ انسان نقطہ اعتدال کو پالیتا ہے اور اسی نقطۂ اعتدال کے مطابق اس کی قوت شہوی (خواہشات) میں تحریک پیدا ہوتی ہے تو وہ صفت عفّت کا مالک بن جاتا ہے۔

(۲)اخلاق ناصری ص ۱۲۱ مطبوعہ نولکشور ۱۹۰۶ء:

یعنی جب انسان اپنی خواہشات پر اتنا قابو پالے کہ وہ تمام حرام کاموں سے خود بچا سکے تو وہ عفت یعنی پاکباز ہو جاتا ہے۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔

''یقیناً رسول خدا محمد مصطفیٰ اہل عالم کے لئے نمونہ اعلیٰ ہیں۔''

(۳)صفتِ عفّت یعنی خود کو گناہوں اور ہر قسم کے ظلم اور برائیوں سے بچا لیناہی وہ اعلیٰ صفت ہے، جو انسان کے کمالات کو انسانی روپ میں پیش کر سکتی ہے۔اور جہاں یہ صفت موجود نہیں ہے، وہاں انسان درندہ ہے، نفس پرست ہے، عیار و مکار ہے ظالم و جابر ہے اور ہر صفت مذموم کا موصوف ہے۔اتنا لکھنے کے بعد میں چاہتا ہوں کہ پیغمبر اسلامؐ کے ہر دور حیات طفلی، جوانی، پیری و ہر عہد، رزم، بزم، خانہ داری، ہمسائیگی وغیرہ میں صفت عفّت یعنی تقویٰ یا برائیوں سے بچنے کی صفت کو دیکھوں اور اس کے اعلیٰ نمونے اہل عالم کے سامنے رکھ دوں، تاکہ وہ اور ان کے بعد کی آنے والی نسلیں، اس منارہ ہدایت سے صحیح راستہ پاسکیں۔

عفتِ رسولؐ اور حضرت خدیجہؑ سے شادی

خدیجہؑ نے بہت اکرام و اعزاز سے ایک بہت قیمتی کرسی پیش کی اور عرض

کی کہ ''آج تو آپ اپنی حاجت بیان فرمایں گے۔''

محمد صلعم نے یہ سن کر اپنی گردن جھکالی اور آپ کی پیشانی سے پسینہ کے قطرے ٹپکنے لگے اور جب خدیجہؑ کا اصرار حد سے بڑھا تو آپؐ نے اپنے چچا ابو طالبؑ کے الفاظ کا اعادہ کیا۔ یہ سن کر خدیجہؑ مسکرائیں اور کہنے لگیں:۔

''یا محمدؐ اگر ہم آپ کے واسطے ایک ایسی عورت تلاش کر دیں کہ جو مال و جمال میں بہترین ہو اور عادات و اطوار میں آپ کے قریب ہو تو کیا آپ راضی ہو جائیں گے؟''

محمدؐ نے دریافت کیا کہ وہ عورت کون ہے؟ مجھ کو بتائیے تاکہ میں اس کا تذکرہ اپنے چچا سے کروں اور ان سے اس معاملہ میں مشورہ کروں۔

خدیجہؑ نے عرض کیا:۔

''اے محمدؐ خدیجہ خود اپنے کو آپؐ کی کنیزی میں دینا چاہتی ہے۔خدا نے آپ کی محبت کو میرے دل میں ڈال دیا ہے اور یہ الفاظ بھی کہے۔''''میں خوب جانتی ہوں کہ آپ پروردگار کی جانب سے موید (یعنی مدد پائے ہوئے) ہیں۔''

جب محمد صلعم نے خدیجہؑ کی زبان سے یہ الفاظ سنے تو آپ نے سر کو جھکالیا اور بوجہ شرم و حیاء کے آپ کی پیشانی پر سے پسینہ کے قطرات ٹپکنے لگے۔

(تاریخ نے ثابت کر دیا کہ جناب رسولخداؐ نے حضرت خدیجہؑ سے شادی کی خواہش نہیں فرمائی تھی بلکہ خود حضرت خدیجہؑ نے رسولخداؐ سے شادی کرنے کا پیغام خود اپنی زبان سے دیا۔اس لئے مغربی مورخین کا یہ کہنا غلط ہے کہ رسولخداؐ نے حضرت خدیجہؑ سے شادی اس لئے کہ تاکہ آسانی سے بے پناہ دولت کمالیں اور عیش کریں۔(معاذ اللہ!)

از کتاب خلاصۃ السیر محب الدین احمد بن عبداللہ الطبری المتوفی ۶۹۴ھ فصل العاشر۔

حضرت خدیجہؑ کا مقام اور خدمات

''عائشہؓ ناقل ہیں کہ پیغمبر اسلامؐ خدیجہ کا ذکر فرماتے تھے تو ان کی تعریف سے رکتے ہی نہ تھے۔ ایک روز مجھے رشک وغیرت آئی اور میں نے کہا کہ اب تو آپ کو خدا نے اس بڑھیا کے عوض ایک کم سن دلہن دے دی۔ میں نے دیکھا کہ آپ پر شدید غیظ وغضب طاری ہوا اور میں لرز کر دل میں کہنے لگی کہ اے خدا اگر اس مرتبہ تو نے اپنے رسولؐ کا غصہ ٹال دے گا تو زندگی بھر کبھی خدیجہ کو برا نہ کہوں گی۔ اتنے میں پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ تم نے کیا سمجھ کر ایسا کہا؟ خدا کی قسم جب لوگوں نے مجھ کو چھوڑ دیا تھا، وہ ایمان لائیں اور اس وقت مجھ کو پناہ دی جب سب چھوڑ کر چلے گئے تھے اور انہوں نے میری تصدیق کی جب لوگ مجھ کو جھٹلا رہے تھے۔ خدا نے ان سے مجھ کو اولاد مرحمت کی اور تم کو محروم رکھا:'' (اسد الغابہ ص ۴۳۸)

''عائشہؓ سے مروی ہے کہ مجھے سوتا پے کا رشک جس قدر خدیجہؑ سے تھا آنحضرتؐ کی کسی بی بی سے نہ تھا۔ میں نہیں جانتی کہ اگر میں ان کے ساتھ ہوتی تو مجھ پر کیا بیت جاتی۔ میرا حسد اس لئے تھا کہ آنحضرتؐ خدیجہؑ کا ذکر بکثرت کرتے تھے۔ اگر آپؐ ایک بکری ذبح کرتے تھے تو خدیجہ کی سہیلیوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر ہدیۃً گوشت بھیجا کرتے تھے۔۔۔'' (اسد الغابہ ص ۴۳۸)

عِفّت کا واقعہ

از کتاب حیات القلوب جلد دوم ص ۲۰۶:

''جب آپ مسرور ہوتے تھے تو اپنی آنکھیں بند کر لیتے تھے۔ اور خوب اظہار

مسرت فرماتے تھے لیکن بیشتر آپ کا ہنسنا صرف تبسم ومسکراہٹ ہوتا تھا اور آپ باآواز بلند کبھی نہیں ہنستے تھے۔۔۔''

سب سے افضل کون ہوتا ہے؟

''پیغمبر اسلامؐ کے نزدیک سب سے زیادہ قابل عزت و بزرگ شخص وہ تھا جو دوسروں کے ساتھ غم خواری، امداد واحسان اور نصرت زیادہ سے زیادہ کرتا ہو۔''

آپؐ نے فرمایا: ''سب سے اچھا انسان وہ ہے جو دوسروں کو فائدے پہنچائے۔'' (الحدیث)

جناب رسولخداؐ کا اخلاق

''پیغمبر اسلامؐ کا خلق عام سب کے لئے عام تھا۔ آپ کے نزدیک سب حق میں مساوی تھے اور آپ کی مجلس صرف بُردباری، حیاء، سچائی، اور امانت داری کی مجلس ہوتی تھی۔ اس میں شور نہیں ہوتا تھا۔ اس میں کسی کی برائی نہیں کی جاسکتی تھی۔ کسی سے اگر خطا ہو جائے تو اس کا ذکر تک نہیں کیا جاتا تھا، تمام حاضرین باہم مقام عدالت وانصاف واحسان میں رہتے تھے۔''

''پیغمبر اسلامؐ کے ساتھ رہنے سے کسی کو نقصان نہیں پہنچتا تھا۔ نہ آپؐ میں کوئی بُری عادت تھی، نہ آپ سخت مزاج تھے۔ کبھی باآواز بلند زور سے نہیں بولتے تھے۔ کبھی گندی فحش بات زبان پر نہیں لاتے تھے۔ کبھی کسی کے عیب بیان نہیں کیے۔ کوئی بھی ان سے ناامید نہیں ہوتا تھا کسی سے وہ جھگڑا نہیں کرتے تھے۔''

''پیغمبر اسلامؐ کی خاموشی چار وجہ سے ہوتی تھی۔(۱) یا تو بوجہ حلم جبکہ کوئی جاہل انسان نامناسب کلام کرے۔ (۲) کسی کے ضرر پہنچانے کے خیال سے۔ یا (۳) بلحاظ حفظِ مراتبِ انسانی (۴) کسی بھی معاملہ اور اندازہ کے غور وفکر کی وجہ سے پیغمبر اسلامؐ میں حلم وصبر جمع ہوگیا تھا۔کوئی بات ان کو غضب ناک نہیں کرتی تھی۔اور کسی وجہ سے بھی ان کے استقلال میں فرق نہیں آتا تھا۔''

ناظرین نے عبارت مذکورہ پر غور کیا ہوگا۔ یہ تمام صفات ایسے ہی انسان میں جمع ہوسکتے ہیں جو اپنے نفس اور قوائے شہوانیہ وغضبہ (تمام خواہشاتِ نفس) پر کامل تصرُّف یا قابو رکھتا ہو۔ نہ اس کو کوئی خواہش نفسی مغلوب کرسکے نہ کوئی غصہ کی بات ناجائز کام پر آمادہ کرسکے۔ نہ کسی کے حق کو غصب کرنے کا خیال اپنے فائدہ یا احساس برتری کی غرض سے اس کے دل و دماغ میں آئے۔ اس کا سلوک اور برتاؤ ہر صنف کے انسان کے ساتھ عادلانہ ومساویانہ ہو۔ اس کو اپنے نفس وقلب و دماغ پر اتنا قابو ہو کہ اس کو نہ حرص، نہ غصہ، نہ حظِ نفس، نہ اقتدارِ حکومت، نہ جاہ طلبی، نہ ملک گیری کا جذبہ حتّٰی کوئی شے بھی راہِ اعتدال سے نہ ہٹا سکے۔

عفت، قناعت کا واقعہ

(۱) از کتاب حیات القلوب جلد دوم ترجمہ:

امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کا لباس پرانا ہوگیا تھا۔ ایک شخص خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے بارہ درہم ہدیہ یعنی تحفے کے طور پر پیش کئے۔ پیغمبرؐ اسلام نے علیؑ ابن ابی طالب سے فرمایا۔ اے علی یہ درہم لے جاؤ اور میرے

لئے لباس خرید لاؤ۔علی نے کہا کہ میں بازار گیا اور بارہ درہم میں ایک پیراہن خرید کیا۔ جب میں خدمتِ پیغمبرؐ میں حاضر ہوا تو آپؐ نے لباس کو دیکھا اور فرمایا کہ اے علی اس سے کم درجہ کا لباس میں پسند کرتا ہوں۔ اے علی یہ ممکن ہے کہ تم دوکاندار سے کہو کہ یہ واپس لے لے۔علیؑ نے عرض کیا۔ میں کچھ نہیں کہہ سکتا ہوں کہ دوکاندار واپس لے گا یا نہیں؟ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا اچھا جاؤ اور کوشش کرو کہ یہ لباس واپس ہوجائے۔ بہرحال میں دوکاندار کے پاس واپس گیا اور اس سے کہا کہ خدا کا رسولؐ اس لباس کو نہیں چاہتا۔تم واپس لے لو۔ وہ دوکاندار راضی ہوگیا اور اس نے روپیہ واپس کردیا۔ جب وہ روپیہ آپ کو مل گیا تو آپ وہ روپیہ لے کر میرے ساتھ بازار آئے۔ اثنائے راہ میں دیکھا کہ ایک کنیز راستہ میں بیٹھی رو رہی ہے۔آپؐ نے کنیز سے دریافت کیا کہ کیوں روتی ہے؟ اس نے عرض کیا: یارسول اللہؐ میرے مالک نے مجھ کو چار درہم دیئے تھے کہ میں بازار سے سودا خرید لاؤں۔ وہ درہم کھو گئے ہیں اب میری ہمت نہیں ہوتی کہ گھر واپس جاؤں۔ پس آپؐ نے اپنے بارہ درہم سے چار درہم اس کو عطا فرمادیئے اور کہا کہ تو اپنے گھر واپس چلی جا۔ پھر آپ بازار تشریف لائے اور چار درہم کا ایک لباس خرید کیا اور شکرِ خدا ادا کیا۔ جب آپ واپس ہو رہے تھے تو راستہ میں ایک برہنہ انسان کو دیکھا آپ نے خرید کردہ لباس اس کو عطا فرمادیا۔ اور بازار واپس ہوکر باقی چار درہم کا دوسرا لباس خریدا اور شکرِ خدا کیا۔ اور آپ پھر واپس ہوئے۔ راستہ میں پھر اسی کنیز کو دیکھا کہ راہ میں بیٹھی ہوئی ہے۔آپ نے اس سے پوچھا کہ اب راہ میں کیوں بیٹھی ہے؟ کیوں اپنے گھر نہیں گئی؟ اس نے عرض کیا: رسول اللہؐ گھر سے نکلے ہوئے دیر ہوگئی ہے۔ اب گھر جاؤں گی تو مار پڑے گی۔آپؐ نے فرمایا کہ آگے آگے

چل اور مجھے بھی ساتھ لے چل۔ کنیز آگے آگے اور پیغمبر اسلامؐ اس کے پیچھے پیچھے چلے۔ درِخانہ پر پہنچ کر پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا:

''سلامٌ علیکم اے صاحبان خانہ۔'' مکان کے اندر سے کوئی جواب نہیں آیا۔ پھر آپ نے ''سلام علیکم یا اہل خانہ'' فرمایا پھر جواب نہ آیا۔ پھر آپ نے سلام کیا۔ پھر جواب آیا علیک السلام یارسول اللہؐ ورحمتہ اللہ و برکاتہ۔

آپ نے اہل خانہ سے فرمایا کہ میرے پہلے اور دوسرے سلام کا جواب کیوں نہیں دیا؟ صاحبان خانہ نے عرض کیا: اے رسول اللہؐ: ہم جانتے تھے کہ آپ کے بار بار سلام کرنے سے ہمارے گھر کی سلامتی و برکت زیادہ ہوگی۔ آپ نے فرمایا کہ تمہاری کنیز کو راستہ میں دیر زیادہ ہوگئی ہے اس کو کچھ نہ کہنا اور مواخذہ نہ کرنا۔ صاحبان خانہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ کی تشریف آوری کی وجہ سے ہم اس کو آزاد کرتے ہیں۔

پیغمبرِ اسلامؐ نے شکر خدا ادا کیا اور فرمایا کہ ایسے بارہ (۱۲) درہم کبھی نہیں دیکھے تھے کہ جن کی برکت کا یہ حال ہے کہ دو برہنہ اشخاص کو اس سے لباس پہنایا گیا اور ایک کنیز کو ان کے ذریعہ سے آزاد کرادیا گیا۔

(ثابت ہوا کہ ہمارا اسراف کے بجائے قناعت اور کم سے کم خرچ سنت رسولؐ ہے اور بچے ہوئے مال سے دوسروں کی خدمت کرنا افضل ترین عبادت ہے۔)

خدا کے بندے تو ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اسکا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا
(اقبالؔ)

عفت (قناعت) کا واقعہ

ازکتاب حیات القلوب جلد دوم ص ۲۱۶:

''امام جعفر صادقؑ نے دوسری حدیثِ معتبر میں فرمایا کہ پیغمبر اسلامؐ دنیا سے رحلت فرما گئے تو آپؐ نے نہ کوئی درم نہ دینار، نہ غلام نہ کنیز نہ کوئی بکری نہ اونٹ بحر سواری کے اونٹ کے کچھ ترکہ نہیں چھوڑا اور آپؐ کی زرہ مدینہ کے ایک یہودی کے پاس رہن تھی۔ اس کو رہن کرکے آپ نے بیس صاع جو (اناج) اپنے اہل وعیال کے لئے قرض لئے تھے۔ امام جعفرؑ نے فرمایا کہ پیغمبرِ اسلامؐ کے زمانہ میں فقراء مسجد میں سوتے تھے۔ ایک رات ان کے ساتھ کھانا کھایا۔ ایک پتھر کی دیگ میں کھانا پکایا۔ تیس افراد اس سے سیر ہوگئے۔ باقی کھانا پیغمبرِ اسلامؐ اپنے اہل وعیال کے لئے لے گئے اور وہ بھی سیر ہوگئے۔''

جناب رسول خداؐ کی قناعت

عام زندگی، صبر حلم، صبر و شجاعت پاکیزہ کردار، اخلاق
اور
بولنے کا انداز

صبر قناعت اور عفت (ورع کا) واقعہ

از کتاب حیات القلوب ص ۲۲۹ ترجمہ عبارت:

ایک شخص خدمتِ پیغمبر اسلامؐ میں حاضر ہوا دیکھا کہ آپؐ ایک چٹائی پر سو رہے ہیں اور چٹائی پر سونے سے اس کے نشانات آپؐ کے جسم پر ابھر آئے ہیں اور آپؐ کے سر کے نیچے کھجور کے پتوں کا تکیہ رکھا ہے کہ اس کے نشانات آپ کے رخسار پر پڑ گئے ہیں۔ بس اس شخص نے کہا کہ ایران و روم کے بادشاہ ریشم و دیبا کے بستروں پر سوتے ہیں، آپ ایسے بستر و تکیہ پر سوتے ہیں؟

پیغمبرِ اسلامؐ نے فرمایا کہ قسم بخدا میں ان سے بہتر ہوں اور خدا کے نزدیک ان سے بہتر و معزز ہوں، مجھ کو دنیا کی چیزوں سے کیا کام ہے؟ دنیا کی مثال اِس سے زیادہ نہیں ہے کہ ایک سوار کسی درخت کے پاس سے گزرے اور کچھ دیر اس درخت کے سایہ میں آرام کرے اور جب سایہ اس درخت سے ہٹ جائے تو وہ سامان اٹھا کر روانہ ہو جائے۔

(ثابت ہوا کہ افضل وہ ہوتا ہے جو خدا کے نزدیک افضل اور خدا کا پسندیدہ بندہ ہو۔ مالِ دولت اور دکھاوے یا اسراف اور عیش و عشرت سے کوئی انسان افضل نہیں قرار دیا جا سکتا۔)

جناب رسولخداؐ کی عام زندگی

از کتاب حیات القلوب جلد دوم ص ۲۳۳:

''پیغمبر اسلامؐ بہت ہی معمولی غذا کھاتے تھے۔ مثل جو وخرما اور آپ سے جو کچھ مانگا جاتا تھا آپ عطا فرما دیتے تھے، آپ زمین پر بیٹھتے تھے، زمین ہی پر کھانا کھاتے تھے۔ آپ زمین ہی پر سوتے تھے۔ اپنے جوتے اور لباس کو خود سی لیتے تھے۔ مکان کا دروازہ خود کھولتے تھے، اپنی بکری کو خود دوہتے تھے، اپنے اونٹ کو خود باندھتے تھے، جب نوکر چکی چلانے سے تھک جاتا تھا تو خود اس کی مدد کرتے تھے، وضو کا پانی رات کو خود بھرتے تھے۔ آپ کا سر ہمیشہ جھکا رہتا تھا۔ آپ لوگوں کی موجودگی میں تکیہ نہیں لگاتے تھے، اپنے گھر والوں کی خود خدمت کرتے تھے، آزاد یا غلام جو دعوت میں بلاتا تھا شرکت کرتے تھے اگرچہ وہ دعوت ایک گوشت کی بوٹی پر ہی کیوں نہ ہو۔ تحفے کو قبول کرتے تھے اگرچہ وہ ایک دودھ کا پیالہ ہی کیوں نہ ہو، صدقہ نہیں کھاتے تھے۔ تادیر لوگوں کی طرف نہیں دیکھتے تھے۔ دینوی معاملات کی وجہ سے کسی پر غصہ نہیں کرتے تھے۔ بھوک کی وجہ سے کبھی کبھی پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تھے۔ جو کچھ بھی سامنے لایا جاتا تھا کھا لیتے تھے۔ کسی چیز کو رد نہیں کرتے تھے۔ یمنی چادر اوڑھتے تھے اون کا جبہ اور موٹا لباس، کتان یا سوتی یعنی معمولی لباس پہنتے تھے۔ اکثر آپ کا لباس سفید ہوتا تھا۔''

''فقراء و مساکین کے ساتھ بیٹھتے تھے۔ ان کے ہمراہ کھانا کھاتے تھے۔ صاحبانِ علم و صلاح و اخلاق حسنہ کو دوست رکھتے تھے، ہر قوم کے شرفاء کی تالیفِ قلوب کرتے تھے۔ اپنے عزیزوں پر احسان کرتے تھے۔ ہر شخص کے آداب اور عزت اور کا لحاظ رکھتے تھے۔ جو عذر پیش کرتا تھا عذر قبول کرتے تھے۔ وحی اور موعظہ کے اوقات کے علاوہ آپ تبسم زیادہ کرتے تھے۔ آپ کے ہنسنے کی آواز کبھی بلند نہیں ہوتی تھی، لباس و خوراک کے معاملہ میں اپنے غلاموں پر زیادتی نہیں کرتے تھے۔ کبھی آپؐ نے کسی کو گالی نہیں دی۔ کبھی آپؐ نے

خدمتگاروں اور عورتوں کو برا نہیں کہا، جب کبھی کوئی آزاد یا غلام اپنی ضرورت سے آپؐ کے پاس آتا تو آپ کھڑے ہو جاتے تھے اور اس کی حاجت رفع کرنے کے لئے اس کے ساتھ جاتے تھے۔ آپ سخت مزاج نہ تھے غصہ سے کبھی صدا بلند نہیں کرتے تھے برائی کا بدلہ نیکی سے دیتے تھے۔ جب کسی سے ملاقات ہوتی تو پہلے خود سلام کرتے تھے۔ اور خود مصافحہ کرتے تھے۔ جب کسی مجلس میں بیٹھتے تو ذکر خدا کرتے تھے۔ آپ رو بہ قبلہ بیٹھتے تھے۔ جو آپ کے پاس آتا اس کی عزت کرتے تھے اور اس کے لئے اپنی عبا بچھا دیتے تھے اور اس پر ایثار اور مہربانیاں کرتے تھے۔۔۔ آپ شکار نہیں کرتے تھے۔ مگر شکار کا گوشت کھاتے تھے۔'' (ابن شہر آشوب)

صبر و حلم کا عظیم واقعہ

انس سے روایت ہے کہ ایک اعرابی آیا اور پیغمبر اسلامؐ کی ردا کو اس زور سے کھینچا کہ ردا کا نشان آپ کی گردن میں رہ گیا اور کہا کہ مال خدا سے مجھ کو کچھ دو۔ پیغمبر اسلامؐ نے لطف سے اس سے بات کی اور ہنسے اور آپ نے کہا کہ اس کو کچھ دے دو اس پر خدا نے آیت نازل کی کہ: وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ④

یقیناً اے محمدؐ تم خلق عظیم پر فائز ہو۔'' (سورۂ قلم، آیت ۴)

سخاوت بعمر ۷ سال

''حضرت علی ابن ابی طالبؑ کی والدہ گرامی نے فرمایا کہ میرے مکان کے صحن میں ایک درختِ خرما تھا جو خشک ہو گیا تھا اور اس کو خشک ہوئے زمانہ دراز گزر چکا تھا۔ ایک روز محمد بعمر کم سنی اس کے پاس آئے اور اس کو چھوا۔ اس کے

بعد وہ درخت سرسبز اور شاداب ہوا اور اس میں کھجوریں آنے لگیں۔ میں نے اس درخت کی کھجور کی ایک تھیلی محمدؐ کے لئے جمع کر رکھتی تھی۔ جبکہ وقتِ دوپہر ہوتا تھا تو محمدؐ میرے پاس آتے اور کہتے کہ اے چچی جان مجھ کو کھجور دے دیجیے اور میں ان کو کھجوروں کا تھیلا دے دیا کرتی تھی اور وہ اس کو باہر لے جا کر بنی ہاشم کے بچوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ یہ آپ کا روزانہ کا معمول تھا۔

(معلوم ہوا دوسروں کو کھلانا عظیم عبادت اور سنت رسولؐ ہے۔ خود غرضی کی نفی اور انسان دوستی کا ثبوت ہے۔)

صبر و شجاعت

از مناقب ص ۳۳:

''ابوجہل نے پیغمبرِ اسلامؐ کو نماز ادا کرنے سے منع کیا اور کہا کہ اب نماز ادا کرتے دیکھ لیا تو گلا گھونٹ دوں گا۔''

مگر پیغمبر اسلامؐ نے برابر نماز ادا کی اور جان کی پرواہ نہ کی۔

حضرت ابوطالبؑ کے اشعار در مدحِ رسولؐ

۱۔ ترجمہ: بخدا اہل مکہ کی جماعت کبھی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی جب تک کہ ہم کو زمین میں دفن نہ کر دیا جائے۔

۲۔ محمدؐ نے دینِ مبین پیش کیا ہے اور میں جانتا ہوں تمام دنیا کے دینوں میں سب سے بہترین دین اسلام ہے۔

رسولخداؐ کا ایمان اور رحم و کرم

از کتاب مناقب ص ۳۹ ترجمہ:

جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ پیغمبر اسلامؐ ایک درخت کے نیچے پہنچے۔ آپ نے اپنی تلوار شاخ درخت میں لٹکائی اور خود زمین پر سو گئے۔ ایک اعرابی آ گیا اور اس نے تلوار اٹھالی اور پیغمبر اسلامؐ کی آنکھ کھل گئی۔ یہ دیکھتے ہی اعرابی نے کہا:۔

یا محمد من یعصمک الان منی؟ اے محمد تم کو کون بچائے گا؟ پیغمبر اسلامؐ نے اس کو جواب دیا۔ خدائے یکتا بچائے گا۔ اتنا کہنا تھا کہ رعب پیغمبر اسلامؐ سے اس کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ کر گر گئی۔ پس پیغمبر اسلامؐ نے تلوار اٹھالی اور آپ کھڑے ہو گئے اور آپ نے کہا اے اعرابی اب مجھ سے تجھ کو کون بچائے گا؟ اعرابی کانپ گیا اور کہا:۔

''مجھ کو اب کوئی نہیں بچا سکتا ہے اور میں عہد کرتا ہوں کہ میں آپؐ سے کبھی جنگ نہیں کروں گا۔''

پس پیغمبر اسلامؐ نے یہ سنتے ہی۔ معاف کیا نظر کرم عفو فرمایا اور اس کو آزاد کر دیا اور اس کی جان بخشی کی۔

رسولخداؐ کا کردار اور پاکیزگی

از کتاب مناقب آل ابی طالب ص ۷۹:

''پیغمبرِ اسلامؐ سب سے بہتر حاکم، سب سے زیادہ عاقل، سب سے زیادہ شجاع سب سے زیادہ عادل و مہربان تھے۔ آپ نے کسی غیر محرم عورت کو کبھی ہاتھ سے نہیں

چھوا۔آپؐ سب سے زیادہ سخی تھے آپ کے پاس درہم و دینار باقی نہیں رہتے تھے۔ آپ سب تقسیم کر دیتے تھے۔(ثابت ہوا کہ سخاوت سنت رسولؐ ہے اور مال کا ڈھیر لگانا اور غیر ضروری مال جمع کرنا سنتِ رسولؐ کی مخالفت اور انسان دشمنی ہے۔)

جناب رسولخداؐ کا انصاف اور پاکیزہ کردار

ازمناقب ص ۱۳۸:

پیغمبر اسلامؐ جب صاحب فراش تھے اور سخت بیمار تھے اور اسی بیماری میں آپ نے رحلت فرمائی اس حالت میں آپ نے فرمایا کہ خدائے قدیر نے فرمایا ہے کہ ظالم کا ظلم معاف نہ کیا جائے گا۔پس اے حاضرین میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ جس کا میرے ذمہ کوئی معاوضہ ہو وہ اس کا بدلہ مجھ سے لے لے۔پھر آپ نے فرمایا:۔

''دنیا میں بدلہ وقصاص میرے نزدیک زیادہ محبوب ہے اس قصاص و بدلہ سے جو آخرت میں لیا جائے گا جبکہ تمام ملائک وانبیاء موجود ہوں گے۔''

پس یہ سن کر ایک شخص حاضرین میں سے کھڑا ہوگیا۔اس شخص کا نام سوادہ بن قیس تھا۔اس نے عرض کیا کہ آپؐ طائف کو جارہے تھے اور آپؐ ناقہ عضبا پر سوار تھے اور آپ کے دستِ مبارک میں ایک کوڑا تھا۔آپؐ نے اپنے ناقہ پر کوڑا اٹھایا اور اونٹ کو مارنا چاہا کہ اتفاقاً میرے شکم پر وہ کوڑا لگا۔پیغمبرِ اسلامؐ نے جب یہ سنا تو بلال کو حکم دیا کہ فاطمہ کے گھر جاؤ اور ان سے وہی کوڑا مانگ لاؤ۔جب بلال خانہ سیدہ پر پہنچے اور وہ کوڑا مانگا تو فاطمہؑ نے کہا کہ اس کو بابا بحالت مرض کیا کریں گے؟ بلال نے وجہ بیان کی فاطمہؑ رونے لگیں۔وہ کوڑا لایا گیا۔تو پیغمبر اسلامؐ نے

فرمایا کہ اے شیخ اپنا قصاص لے لے تاکہ تو راضی ہوجائے۔سوادہ بن قیس نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ اپنا شکم کھول دیجیے اور مجھ کو اجازت دیجیے کہ میں اپنا چہرہ آپ کے شکم پر رکھ دوں۔پیغمبر اسلامؐ نے اجازت دی اور اس نے شکم مبارک کے بوسے لیے پیغمبرِ اسلامؐ نے اس کے حق میں ان الفاظ کی دعا کی۔

''اے خدا سوادہ بن قیس کو معاف کردے جیسا کہ اس نے تیرے نبی محمدؐ کو معاف کیا۔''

(دنیا کی تاریخ میں ایسے عدل و انصاف کی مثال نہیں مل سکتی جبکہ سواد بن قیس نے خود اپنی زبان سے کہا تھا کہ آپؐ نے اونٹ کو مارنا چاہا تھا اور اتفاق سے کوڑا مجھے لگ گیا۔مگر آپ نے پھر بھی اس کو انتقام لینے کا پورا موقع عطا فرمایا۔)

جناب رسولخداؐ کے بولنے کا انداز اور اخلاق کی اہمیت

ازصحیح بخاری پارہ ۱۴۔

عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی صلعم اس طرح ٹھہر ٹھہر کر بات کرتے تھے کہ اگر کوئی گننے والا حروف کا شمار کرنا چاہتا تو شمار کرسکتا تھا۔

پارہ ۲۵ کتاب الادب صحیح بخاری۔

(۱) رسول خداؐ نے فرمایا ہے: تم سب میں اچھا شخص وہ ہے جو خلق میں تم سے اچھا ہو۔

(۲) پیغمبرِ اسلامؐ نے فرمایا: حیا ایمان کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے۔

ازکتاب صحیح بخاری پارہ ۲۶۔

(۱) سہیل بن سعد نے روایت کی ہے کہ رسول صلعم نے فرمایا کہ جو اپنی زبان اور شرمگاہ کا ضامن ہو، میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں۔
(یعنی جو شخص زبان سے جھوٹ یا گناہ نہ کرے اور زنا کاری نہ کرے تو میں اس کے لئے جنت کی گارنٹی دیتا ہوں۔)

جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کردار اور فقیرانہ انداز

حوالہ جات بتاتے ہیں کہ پیغمبر اسلامؐ کے لباس کا انداز فقیرانہ رہا۔ بیویاں بحالت غربت زندگی گزارتی رہیں۔ بیٹی اور نواسے عالم غربت میں گزر بسر کرتے رہے۔ لاکھوں روپے اور لاتعداد چاندی اور سونا مال غنیمت میں آتا رہا، مال صدقہ و خمس وزکوٰۃ بیت المال میں جمع ہو کر تقسیم ہوتا رہا مگر پیغمبر اسلامؐ کے گھر میں آگ تک نہ جلی اور گھر سے دھواں بھی نہ اٹھا۔ سابقہ و مذکورہ حوالہ جات تاریخی بتاتے ہیں کہ:۔
پیغمبر اسلامؐ کے شکم اقدس پر بوجہ بھوک (فاقہ کشی) پتھر بندھا رہتا تھا۔ اور وقت وفات بھی شکم پر پتھر بندھا ہوا تھا۔ آپؐ کے گھر میں بقول ام المومنین عائشہ کے دو دو ماہ روٹی نہیں پکائی گئی۔ بقول ابوہریرہ اصحاب صفہ و رفقائے پیغمبرؐ اسلام فاقہ پر فاقہ کیا کرتے تھے۔

نکاح کرنے کی اہمیت

''نکاح میری سنت ہے میرا طریقہ زندگی ہے۔ جو میرے اس طریقہ سے رو گردانی کرے گا وہ مجھ سے نہیں ہے۔'' (حدیثِ رسولؐ)

آپؐ کے ارشاد کا مقصد واضح ہے کہ انسان کی انسانیت اور افضلیت اسی امر میں ہے کہ وہ اپنا جوڑا عورت کو بنائے اور اپنی ذات کو معیارِ انسانیت پر باقی رکھے۔ صرف ایک نکاح ہی کا پابند بنا دیا گویا نسل انسانی کی افزائش کو روک دینا تھا۔ تو آپؐ نے فرمایا اگر تم میں طاقت مطابق آب وہوائے ملکی و جغرافیائی زیادہ ہے۔ اور تم بدکاری سے بچنا چاہتے ہو اور عورتوں کے درمیان عدالت وحقوق قائم رکھ سکتے ہو تو تم ایک سے چار تک عورتیں بیک وقت اپنے نکاح میں رکھ سکتے ہو۔
گویا پیغمبر اسلامؐ نے مرد کی ہوس رانی ظلم و جبر جو صدیوں سے عورتوں کے لئے روا تھا ختم کر دیا اور غرض اصلی یعنی افزائشِ نسل آدم کا بھی کامل انتظام کر دیا۔
(اور عورتوں کی پناہ اور معاش کا بھی انتظام فرما دیا۔ آج اگر صاحبانِ دولت انصاف پر قادر ہوں، چار شادیاں کریں تو کوئی عورت بے سہارا نہ رہے۔)

دفعِ اعتراض

آپ سنجیدگی سے غور فرمائیے کہ آخر ایسا کیوں ہے؟ اور انسان حیوانات کے درجہ سے بھی کیوں پست نظر آ رہا تھا؟ کیوں کہ اس کی رگِ حمیت وغیرت کٹ چکی۔ کیوں اس کو اپنی ناموس فروشی پر فخر تھا۔ کیوں اس نے اپنی ہوس رانی کی خاطر اپنا سب سرمایہ حیات وغیرت کھو دیا تھا؟
صرف اس لئے کہ اس انسان کے سامنے کوئی نمونہ کمال انسانی موجود نہ تھا۔ ان اقوام کے پیشوا اور ان کی تعلیمات انہیں کے ہاتھوں مسخ ہو گئے۔ ان کی فطری قوتوں نے ابھر کر ان میں حیوانیت و درندگی پیدا کر دی۔ اب نہ ان کی حیات کا

کوئی مقصد اعلیٰ رہا، نہ ان کی عورتوں میں جذبات و احساسات غیرت وحمیت ہیں۔ نہ ان بے غیرت عورتوں کی اولاد میں شجاعت وغیرت وحمیت اور شرافت کے جواہر تابناک۔ مرد وعورت کا کردار روز بروز پست ہوتا جارہا تھا۔ اور انسان اپنے درجہ کمال سے درجہ حیوانیت پر اتر آیا تھا۔ جبکہ حیوانات میں بھی ان کی نسلی و ذاتی خصوصیات موجود ہوتی ہیں۔ مگر انسان نے اپنی خصوصیاتِ بشری بھی کھودیں۔ یہ سب کچھ کیوں ہوا اسی لئے کہ یہ مذاہب اور اقوام مرد اور عورت کا صحیح مقام مقرر نہ کرسکے اور ان کے ادیان نے جو مقام معین کیا تھا اس کو ان کی ہوس رانی نے مسخ کردیا۔ اب ان کی حالت بے نکیل اونٹ کی سی تھی۔ جدھر چاہا نکل گئے اور جو چاہا کیا۔

درحقیقت پیغمبرِ اسلامؐ کا پیش کردہ اصولِ تعدادِ ازواج ہر خطۂ ارض کے باشندہ کے لئے قابل عمل ہے اور انسان کو باعفت یا پاک کردار بناتا ہے۔ اب رہا یہ معاملہ کہ خود پیغمبر اسلامؐ نے اپنے لئے تعداد ازواج کو کیوں جائز رکھا؟ اس لئے کہ آپ کو بتانا تھا کہ تعداد ازواج ہی مرد وعورت کو باعفت یا پاک کردار بناتا ہے۔ رسولخداؐ کا عمل ہی آئندہ نسلوں کو بتائے گا کہ اگر ان کے افراد میں تعداد ازواج کی طاقت ہے اور وہ یکساں عدالت قائم رکھ سکتے ہیں تو یہ عدالت کا قائم رکھنا کوئی ایسی دشوار چیز نہیں ہے کہ جس پر عمل نہ کیا جاسکے۔ اگر یہ ناقابل عمل طریق ہوتا تو رسولخداؐ بیک وقت نو یا دس عورتوں سے کیسے عدالت کو قائم رکھ سکتے؟

پیغمبرِ اسلامؐ نبی آخر تھے۔ آپ کی شریعت تاقیامت باقی رہنے والی تھی۔ لہٰذا آپؐ نے اس ضروری جزوِ حیات انسانی کو بہ احسن وجوہ کرکے دکھایا۔ اس سے دو فائدے ہوئے۔ اول تو یہ کہ انسانوں کے لئے صحیح راہِ عمل وراہِ پاکیزگی عفت واضح

وروشن ہوگئی۔ دوسرے یہ فائدہ ہوا کہ احکام خدا کی تبلیغ پیغمبر اسلامؐ نے بحیثیت رسول بدرجۂ کامل کردی اور یہ دونوں چیزیں آپؐ کے فرائض رسالت ونبوت سے متعلق تھیں۔ ان کو بہترین طریقہ پر کرکے دکھا دینا آپ کے انسان کامل ہونے کا ثبوت تھا۔

اگر پیغمبرِ اسلامؐ صرف ایک ہی زوجہ کا حکم دیتے۔ یا خود بھی صرف ایک عورت پر اکتفا کرلیتے تو گویا آپ نے مرد کے حقوق کو ضائع کردیا ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت زیادہ سے زیادہ ۴۵ سال تک صاحب اولاد ہوسکتی ہے۔ مگر مرد میں ساٹھ اور بعض حالات میں ستر ۷۰ سال تک قوت مردانگی باقی رہتی ہے۔ اور اس کے نطفہ میں حمل کی صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ اگر زید کی شادی خالدہ سے ہوئی اور بفرض محال دونوں ہم عمر تھے۔ حالانکہ بوقت نکاح عورت کی عمر مرد سے کم رکھی جاتی ہے۔ بہرحال اگر دو چار سال کا فرق بھی ہوا تو جب زید کی عمر پچاس سال کی ہوئی تو خالدہ ۴۵ سال کی عمر کو پہنچ گئی۔ اور اب یہ اس کا وہ زمانہ آگیا کہ اس کا حیض بند ہوگیا۔ اب اس کے بطن سے اولاد پیدا نہیں ہوسکتی ہے۔ اس حالت میں زید کی وہ تمام قوتیں یا وہ تمام قابل تولید مادہ ضائع و برباد ہوا۔ اور اگر اس نے خالدہ کی زندگی ہی میں کسی عورت سے نکاح کرلیا تو یقیناً ابھی پندرہ سال تک وہ صاحبِ اولاد ہوسکتا ہے۔

جناب رسول خداؐ کی عدالت

ماں سے محبت، امانت، عدالت، رحمت و شفقت
اور
دشمنوں کے ساتھ سلوک

بابِ عدالت

القرآن۔

''عدل اختیار کرو کہ وہ تقویٰ سے قریب تر ہے۔'' (قرآن) خدا عدل و نیکی کا حکم دیتا ہے۔

جب نفسِ بہیمی و شہوی یعنی خواہشات میں اعتدال پیدا ہو جائے اور خواہشات عقل کی مطیع ہو جائیں اور انسان اتنا ہی اپنے لئے کافی سمجھے جتنا کہ اس کی عقل معین کر دے۔ تو اس سے عفت حاصل ہوتی ہے۔ اور اس کے تحت سخاوت و عدالت ملتی ہے۔

عدالتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماں کی گود میں

''حلیمہ کہتی ہیں کہ محمدؐ نے میری داہنی پستان کی طرف رغبت کی اور دودھ پیا اور بائیں چھاتی میرے بچہ کے لئے چھوڑ دی۔''

صلہ رحم

''جب پیغمبر اسلامؐ کا عقد خدیجہؑ سے ہو چکا تھا اس کے بعد حلیمہ خدمت پیغمبرؐ میں حاضر ہوئیں۔ حلیمہ نے قحط اور مویشیوں کے مرنے کی شکایت پیغمبرؐ سے کی۔ آپؐ نے خدیجہ سے ذکر کیا۔ اور حلیمہ کو خدیجہ نے چالیس بکریاں اور چالیس تیز رفتار اونٹ عطا فرمائے۔ حلیمہ ان کو لے کر واپس ہوئیں۔''

واقعہ صلہِ رحم اور زیارتِ قبرِ مادرِ گرامی

طبقات ابن سعد ص ۷۳

عمرہ حدیبیہ کے بعد جب پیغمبر اسلامؐ مقام ابوا پر پہنچے تو آپؐ نے فرمایا کہ میں اپنی والدہ گرامی کی قبر کی زیارت کے لئے خدا کی جانب سے اذن دیا گیا ہوں۔ یہ فرما کر آپ ان کی قبر پر تشریف لے گئے اور وہاں پہنچ کر آپؐ نے گریہ فرمایا اور ان کو نیکیوں کے ساتھ یاد فرمایا۔ آپ کو روتا دیکھ کر تمام اہل اسلام بھی رونے لگے۔ لوگوں نے آپ سے سبب گریہ دریافت کیا۔ تو ارشاد فرمایا کہ مجھے ان کی محبت و رحمت یاد آ گئی اس لئے میں بے اختیار رو پڑا۔

وعدہ کا پورا کرنا

علامہ شبلی سیرۃ النبی جلد اول ص ۱۳۶:

عبداللہ بن ابی الجلا ایک صحابی بیان کرتے کہ بعثت سے پہلے میں نے آنحضرت صلعم سے خرید و فروخت کا معاملہ کیا تھا۔ کچھ معاملہ ہو چکا تھا کچھ باقی تھا۔ میں نے کہا کہ پھر آؤں گا۔ اتفاق سے مجھ کو تین دن تک اپنا وعدہ یاد نہ آیا۔ تیسرے دن جب وعدہ گاہ پر پہنچا تو آنحضرت صلعم کو اسی جگہ منتظر پایا۔ لیکن اس خلاف وعدگی سے آپ کی پیشانی پر بل تک نہیں آیا۔ صرف اسی قدر فرمایا کہ تم نے مجھے زحمت دی میں اس مقام پر تین دن سے موجود ہوں۔

لقب الامین

از کتاب ابن ہشام ص ۶۷ مطبوعہ مصر:

انہیں امور کی تصفیہ میں قریش کو چار یا پانچ راتیں گذر گئیں۔ آخر کار سب مسجد میں جمع ہوئے اور اس امر کے تصفیہ کی نسبت مشورہ کرنے لگے۔ بعض راویوں کا بیان ہے کہ ابا امیہ (ولید) بن مغیرہ جو قریش میں اس وقت سب سے زیادہ معمر تھا کہنے لگا کہ اے قریش تم لوگ ان باتوں کا یوں فیصلہ کر لو کہ کل صبح کو جو شخص اس مسجد کے دروازے سے پہلے داخل ہو، وہی حجر اسود کو اپنی جگہ پر رکھے۔ سب نے اس پر اتفاق کر لیا۔

صبح کو سب سے پہلے جو شخص خانہ کعبہ میں داخل ہوا وہ آنحضرت صلعم تھے۔ جب لوگوں نے آپ کو دیکھا تو چلا اٹھے یہ تو ہمارے ''امین'' ہیں۔ یہ تو محمدؐ ہیں ہم لوگ انہی پر راضی ہیں۔

پیغمبر اسلامؐ ادائیگی امانات و انصافِ معاملات میں اتنے کامل تھے کہ اہل عرب ان کو الامین کہتے تھے اور اپنی امانات کا محافظ اور ادا کرنے والا تسلیم کر چکے تھے۔

جناب رسولخداؐ کی انسانیت اور امن پسندی

آپؐ نے فرمایا: ''دشمنوں کو تین باتوں کی دعوت دو جو ان مین سے کسی ایک کو قبول کرلے تو اس کو قبول کرلو۔ پہلے اسلام پیش کرو اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو وہ ہجرت بھی کریں۔ کیونکہ اگر وہ ہجرت قبول کریں گے تو مالِ غنیمت کے حقدار ہوں گے۔ اور اگر وہ اپنے گھروں میں رہنا چاہیں تو وہ عرب مسلمانوں کے حکم کے پابند رہیں گے۔ اور مال غنیمت سے حصہ نہ پائیں گے۔ اور اگر وہ اسلام نہ لائیں اور وہ اہل کتاب سے ہوں تو ادائے جزیہ کو برداشت کریں۔ اگر وہ جزیہ دینا قبول کرلیں تو ان کو امان دو۔ ورنہ ان سے جہاد کرو۔ اگر دشمن قلعہ میں محصور ہو جائیں اور پھر تم سے اجازت

چاہیں کہ قلعہ سے نیچے آئیں تو جب تک حکم خدا ان کے بارے میں تم کو نہ پہنچے اجازت نہ دو۔ ممکن ہے کہ تم حکم خدا کو نہ جانتے ہو۔ ایسی صورت میں اپنا ایک حاکم اس قلعہ میں نصب کر دو اور اگر وہ امان طلب کریں تو تم اپنی جانب سے نہیں بلکہ جانب خدا و رسول سے امان دو اور دیکھو کافروں و مشرکوں کے پانی کو زہر آلود نہ کرو۔

واقعۂ عدالت

جب لشکر اسلام جنگ بدر کے لئے جا رہا تھا تو سواری کے اونٹ صرف ۷۰ تھے اصحاب پیغمبر باری باری سوار ہوتے تھے۔ پیغمبر اسلامؐ کے ردیف اونٹ پر ساتھ بیٹھنے والے ابولبابہ تھے۔ جب ان کو مدینہ واپس کیا گیا تو ردیف پیغمبر اسلامؐ بننے کی باری زید بن حارثہ کی آئی۔ تو پیغمبر اسلامؐ نے کہا کہ زید بن حارثہ اور علی ہم ردیف سوار ہو جائیں۔ میں پیدل راہ چلوں گا۔ علی اور ابولبابہ نے عرض کیا کہ آپؐ سوار ہو جائیں، ہم پیدل سفر کریں گے۔ پیغمبر اسلامؐ نے ان کے جواب میں فرمایا:۔

''تم دنوں مجھ سے زیادہ قوی نہیں ہو اور میں اس امر سے غنی ہوں کہ تم سے اجر لوں۔'' (ناسخ التواریخ جلد اول ص ۸۳)

رحم، انسانیت، عدالت و مساواتِ رسولؐ

جنگ بدر میں جب لشکر اسلام مقام بدر پر پہنچ گیا۔ اور چاہِ بدر پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ تو لشکرِ دشمن جس کی تعداد ۹۵۰ تھی۔ جو ہر طرح مسلح تھے۔ میدان بدر میں آئے۔ تو ابو جہل فوج کی کمان کر رہا تھا۔ لشکر دشمن کو پانی کی ضرورت پیش آئی۔

سخت مضطرب ہوئے، جب کوئی تدبیر ایسی نظر نہ آئی کہ پانی حاصل کر سکیں۔ تو ابو جہل کی فوج کے چند سپاہی آگے بڑھے۔ لشکر اسلام کے اس دستہ نے جو پانی پر حفاظت کے لئے متعین تھا حرکت کی کہ ان کو روک لیا جاوے۔

مگر جیسے ہی پیغمبر اسلامؐ کو معلوم ہوا کہ جنگ چھڑنے والی ہے اور پانی کو لشکر دشمن سے روک لیا گیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

پیغمبر فرمود بگذار۔ یدسیر اب شوند۔ (پیغمبر نے فرمایا لشکر دشمن کو آنے دو تا کہ وہ پانی پی لیں اور سیراب ہو جائیں)۔ (ناسخ التواریخ جلد اول ص ۸۳)

پیغمبر اسلامؐ نے اسیران بدر کے بارے میں اصحاب سے رائے طلب کی تو کچھ اصحاب نے ان کو قتل کر دینے اور سامان کو دفن کرنے کی رائے دی اور بعض نے فدیہ قبول کر کے قیدیوں کو آزاد کرنے کی رائے دی۔ پیغمبر اسلامؐ نے اس رائے کو پسند فرمایا جس میں حقوق انسانی کی ادائیگی ہوتی تھی۔ اور وہ یہی رائے تھی کہ قیدیوں کو فدیہ لے کر آزاد کر دیا جائے۔ اب رہا فدیہ ادا کرنے کا معاملہ تو آپ نے اس میں بھی انتہائی رعایت برتی۔ اول تو یہ کہ جو نادار و مفلس تھے مگر فن تحریر سے واقف تھے ان کا یہ فدیہ طے کیا کہ وہ انصار کے دو بچوں کو تعلیم تحریر دے دیں پھر آزاد ہیں۔ اور جو مالدار ہیں وہ فدیہ ادا کریں۔ اور ان میں سے بھی جن کے پاس فی الحال رقم فدیہ نہیں ہے وہ اپنے احباو اقربا سے طلب کر لیں۔ مذکورہ بالا تمام صورتیں جو رہائی اسیران بدر کے لئے پیغمبر اسلامؐ نے اختیار کیں وہ سب انتہائی رحم و کرم اور عدالت و مساوات پر مبنی ہیں۔ ان کی تشریح کی جائے تو آپ یوں سمجھیں کہ جو نادار غریب قیدی تھے ان کے حق میں یہی اعلیٰ نمونہ عدالت ہو سکتا تھا کہ ان کو بغیر فدیہ کے آزاد کر دیا جائے۔ اور

پیغمبر اسلامؐ نے ان کو بغیر فدیہ کے آزاد کر کے عدالت کاملہ کا ثبوت دیا۔
لیکن جو نادار تھے۔ مگر وہ ایک قابلیت ذاتی کے مالک تھے۔ لہٰذا ان کے ساتھ یہی فعل عدالت تھا کہ جس چیز کے وہ ذاتی طور پر مالک ہیں اسی چیز کو ان کا فدیہ رہائی قرار دیا جائے۔ چنانچہ پیغمبر اسلامؐ نے صرف تعلیم فن کتابت کا فدیہ رہائی قرار دیا۔ اس سے علم اور قلم کی اہمیت کو بھی سمجھا دیا۔

عبداللہ ابن ابی سلول رئیس المنافقین کا کفن

از اسوۃ الرسول جلد دوم ص ۱۴۴ و صحیح بخاری

اسیران بدر جب ملاحظہ کے لئے خدمت رسول میں پیش ہوئے تو اکثر کے پاس کپڑے نہ تھے۔ کیونکہ کپڑے جنگ و پیکار کی کشمکش سے پارہ پارہ ہو کر پہننے کے قابل نہیں رہے تھے۔ آنحضرت صلعم کا خلق عظیم ان کی برہنہ تنی کو کب گوارہ کرسکتا تھا۔ صحابہ کو فوراً حکم ہوا انہیں کپڑے پہناؤ اور اپنے اپنے ہمراہ لے جاؤ۔

تقسیمِ مالِ غنیمت

اگر میں ہر غزوہ اور ہر سریہ کے تقسیم اموال غنیمت کا ذکر علیحدہ کروں تو کتاب کی ضخامت بڑھ جائے گی۔ لہٰذا اس موقعہ پر اتنا ہی کہے دیتا ہوں کہ پیغمبر اسلامؐ نے ہر غزوہ اور سریہ کے مالِ غنیمت کو مساوی تقسیم کیا۔ اور یہ کام خود بہ نفس نفیس انجام دیا اور کبھی کسی مسلم یا منافق کو یہ موقعہ نہیں ملا کہ تقسیم مال میں خلاف عدالت کوئی بات دیکھتا اور اعتراض کرتا۔ ہر موقع پر پیغمبر اسلامؐ نے عدالت و مساوات کے بہترین نمونے قائم کیے ہیں۔ اور اہل نظر کے لئے اعلیٰ نمونہ عمل قائم کیا ہے۔

عدالت بہ ازواج

پیغمبرِ اسلامؐ نے اپنی ازواج کے ساتھ ایسا عدل و انصاف قائم رکھا کہ وہ سب مطمئن رہیں۔ اگر ان میں سے کسی کو اس کی شرارت فطری کی وجہ سے کوئی شکایت بھی پیدا ہوئی تو پیغمبر اسلامؐ نے باحسن طریق اس کو مطمئن کر دیا۔ کبھی ایسا نہیں ہوا اور نہ آج تک کسی مورخ نے لکھا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے اپنی ازواج کے حقوق زوجیت سامان خورد و نوش و لباس یا تعلقاتِ زوجیت میں خلافِ عدالت کوئی امر جائز رکھا ہو۔

بیٹی کو مصائب برداشت کرنے کی نصیحت

واقعہ مذہبی سے زیادہ قابل ذکر وہ واقعہ ہے کہ جب ایک دن پیغمبرِ اسلامؐ خانہ جناب فاطمہؑ میں تشریف لائے دیکھا بیٹی جس کی عمر تقریباً ۱۲ سال تھی چکی پیس رہی ہے۔ اور ایک سخت کپڑے کی مثل ٹاٹ جس سے اونٹوں کی جھول بناتے ہیں پہنے ہوئے ہیں۔ آپ نے جب بیاہی بیٹی کو اس تکلیف میں دیکھا۔ تو آپ مصیبت فاطمہ پر بااقتضاء محبت پدری رونے لگے۔ اور فاطمہؑ سے فرمایا۔

''اے فاطمہؑ دنیا را اختیار کن برائے نعیم ابدی آخرت۔'' (حیات القلوب)

''اے فاطمہؑ! دنیا کی مصیبت کو برداشت کرتا کہ آخرت کی ابدی نعمات حاصل ہوں۔''

فاطمہؑ و سوال خادمہ اور عدالت رسولؐ

از صحیح بخاری ترجمہ مرزا حیرت دہلوی باب نفقہ پارہ ۲۲:

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے منقول ہے کہ فاطمہؑ نبی صلعم کے پاس شکایت کرنے آئیں کہ چکی پیسنے کی وجہ سے ہاتھوں میں نشان پڑ گئے تھے اور فاطمہؑ کو خبر تھی کہ حضرت کے پاس لونڈیاں آئی تھیں۔ حضرت فاطمہؑ تشریف لائیں اور حضرت کو گھر نہ پایا تو عائشہ سے یہ قصہ بیان کیا۔ جب رسول خداؐ تشریف لائے اور ہم سو گئے تھے۔ آپؐ کے آنے سے ہم نے اٹھنا چاہا۔ فرمایا لیٹے رہو اور آپ ہمارے بیچ میں آ بیٹھے۔ حتیٰ کہ آپ کے پیروں کی ٹھنڈک میری پیٹ میں محسوس ہوئی۔ پھر فرمانے لگے۔ کیا تمہیں تمہارے سوال سے بہتر نہ بتاؤں؟ جب تم سونے کو اپنے بستر پر جاؤ تو ۳۳ بار سبحان اللہ اور ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ تمہارے لئے خادم مقرر کرنے سے یہ بات بہتر ہے۔

عدالت وحسن شرکت

ازکتاب حیات القلوب جلد دوم ص ۲۱۸:

عمار بن یاسرؓ سے منقول ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کی بعثت سے قبل میں بکریاں چرایا کرتا تھا اور پیغمبر اسلامؐ بھی بکریاں چراتے تھے۔ عمار یاسر نے عرض کیا مقام فخ میں اچھی چراگاہ ہے۔ بہت اچھا ہو کہ ہم اور آپ دونوں اس چراگاہ میں بکریاں چرائیں۔ دوسرے روز میں اس چراگاہ میں گیا۔ دیکھا تو پیغمبر اسلامؐ پہلے سے وہاں موجود ہیں اور آپ اپنی بکریوں کو اس چراگاہ میں داخل ہونے سے روک رہے ہیں۔ بہرحال جب میں پہنچ گیا تو فرمایا: اے عمار میں نے نہیں چاہا کہ تمہارے بکریوں سے پہلے میری بکریاں چراگاہ میں داخل ہوں اور چارہ کھائیں۔

عدالت

''جب پیغمبر اسلامؐ سوار ہو کر راستہ طے کرتے تھے کہ آپ کو یہ گوارہ نہ تھا کہ کوئی شخص آپ کے ہمراہ پیدل چلے حتیٰ کہ آپ اس کو اپنا ردیف بنا لیتے تھے یعنی اونٹ پر ساتھ بٹھا لیتے تھے۔

مکافات وصلہِ رحم

ازکتاب روضۃ الصفا جلد دوم ص ۴۶:

''جب ابوطالب کا انتقال ہوگیا تو پیغمبرِ اسلامؐ جنازہ کے آگے آگے جا رہے تھے اور زبان سے کہہ رہے تھے کہ اے چچا آپ میرے ساتھ صلہ رحم بجا لائے اور آپ نے میرے ساتھ نیکیاں بہت کی ہیں۔ خدا آپ کو اس کا اجر عطا فرمائے۔ علماء کا اتفاق ہے کہ بعثتِ پیغمبرؐ کے دسویں سال ابوطالبؑ نے وفات پائی، قلب پیغمبر پر اس کا بہت صدمہ پڑا اور ابوطالب کی وفات کے پانچ دن کے بعد یا ۳۵ دن کے بعد خدیجہؑ نے بھی وفات پائی اور ان دو محب و مشفق افراد کے فوت ہو جانے سے غم و الم پیغمبرِ اسلامؐ پر چھا گیا اور آپؐ پر اتنا اثر ہوا کہ پیغمبرِ اسلام گھر سے باہر نہیں آتے تھے۔ اور اسی سال عام الحزن یعنی غم کا سال نام رکھا گیا۔ خدیجہؑ بوقتِ وفات ۶۵ سال کی تھیں اور ان کو حجون میں دفن کیا گیا۔ پیغمبر خود قبرِ خدیجہؑ بنانے گئے تھے۔''

''کتاب مناقب، کتاب الشیصان، ابو ایوب انصاری نے بیان کیا ہے کہ ایک دن پیغمبر اسلامؐ بازار ذالجاز میں کھڑے تھے اور مشرکوں کو اللہ کے دین کی دعوت

دے رہے تھے اور رسولؐ کے چچا عباس کھڑے سن رہے تھے کہ عباس نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو جھوٹا ہے۔ اور عباس یہ کہہ کر ابولہب کی طرف گئے اور اس سے بھی واقعہ بیان کیا۔ یہ دونوں بڑھے اور بازار میں کہتے جاتے تھے کہ ہمارے بھائی کا بیٹا یہ کذاب (بے حد جھوٹا) ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تم کو تمہارے دین سے گمراہ کر دے۔ پیغمبر اسلامؐ ابوطالبؑ کے پاس آئے اور ان کو مطلع کیا۔ ابوطالب ابولہب و عباس کے پاس آئے اور ان دونوں سے کہا کہ خدا تمہارے ہاتھ شل کرے، تم کیا کہتے ہو؟ خدا کی قسم محمدؐ صادق القول (بالکل سچّا) ہے۔ پھر ابوطالب نے یہ اشعار کہے: اے محمدؐ تم امینِ خدا ہو۔ اس میں ذرا جھوٹ نہیں ہے اور تم سچے اور صادق القول ہو اور لہو ولعب تمہاری عادت نہیں۔ اے محمدؐ تم رسولؐ ہو تم کو خدا کا رسول ہم جانتے ہیں۔ اے محمدؐ تم صاحبِ عزت ہو اور تم پر خدا کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے۔۔۔"

صلہِ رحم و مکافات

از کتاب تذکرہ الخواص سبط ابن جوزی متوفی ۶۵۲ھ ص ۱۰:۔

"ابن سعد نے اسناد کے ساتھ کہا ہے کہ واقدی نے بیان کیا کہ علیؑ نے فرمایا: کہ جب ابوطالبؑ کی وفات کی خبر پیغمبر کو ہوئی تو آپ بہت روئے اور کہا: جاؤ غسل وکفن دو اور دفن کرو۔ خدا ان کی مغفرت کرے اور ان پر رحم کرے۔ عباس نے پوچھا یا رسول اللہؐ کیا آپ کو ان کی بخشش کی امید ہے؟ آپؐ نے فرمایا: بے شک۔ قسم بخدا مجھ کو ان کی مغفرت کی امید ہے۔ پیغمبر اسلامؐ ابوطالب کے لئے کئی دن طلب مغفرت کرتے رہے اور اپنے گھر سے نہ نکلے ابن عباس نے کہا کہ رسولِ خداؐ

جنازہ ابوطالبؑ کے ساتھ چلے اور فرماتے تھے کہ آپ نے میرے ساتھ صلہ رحم ادا کیا۔ خدا آپ کو جزائے خیر دے اے چچا۔"

عدالت، ہجرت اور قیامِ قباء

از کتاب روضۃ الصفا جلد دوم ص ۵۹:

"جب پیغمبر اسلامؐ مکہ سے مدینہ روانہ ہوئے تو علی ابن ابی طالب نے تین دن تک مدینہ میں قیام کیا تا کہ وہ لوگوں کی امانات جو پیغمبرِ اسلامؐ کے پاس رکھی تھیں بحکم پیغمبر واپس کر دیں۔ تین دن بعد علیؑ، فاطمہ نام کی تین خواتین کے ہمراہ پیدل پیغمبرؐ کے پیچھے روانہ ہو گئے۔ پیغمبر اسلامؐ ابھی مقام قبا میں مقیم تھے کہ علیؑ خدمتِ پیغمبرؐ میں پہنچے۔ پیدل چلنے کی وجہ سے علیؑ کے پیروں میں آبلے پڑ گئے تھے۔ پیغمبر اسلامؐ اپنے دست مبارک کو پائے علیؑ پر مل رہے تھے اور دعائے صحت کر رہے تھے۔

عدالت اور تقسیم مالِ غنیمت

"پیغمبر اسلامؐ نے حکم دیا کہ مالِ غنیمت کو مساویانہ طور پر اصحاب کے درمیان تقسیم کر دیا جائے۔ سعد وقاص نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ آپ شہسوار قوی بہادر کو بھی وہی دے رہے ہیں جو آپ کمزور و نحیف کو دے رہے ہیں۔ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: اے سعد تیرا برا ہو تو نے غور نہیں کیا کہ خدا نے تمہاری مدد صرف ضعفا یعنی کمزوروں کی وجہ سے کی ہے۔ یعنی صرف کمزوروں کی وجہ سے خدا نے تمہاری مدد کی اور فتح دی ہے۔ پیغمبر اسلامؐ کی عدالت کا نمایاں پہلو اس تاریخی واقعہ میں موجود ہے۔

جنگ خندق میں یہودیوں کے ساتھ اچھا سلوک

رحمدلی، معافی، اور حضرت علیؑ کو وصیت

اور

ان کی خلافت کا اعلان

عدالتِ رسولؐ اور جنگ خندق ۵ھ

از کتاب روضۃ الصفا جلد دوم ص ۱۰۷ (غزوہ خندق)

''خندق کے مقام پر پہلے خط کھینچا گیا۔ اس کے بعد زمین کو اصحاب پر تقسیم کر دیا گیا۔ ہر دس اصحاب کو دس دس گز زمین کھودنے کے لئے دی گئی۔ رسول خداؐ نے مقرر فرمایا کہ میں اور سلمان و حذیفہ و نعمان اور چھ افراد دیگر انصار میں سے ہیں جو چالیس گز زمین کھودیں گے۔''

(ثابت ہوا کہ ہر کام کے سلسلے میں خود بھی اتنا ہی کام اپنے ذمہ لینا چاہیے جتنا دوسروں سے کام لیا جائے خود کو حاکم یا بڑا نہ سمجھا جائے۔)

عدالتِ رسولؐ اور کردارِ شاگردِ رسولؐ

از ناسخ التواریخ جلد اول ص ۲۲۱:

''عمرو سے جنگ کے وقت علیؑ جھپٹے اور ڈھال دور پھینکی اور سینہ عمرو ابن عبدود پر بیٹھ گئے اور اپنی تلوار سے عمرو کے سر کو کاٹ لیا۔ اور زبان سے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔۔ مختصر یہ کہ علیؑ سرِ عمرو کو خدمت رسولؐ میں لائے اور زمین پر ڈال دیا۔ عمر ابن خطاب نے کہا: یا علیؑ وہ زرہ جو عمرو پہنے تھا اور جس کی مثل بے حد قیمتی عرب میں زرہ دوسری نہیں ہے، تم نے کیا کر دی؟ علیؑ نے فرمایا مجھے شرم آئی کہ میں چچا کے بیٹے کو عریاں کر دیتا۔''

(یعنی اپنے سے جنگ کرنے والے عمرو کو قتل کر کے بھی اس کی زرہ نہیں اُتاری جو بے حد قیمتی تھی تا کہ وہ برہنہ ہو جائے۔ جانی دشمن اور کافر کی عزت کا بھی خیال رکھا۔)

دشمن یہودیوں کے ساتھ اچھا سلوک

دنیا کا کوئی انصاف پسند انسان خود فیصلہ کرے کہ ان حالات میں پیغمبرِ اسلامؐ کو ان دشمنانِ اسلام یہودیوں کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے تھا؟ بابِ حکمت میں یہ بہ تفصیل غزوۂ بنو قریظہ کے بارے میں لکھ چکا ہوں۔ اس موقعہ پر تو صرف اتنا کہنا ہے کہ اگر پیغمبرِ اسلامؐ بنو قریظہ کے ساتھ قتلِ عام کا سلوک نہ کرتے تو آپ کے بارے میں مدبرین عالم کیا رائے قائم کرتے؟ اور مُقنّنین عالم کیا سمجھتے؟ قوانینِ جنگ کے ماتحت خلاف معاہدہ کر کے مقابلہ جنگ میں آنے والے کی سزا صرف موت و گردن زنی ہے۔ بنو قریظہ کا جرم یہ تھا کہ انہوں نے پیغمبر اسلامؐ سے معاہدہ کر کے توڑ دیا۔ اور جنگ احزاب میں قبائل و افواج عرب کے ساتھ شامل ہو گئے ان کی سزائے موت کے لئے کافی تھی۔ مگر پیغمبر اسلامؐ کا ہر فعل انتہائی عدالت پر منحصر ہوا کرتا تھا لہٰذا پھر بھی پیغمبر اسلامؐ نے بنو قریظہ کو ایک موقعہ اور بھی دیا۔ اور وہ یہ کہ علیؑ کو پہلے بھیج دیا اور خود اور لشکر بعد کو گئے۔

علیؑ کا پہلے بھیج دینا اور علیؑ کا قلعہ بنی قریظہ کے پاس جا کر علمِ اسلام نصب کر دینا ہی بنو قریظہ کے سمجھنے کے لئے کافی تھا اور ان کو کوشش صلح و تجدید معاہدہ کرنا چاہیے تھی۔ مگر بجائے صلح جوئی کے ان کا پیغمبر اسلامؐ کو گالیاں دینا حتیٰ کہ ابن اخطب بانی میانی جنگ احزاب کو اپنا سردار بنا کر قلعہ میں رکھنا جرم بالائے جرم تھا۔ علاوہ بریں پیغمبرِ اسلامؐ نے جب ان کی درخواست پر ابولبابہ بن عبدالمنذر اوسی کو جو ان کا حلیف تھا ان کے پاس بھیجا تھا تو ان کو چاہیے تھا کہ وہ شرطِ پیغمبر اسلامؐ کو تسلیم کر لیتے اور اقرارِ اسلام کر لیتے۔

عدالت درحمِ رسولؐ

روضۃ الصفا بلد دوم ص ۱۳۰ کی عبارت سے پیش کرتا ہوں۔

''جب عبداللہ ابن ابی سلول اور اس کے پیروؤں نے آ کر پیغام پہنچایا تو کنانہ ابن ابی الحقیق نے کہا تعداد لشکر اسلام کے معلوم کرنے کے لئے مجھ کو بھیجا ہے۔ عباد جاسوس کو خدمتِ پیغمبرِ اسلامؐ میں لائے۔ اور تمام واقعات کو بیان کیا۔ اس وقت عمر ابن خطاب فاروق اعظم نے اس جاسوس کے قتل کر دینے پر بہت اصرار کیا تو عباد نے کہا کہ میں نے اس کو امان دی ہے۔ یہ قتل نہ کیا جائے۔ پیغمبر اسلامؐ نے عباد سے یہ کلام سن کر جاسوس کو عباد کے حوالے کر دیا۔ جاسوس نے جب یہ مہربانی دیکھی تو اسی لحظہ وہ مسلمان ہو گیا اور اس نے موت سے نجات پائی۔''

دشمن یہودیوں کے ساتھ شفقت و عدالت

بالفاظ تاریخ روضۃ الصفا جلد دوم ص ۱۳۳:

''اہلِ خیبر نے پیغمبر اسلامؐ سے بہ التماس عرض کیا کہ ہم کو اجرت پر رکھ لیا جائے تا کہ باغات و اراضیِ مزوعہ کی نگرانی ہم لوگ کرتے رہیں۔ ہم کو ملکیتِ اراضی سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ پیغمبر اسلامؐ نے اس جماعتِ یہود پر رحم فرماتے ہوئے حکم دے دیا کہ اراضی مزروعہ وغیرہ یہودیوں کی نگرانی میں رہے گی مگر شرط یہ ہوگی کہ اس کی نصف آمدنی خزانہ اسلام میں جمع ہوگی اور نصف آمدنی یہودی خود اپنے مصرف میں لائیں گے۔''

عدالتِ رسولؐ اور سپردگی فدک

ازکتاب طبری ص ۱۵۸۹ جزمن:۔

''فدک رسول کا خالصہ (خاص حصہ) قرار پایا اس لئے کہ بغیر لشکرکشی کے حاصل ہوا تھا۔''

ناسخ التواریخ ص ۳۰۲:

''کس وقت جبرئیلؑ نازل ہوئے پیغمبر کو سلام کیا اور عرض کی کہ خدا فرماتا ہے کہ 'اپنے اقربا کا حق ادا کرو' اور یہ آیت لائے۔

''دے دو اپنے اقربا و مساکین و ابن السبیل کو ان کا حق۔ یہ ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو حضوری خدا کا ارادہ رکھتے ہیں اور وہی وہ لوگ ہیں جو فلاح پائے ہوئے ہیں۔'' (سورہ بنی اسرائیل، آیت ۲۶)

رسولخداؐ نے جبرائیلؑ سے پوچھا وہ کون لوگ ہیں (قرآن) جبرئیلؑ نے عرض کی کہ ''وہ فاطمہؑ ہے۔ لہٰذا علاقہ فدک اس کو دے دو اس میں سے اپنا حق بھی نہ لو کیونکہ خدا نے اپنا حق بھی بحق فاطمہؑ چھوڑ دیا ہے۔'' پیغمبرؐ نے فاطمہؑ کو بلایا اور یہ آیت تلاوت فرمائی اور جو کچھ کہ فدک سے ملا تھا وہ فاطمہؑ کے سپرد کر دیا اور فدک بھی فاطمہؑ کو دے دیا۔

فتح مکہ و عام معافی

ازکتاب روضۃ الصفا جلد دوم ص ۱۳۸:

تمام سرداران مکہ صف بصف موجود تھے۔ اور انتظار کر رہے تھے کہ ان کے

بارے میں پیغمبر اسلامؐ کا کیا حکم صادر ہوتا ہے؟ پیغمبر اسلامؐ نے اہل مکہ سے خطاب کیا کہ تم لوگ کیا کہتے ہو اور کیا گمان کرتے ہو؟''

''اہل مکہ نے جواب دیا۔ ہم خیر کی امید رکھتے ہیں اور خیر کا گمان کرتے ہیں اپنے کریم بھائی سے جو ہمارے کریم بھائی کا فرزند ہے۔ بے شک آپ نے ہم پر قدرت پائی ہے۔ ہم سب بے بس اور مجبور حاضرِ خدمت ہیں۔ پیغمبرِ اسلامؐ نے جواب سن کر ارشاد فرمایا۔ ''جاؤ تم کو میں نے آزاد کر دیا۔''

جب پیغمبرِ اسلامؐ کو معلوم ہوا کہ انصار ایسا کہہ رہے ہیں۔ اور ان کا ایسا خیال ہے کہ میں فتح مکہ کے بعد مدینہ کو ترک کر دوں گا اور اپنا وطن مکہ ہی کو بنالوں گا۔ تو آپ نے انصار کو طلب فرمایا اور بالفاظ تاریخ روضۃ الصفا ص ۱۴۸ فرمایا:

''ہرگز ایسا نہیں ہے کہ میں ایسا کروں کہ مدینہ کو ترک کر کے پھر مکہ کو وطن بنالوں۔ میں خدا کا بندہ ہوں اور خدا کا رسول ہوں۔ میں نے خدا کی جانب اور تمہاری طرف ہجرت کی ہے۔ اب میری زندگی تمہاری زندگی کے ساتھ ہے اور میری موت تمہاری موت کے ساتھ ہے۔ یہ سن کر انصار رونے لگے اور معذرت چاہی۔''

رسولؐ کی رحمدلی معافی اور شرافت

کعب بن زہیر۔ یہ شخص پیغمبر اسلامؐ کی ہجو (برائی) کیا کرتا تھا۔ اور ہجویہ اشعار کہتا تھا وہ روز فتح مکہ مفرور ہو گیا۔ بعد کو اس نے اپنے بھائی بجیر بن زہیر کو خدمتِ پیغمبر اسلامؐ میں بھیجا تا کہ معلوم کر کے کہ پیغمبر اسلامؐ کا سلوک کیا رہتا ہے؟ بجیر خدمتِ پیغمبرؐ میں گیا اور مسلمان ہو گیا۔ جب کعب کو معلوم ہوا کہ بجیر مسلمان ہو گیا اور بجیر نے آ کر کعب کو

واقعہ کی اطلاع دی تو کعب سال نہم میں مدینہ آ کر مسلمان ہوا اور اس نے پیغمبر اسلامؐ کی شان میں بلند مضامین قصیدہ پیش کیا۔ پیغمبر اسلامؐ بہت مسرور ہوئے اور اس کو انعام کثیر دیا۔ اس موقعہ پر پیغمبر اسلامؐ نے کعب کو صرف معاف ہی نہیں کیا۔ بلکہ اس کے قصیدہ مدحیہ کے صلہ میں انعام کثیر بھی دیا۔ یہ فعلِ پیغمبرؐ بھی عدالت وشفقت پر مبنی تھا۔

جناب رسولخداؐ کی عدالت اور صبر واطاعتِ الٰہی

حمزہ ابن عبدالمطلب بہادر ترین خاندان کے بہادر ترین فرد تھے۔ ان کے مسلمانو ں ہونے کے بعد پیغمبر اسلامؐ کی طاقت میں بے حد اضافہ ہوگیا تھا۔ بہادران عرب ان کے مقابلے سے ڈرتے تھے۔ ان کا رعب قریش پر چھایا ہوا تھا۔ پیغمبر اسلامؐ کو ان کی شہادت پر بہت افسوس ہوا تھا۔

اس کے باوجود عدالت پیغمبر اسلامؐ کا منظر دیدنی ہے کہ ایسے دشمن اور قاتل حمزہ کو بعد قبول اسلام معاف کر دیا۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے وہ فیصلہ غلط ہوا کیونکہ قتل کی سزا قتل ہے۔ مگر یہاں حالات مختلف ہیں۔ حمزہؑ کو جب وحشی نے قتل کیا تھا تو وحشی کافر تھا اور حمزہ مسلمان تھے۔ مگر جب وحشی مسلمان ہوگیا تو مطابق وعدہ پیغمبر اسلامؐ کے قبول اسلام انسان کے پہلے افعالِ بد کو محو کر دیتا ہے (ختم کر دیتا ہے)۔ بعد قبول اسلام وحشی اس فیصلہ اور حکم کے تحت آگیا۔ اس حالتِ اسلام میں اگر وحشی کو پیغمبر اسلام قتل کروا دیتے تو یہ صریحاً ظلم ہوتا اور وعدہ خلافی وخلافِ قانونِ اسلام فعل ہوتا۔

رسولخداؐ کی عدالت وصبر

معاویہ کی ماں ہند وہ عورت ہے جس نے روزِ جنگِ احد حمزہ بن عبدالمطلبؑ

پیغمبر اسلامؐ کے چچا کی شہادت کے بعد ان کے ناک کان وغیرہ کاٹ کر ہار بنا کر پہنا تھا اور ان کا جگر سینہ سے نکال کر چبایا تھا اور پیغمبر اسلامؐ نے اس کے قتل کا حکم دے دیا تھا۔ جب بعد فتحِ مکہ عورتیں قبول اسلام کی غرض سے خدمتِ پیغمبر اسلامؐ میں حاضر ہوئیں تو ہند بھی نقاب پوش عورتوں کے جھرمٹ میں چپکے سے مل کر آئی اور اول اس نے اظہار اسلام کیا۔ بعد کو نقاب چہرہ ہٹائی اور کہا کہ میں ہند بنت عتبہ ہوں۔ پیغمبر اسلامؐ نے سنا اور فرمایا کہ اب تو مسلمان ہوگئی ہے۔ خوش آمدید۔

ہند نے اظہارِ محبت و اخلاص ومعذرت کیا۔ پیغمبر اسلامؐ نے اس کے عذر کو قبول کر کے اس کے اسلام کو تسلیم کرلیا۔ (یہ جناب رسولخداؐ کا انتہائی اعلیٰ اخلاق، رحم و عفو درگذر کا ثبوت ہے۔)

جناب رسولخداؐ کا انصاف، صبر اور برداشت

از کتاب روضۃ الصفا جلد دوم ص ۱۲۲:

پیغمبر اسلامؐ عمرہ خانہ کعبہ کے لئے تشریف لے گئے۔ مشرکین مکہ مانع ہوئے آخر نوبت صلح نامہ تک پہنچی پیغمبر اسلامؐ کی جانب سے عہد نامہ لکھا گیا۔

''پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا اے علی لکھو'' شروع کرتا ہوں مدد مانگتے ہوئے اے خدا تیرے نام سے۔ یہ معاہدہ کیا گیا ہے من جانب محمد رسول اللہؐ کے۔'' علیؑ نے اس عبارت کو لکھ دیا۔''

''سہیل بن عمرو مشرکین کے سردار نے اعتراض کیا کہ اے محمدؐ ہم آپ کی رسالت کا اقرار نہیں کرتے۔''

''پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا اے علیؑ لفظ رسول اللہؐ کو مٹا دو اور اس کی جگہ ابن عبداللہ لکھ دو۔ جب پیغمبر اسلامؐ نے علی مرتضیٰؑ کو لفظ رسول کے مٹا دینے کا حکم دیا تو علیؑ نے عرض کیا: خدا کی قسم میں لفظِ رسالت کو نہیں مٹاؤں گا۔''

سہیل بن عمرو نے کہا: اے علی لفظ رسول اللہ کو مٹا دو ورنہ میں اس صلح نامہ پر راضی نہیں ہوں اور اس سے بیزار ہوں۔ علیؑ نے کاغذ صلح نامہ کو اپنے ہاتھ سے پھینک دیا اور ارادہ کیا کہ اپنی تلوار نیام سے باہر کھینچ لیں۔ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: اے علیؑ سہیل کو چھوڑ دو۔''

''امیر المومنین علیؑ نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ آپ کی تعظیم اور آپ کا احترام مجھ کو مانع ہے کہ میں لفظِ رسول کو مٹا دوں۔ آخر کار پیغمبر اسلامؐ نے کاغذ اپنے ہاتھ میں لیا اور خود لفظِ رسول اللہؐ کو مٹا دیا۔''

تبلیغ اسلام در یمن اور حضرت علیؑ کا کارنامہ

از کتاب روضۃ الصفا جلد دوم:

''۹ھ میں پیغمبر اسلامؐ نے علی مرتضیٰؑ کو مقرر کیا کہ وہ جانب یمن جائیں اور حکم دیا کہ مقامِ قبال میں لشکر گاہ بنائیں۔۔۔اور تین سو بہادران عرب کو ہمراہ کر دیا اور فرمایا: میں تم کو یمن بھیج رہا ہوں۔ مگر تمہاری جدائی کا مجھ کو غم ہے۔ علیؑ کو رخصت کرتے وقت فرمایا اے علی۔ اگر خدا تمہارے ذریعہ سے ایک شخص کو بھی ہدایتِ اسلام دے گا۔ تو تمہارے لئے وہ ہر چیز ہے بہتر ہے۔ ہر اس چیز سے جس پر سورج طلوع و غروب کرتا ہے۔''

''علیؑ نے اہل یمن کو وعظ و نصیحت کی۔ مگر جب وہ نہ مانے اور جنگ پر آمادہ ہو کر تیر بارانی کرنے لگے تو علیؑ نے میدان جنگ میں قدم رکھا اور علیؑ نے بیس دشمنان اسلام کو قتل کر دیا تو باقی جماعت بھاگ نکلی۔ علیؑ نے آگے بڑھ کر پھر وعظ و نصیحت کی اس کا اثر یہ ہوا کہ وہ سب کے سب مسلمان ہو گئے۔''

پیغمبر اسلامؐ کی تدفین وتجہیز حضرت علیؑ نے کی

پیغمبر اسلامؐ کی تدفین وتجہیز حضرت علیؑ نے کی

ارجح المطالب ص ۳۳۴ جلد ۲ بحوالہ امام فخرالدین رازی وامام دارقطنی:

''ام المومنین عائشہ سے روایت ہے کہ جب رسول خداؐ کی وفات کا وقت قریب آیا تو۔فرمایا کہ میرے حبیب (محبوب) کو بلاؤ۔میں نے ابوبکر کو بلالیا۔ آپ نے ابوبکر کو دیکھا۔اور پھر سر تکیہ پر رکھ لیا۔پھر فرمایا میرے حبیب کو بلاؤ۔ پھر میں نے عمر فاروق کو بلالیا۔پھر آپ نے عمر کو دیکھا پھر اپنا سر تکیہ پر رکھ لیا۔پھر فرمایا کہ میرے حبیب کو بلاؤ۔اب کی میں نے کہا کہ تمہارا برا ہو تم علیؑ کو کیوں نہیں بلاتے ہو؟ خدا کی قسم بجز علیؑ کے رسول کسی دوسرے کو نہیں بلا رہے ہیں۔ جب علیؑ کو دیکھا تو آپ نے اس چادر کو جو آپ اوڑھے ہوئے تھے اٹھایا اور علیؑ کو اس کے اندر لے لیا۔آپ علیؑ کو سینے سے چمٹائے رہے۔حتیٰ کہ آپ کی وفات ہوگئی اور آپ کا ہاتھ علیؑ پر رکھا رہا۔''

(طبقات ابن سعد)

''حضرت امام علی ابن الحسین زین العابدینؑ سے منقول ہے کہ جس وقت پیغمبر اسلامؐ نے وفات پائی تو آپ کا سر علیؑ کی گود میں تھا۔''

''اسی کتاب میں ابوغطفان سے روایت ہے کہ میں نے عبداللہ ابن عباس سے پوچھا کہ آیا آپ نے دیکھا تھا کہ وقت وفات رسول خداؐ کا سر کس کی گود میں تھا؟ ابن عباس نے کہا کہ جب رسول خداؐ نے وفات پائی تو آپ علیؑ کے سینہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔اور علی ہی نے ان کو غسل وکفن دیا۔'' (طبقات ابن سعد)

''حضرت عمر کے عہد خلافت میں کعب الاحبار نے حضرت عمر سے سوال کیا کہ اے عمر پیغمبر اسلام نے آخر وقت کیا کلمہ زبان پر جاری کیا تھا؟ حضرت عمر نے جواب دیا کہ علی ابن ابی طالب سے پوچھو۔کعب نے علیؑ سے پوچھا۔علیؑ نے کہا: وقت آخرِ رسولؐ میرے سینہ پر تکیہ کیے ہوئے تھے اور اپنا سر میرے شانہ پر لگائے ہوئے تھے۔اس وقت فرمایا الصلوٰۃ الصلوٰۃ۔نماز،نماز۔کعب نے کہا کہ وقتِ آخر تمام انبیاءؑ کی وصیت یہی ہوتی ہے اور وہ اسی پر مامور ہوتے ہیں۔علیؑ کہتے ہیں کہ پیغمبر اسلامؐ یہ الفاظ فرمارہے تھے اور ان کے دہن سے لعاب اڑ کر مجھ پر گر رہا تھا۔یکا یک ان کا حال متغیر ہوگیا۔مجھ کو ان کا یہ حال دیکھنے کی تاب نہ ہوسکی۔میں نے مجبوراً عباس سے کہا کہ میرے پاس آؤ۔عباس نزدیک آئے اور ہم دونوں نے مل کر پیغمبر اسلامؐ کو بستر پر لٹادیا۔'' (طبقات ابن سعد)

تاریخ طبری ترجمہ فارسی ص ۴۳۶:

''عباس وعلی،فضل اور اسامہ بن زید پیغمبر اسلامؐ کے غسلِ میت میں مشغول ہوگئے۔امیر المومنین علی وفضل وقثم وشقران چاروں اشخاص قبر میں اترے اور علی سب کے بعد قبر سے باہر آئے۔اور قبر کو مٹی دی گئی۔'' (تاریخ طبری ص ۴۳۶)

جناب رسولخداؐ کا آخری دم تک ہدایت فرمانا
(ہدایت، قرآن اور اہلبیتؑ کی اہمیت)

جناب رسولخداؐ کا آخری دم تک ہدایت فرمانا
(ہدایت، قرآن اور اہلبیتؑ کی اہمیت)

عبارت طبرانی المتوفی ۳۶۰ھ (اور معجم کبیر):

طبرانی نے حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے کہ پیغمبرِ اسلامؐ نے بحالت مرض فرمایا کہ کاغذ اور دوات وغیرہ میرے پاس لے آؤ تا کہ میں ایک ایسا کتبہ لکھ دوں جس کی وجہ سے تم میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو (مگر کسی نے اس حکم کی تعمیل نہ کی) کچھ عورتوں نے پردہ کے اندر سے اصحاب سے کہا کہ کیا تم لوگ رسولؐ خدا کا ارشاد نہیں سنتے ہو؟ حضرت عمر نے ان عورتوں کو جواب دیا کہ تمہاری مثال برادرِ یوسف کی ہے کہ پیغمبرؐ کی بیماری میں روتی ہو اور بوقتِ صحت ان کی گردن پر سوار ہوتی ہو۔ یہ سن کر پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا کہ ان عورتوں سے تم معترض نہ ہو یہ تم سے پھر بھی بہتر ہیں۔"

از کتاب صحیح مسلم ص ۹۷:۔

"صحیح مسلم میں ابن عباس سے مروی ہے کہ جب رسول خداؐ کا وقت موت ہوا تو دولت کدہ نبوت میں عمر ابن خطاب و دیگر اصحاب جمع تھے۔ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ آؤ میں تمہارے لئے کچھ بطور وصیت لکھ دوں تا کہ بعد ازاں تم گمراہ نہ ہو۔ حضرت عمر بولے کہ پیغمبر۔ غلبہ مرض اور شدت درد کی وجہ سے ایسا کہہ رہے ہیں۔ تمہارے پاس قرآن موجود ہے اور وہی ہمارے لئے کافی ہے۔ اس بات پر حاضرین میں جھگڑا ہوگیا۔ بعض کہتے تھے کہ پیغمبر اسلامؐ کے حکم کی تعمیل ضروری

ہے۔تا کہ پیغمبر اسلامؐ جو چاہیں تمہارے لئے تحریر فرمادیں۔اور بعض لوگ حضرت عمر کے ہمزبان تھے۔جب بہت شور اور اختلاف ہونے لگا تو پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ میرے پاس سے دور ہو۔ابن عباس کہتے ہیں کہ جمعرات کے روز بہت بڑی مصیبت ہوگئی یہ واقعہ کہ پیغمبر اسلامؐ کے لکھنے میں لوگ حائل ہوئے کہ آپؐ امت کے لئے کچھ نہ لکھ سکے۔" (صحیح مسلم ص ۹۷)

صحیح بخاری میں لکھا ہے:

"صحیح بخاری میں سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ کہا عبداللہ ابن عباس نے کہا آہ جمعرات کا دن کیسا دن تھا۔اور یہ کہہ کر اتنا روئے کہ پتھر بھیگ گئے اور ان کے آنسوؤں سے تر ہو گئے۔بعد ازاں کہنے لگے کہ بروز جمعرات پیغمبرؐ اسلام کے درد و مرض میں شدت ہوئی۔تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے کتابت کا سامان دو۔تا کہ میں تمہارے لئے کچھ بطورِ وصیت لکھ دوں جس کی وجہ سے تم لوگ میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو۔اس بات پر لوگوں میں جھگڑا اور اختلاف ہوگیا (حالانکہ نبیؐ کے پاس جھگڑا نہ کرنا چاہیے) لوگوں نے کہا: رسول اللہؐ ہذیان بک رہے ہیں۔پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ میرے پاس سے دور ہو جاؤ۔میں جس حالت میں ہوں وہ تمہاری حالت سے بہتر ہے۔" (صحیح بخاری شریف)

"مسند احمد بن حنبل اور صحیح مسلم میں بروایت سعید بن جبیر مروی ہے کہ عبداللہ ابن عباس یہ کہہ کر کہ روز جمعرات کیسا دن تھا اتنا روئے کہ موتیوں کی لڑی کی طرح ان کے رخساروں پر آنسو جاری ہو گئے۔بعد ازاں کہا کہ جمعرات وہ دن تھا جب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ مجھے سامان کتابت دو تا کہ میں وصیت لکھ دوں، جس سے تم میرے بعد گمراہ نہ ہو۔ مگر بعض لوگوں نے کہہ دیا کہ پیغمبر ہذیان بک رہے ہیں۔" (مسند احمد ابن حنبل، صحیح مسلم)

جناب رسولخداؐ کا کمالِ انصاف

ناسخ التواریخ جلد اول ۵۳۱:

۱۔اے لوگو! اب میں تم سے رخصت ہو رہا ہوں۔اب میرے دنیا سے سفر آخرت کا وقت آگیا ہے۔جس کسی کا مجھ پر حق ہو وہ مجھ سے لے لے۔

۲۔اگر کسی کو میں کوئی ضرب لگائی ہو تو وہ بھی مجھ سے بدلہ لے لے۔

۳۔اگر میں نے کسی کا کوئی مال و سامان لیا ہو تو میرا مال موجود ہے، لے لے۔ وہ بالکل نہ ڈرے کہ میں کوئی مزاحمت کروں گا۔کیونکہ بدلہ و قصاص لینا میری عادت کے خلاف ہے۔

۴۔میں اس کو دوست رکھتا ہوں جو مجھ سے اپنا حق وصول کرے یا میرے لئے اس کو جائز قرار دے دے۔ تا کہ میں اپنے پروردگار سے بحالت طیبِ نفس (پاک و پاکیزہ) ملاقات کروں۔

اسی اثنا میں ایک شخص مجمع میں سے کھڑا ہوگیا اور اس نے کہا۔یا رسول اللہؐ میرے تین درم آپ کے ذمہ باقی ہیں۔پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ میں تیری ہرگز تکذیب نہ کروں گا تو اتنا بتادے کہ وہ تین درم تجھ تک کیسے پہنچے۔اس شخص نے عرض کیا کہ ایک دن ایک مسکین نے آپ سے سوال کیا آپ نے مجھ سے فرمایا کہ وہ درم مسکین کو دے دو۔میں نے دے دیئے۔پیغمبر اسلامؐ نے فضل سے فرمایا کہ اس کو وہ درم دے دیں۔ (ناسخ التواریخ جلد اوّل)

عدالت اور ادائے حقوقِ ابوطالبؑ

بعض مورخین کا یہ خیال ہے کہ ابوطالب کافر تھے۔ یہ معاملہ دو صورتیں رکھتا ہے۔ ایک تو فرضی اور جھوٹی حدیث بنانے والوں کا اس میں بڑا ہاتھ ہے۔ دوسرے بعض مورخین کی کم بصیرتی ہے کہ انہوں نے نسلاً بعد نسلاً کتبِ تاریخِ اسلامی کو نقل کرنا ہی تاریخ نویسی کا مقصد سمجھا اور ہر غلط اور جھوٹ واقعہ کو بھی درج کر دیا اور معتبر و غیر معتبر کا امتیاز بھی نہ رکھا۔ (بنی اُمیہ اور بنی عباس کے خلفاء نے حضرت ابوطالبؑ کو اس لئے کافر لکھوایا تا کہ حضرت علیؑ کا مرتبہ کم ثابت ہو اور بنی عباس کے خلفاء کے بزرگ عباس کا مرتبہ بلند ثابت کر سکیں۔)

حضرت ابوطالبؑ کے اشعار

''اے بنی ہاشم کیا تم نہیں جانتے کہ ہم نے محمدؐ کو نبی پایا جیسے موسیٰؑ نبی تھے جن کا ذکر کتب آسمانی میں لکھا ہوا ہے۔''

جو پیغمبر اسلامؐ اور دین اسلام کی سب سے زیادہ نصرت کرے، جو نبوت کو آغوش حفاظت میں پرورش کرے، جو اپنی اولاد کو پیغمبرؐ اسلام پر فدا ہونے کا حکم دے، جو علیؑ کو پیغمبر اسلامؐ کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم دے اور بحالتِ نماز دیکھ کر مسرور ہو۔ جو اپنے آخری وقت میں بقول مورخین کلمہ توحید زبان پر جاری کرے، جو قریش کے ہنگامہ کرنے اور کہنے پر کہ ابوطالب اپنے بزرگوں کے دین سے پھر گیا ہے، اور وہ اس کی پرواہ نہ کرے۔

جناب رسولخداؐ کا انصاف

اصحاب کا اجتماع تھا۔ ہم لوگوں کو دیکھ کر ایک مرد انصاری نے کھڑے ہو کر پیغمبر اسلامؐ سے عرض کیا یا رسول اللہؐ یہ لوگ قبیلہ بنی ثعلبہ سے ہیں۔ اور ان کے مورث نے ہمارے خاندان کے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا۔ اس کے معاوضہ و بدلہ میں ہم کو اجازت دی جائے کہ ہم ان کا ایک آدمی قتل کر دیں۔ پیغمبر اسلامؐ نے جواب دیا۔

''باپ کا بدلہ و قصاص بیٹے سے نہیں لیا جا سکتا ہے۔''

جناب رسولخداؐ کی عدالت

ایک بار آپ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ لوگوں کا گرد و پیش ہجوم تھا۔ ایک شخص منہ کے بل آپ پر کود پڑا۔ دستِ مبارک میں پتلی سی لکڑی تھی۔ آپ نے اس کو ٹھنکا دیا۔ اتفاقاً لکڑی اس کا سر اس کے منہ میں لگ گیا اور خراش آ گئی۔ آپؐ نے فوراً اس شخص سے فرمایا کہ مجھ سے اس کا قصاص لے لو۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میں نے معاف کیا (ماخوذ از اسوۃ الرسول)۔

مذکورہ چند واقعاتِ تاریخی سے ظاہر ہوتا ہے کہ پیغمبرؐ اسلام نے کبھی مقام عدالت میں نہ اپنے گروہ کا لحاظ کیا نہ اپنے قبیلہ کا پاس کیا نہ غیر مسلم کے مقابلہ میں مسلم کا لحاظ کیا اور نہ مقام قصاص میں اپنی ذات کا پاس کیا۔

جناب رسولخداؐ کے بولنے کا انداز اور کردار

ا۔عام خصائل وحسنِ خلق (اسوۃ الرسول) جلد چہارم۔جریر ابن عبداللہ کا بیان ہے کہ کبھی ایسا نہ ہوا کہ آپ نے مجھے دیکھا ہو اور مسکرا نہ دیا ہو۔

آپ اکثر اوقات متفکر رہا کرتے تھے۔زیادہ تر خاموش رہتے تھے اور بے ضرورت کبھی گفتگو نہیں فرماتے تھے۔آپؐ کا ایک ایک فقرہ اور لفظ صاف اور واضح ہوتا تھا۔ہاتھ سے اشارہ کرنا ہوتا تو پورا ہاتھ اٹھاتے اور ہتھیلی کا رخ بدل دیتے۔ تقریر میں کبھی ہاتھ پر ہاتھ مارتے۔بات کرنے میں مسرت کی کیفیت طاری ہو جاتی تو آنکھیں نیچی ہو جاتیں۔ہنستے بہت کم تھے۔مسکراہٹ آپ کی ہنسی تھی۔

کبھی مغرورانہ گفتگو نہیں کرتے تھے بلکہ سکون کے انداز میں تقریر فرماتے تھے۔فقرات پُرمعنی ہوتے تھے۔اور مختصر کلمات میں آپؐ کے بہت سے معنی و مطالب ہوتے تھے۔آپؐ کا کلام و بیان حق و باطل میں فرق وتمیز بتانے والا ہوتا تھا۔آپ کا کلام فضول الفاظ اور لغویات سے بالکل پاک ومنزہ ہوتا تھا اور خلاف مقصد کوئی کلام نہیں ہوتا تھا۔صحیح بخاری میں آپ کے اسوۂ حسنہ کی تفصیل ان الفاظ میں کی گئی ہے۔(اسوہ جلد ۴ ص ۶)

محمد صلعم مطیع خدا کو بشارت اور خوشخبریاں دیتے۔گناہ گاروں کو عذاب سے ڈراتے۔غریبوں کی پناہ تھے۔خدا کے رسول اور بندہ تھے۔تمام کاموں کو خدا پر چھوڑ دینے والے بزرگ تھے۔آپؐ نہ بدمزاج تھے اور نہ دُرشت، آپ کبھی چیخ کر نہیں بولتے تھے۔بدی کا بدلہ ویسا ہی نہیں لیتے تھے۔معافی طلب کرنے والوں کو

فوراً معاف فرما دیتے تھے۔گناہ گاروں کو بخش دیتے تھے۔آپ کا فرض منصبی مذاہب کی کجی کو درست کر دینا تھا۔آپ کی تعلیم اندھوں کو آنکھ اور بہروں کو کان دینا تھا۔آپ غافل دلوں کے پردے اٹھا دیتے تھے۔آپؐ ہر خوبی سے آراستہ جملہ اخلاقِ فاضلہ اور اعلیٰ ترین اخلاق کے مالک تھے۔سکون ان کا لباس، نیکی ان کا شعار، تقویٰ ان کا ضمیر، حکمت ان کا کلام، عدل ان کی سیرت ہے، ان کی معرفت سراپا راستی ایمانداری ان کی معرفت اور ہدایت رہنمائے خلق ہے۔وہ ضلالت کو ختم کر دینے والے، گمناموں کو رفعت دینے والے، مجہولوں کو نامور کر دینے والے۔قلت کو کثرت اور تنگدستی کو غناو دولتمندی سے بدل دینے والے تھے۔(صحیح بخاری شریف)

امام غزالی کیمیائے سعادت میں لکھتے ہیں:

محمد صلعم مویشی کو خود چارہ دیتے تھے۔اونٹ کو آپ باندھتے تھے۔گھر میں جھاڑو خود دیتے تھے۔بکری خود دوھ لیتے تھے۔خادموں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے۔خادم کو اس کے کام کاج میں مدد دیتے تھے۔بازار سے خود جا کر سودا لاتے تھے۔ہر ادنیٰ اعلیٰ چھوٹے بڑے کو سلام میں سبقت فرماتے تھے۔جو کوئی ساتھ ہو جاتا تو اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر چلا کرتے۔غلام و آقا، ترکی و حبشی میں ذرا فرق نہ فرماتے تھے۔رات دن کا لباس ایک ہی رکھتے۔کیسا ہی کوئی حقیر شخص دعوت کے لئے کہتا قبول فرما لیتے۔جو کچھ سامنے رکھ دیا جاتا اسے بہ رغبت کھاتے تھے۔رات کے کھانے میں صبح کے لئے اور صبح کے کھانے میں شام کے لئے اٹھا نہ رکھتے تھے۔کم خوراک، کریم الطبع اور کشادہ رو تھے۔مگر بہت ہنستے نہ تھے۔چہرہ متفکر رہتا تھا۔مگر ترش رو بدمزاج نہ تھے، متواضع منکسر مزاج تھے۔جس

میں ذلّت نہ تھی۔ بابیبت تھے۔جس میں درشتی اور سختی نہ تھی سخی تھے مگر فضول خرچ نہ تھے۔ ہر ایک پر رحم وشفقت فرمایا کرتے تھے۔کسی سے کچھ توقع نہیں رکھتے تھے۔سرِ مبارک کو ہمیشہ جھکائے رہتے تھے۔(کیمیائے سعادت از امام غزالی)

شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں: پیغمبر اسلام صلعم اپنے کنبہ والوں اور خادموں پر زیادہ مہربان تھے۔اَنس نے دس سال تک خدمت کی۔اس پوری مدت میں ان کو اف تک نہ کہا۔زبان مبارک پر کبھی کوئی فحش لفظ نہیں آیا۔کسی پر لعنت نہیں کی۔ دوسروں کی آزار دہی اور اذیت رسانی پر برابر صبر فرماتے تھے۔خلق خدا پر ہمیشہ رحم فرماتے تھے۔آپؐ کے ہاتھ اور زبان سے کسی کو ضرر نہیں پہنچا۔کنبہ کی اصلاح اور قوم کی درستی کی طرف نہایت توجہ فرماتے تھے۔

شفائے قاضی عیاض میں ہے:

پیغمبر اسلام صلعم کے انصاف کے مقابلہ میں قریب و بعید آپ کے نزدیک برابر تھے۔مساکین سے محبت فرماتے تھے۔غرباء میں رہ کر خوش ہوتے تھے۔کسی کو اس کی فقیری کی وجہ سے حقیر نہ سمجھتے اور کسی بادشاہ کو اس کی بادشاہی کی وجہ سے بڑا نہیں جانتے تھے۔اپنے پاس بیٹھنے والوں کی تالیفِ قلوب فرماتے تھے یعنی ان کو خوش کرتے۔جاہلوں کی حرکات پر صبر فرمایا کرتے۔کسی شخص سے خود علیحدہ نہ ہوتے۔جب تک کہ وہی خود نہ چلا جائے۔صحابہ سے کمال محبت فرماتے تھے۔ زمین پر بیٹھ جاتے اور اپنے جوتا میں آپؐ پیوند لگا لیتے۔اپنے لباس میں پیوند لگا لیتے۔دشمن اور کافر سے بھی بہ کشادہ پیشانی ملا کرتے۔مدینہ میں آنے کے بعد آپ کا یہ معمول رہا کہ جب کسی مسلم کو حالت نزع میں پایا تو آپ اس کے سرہانے

بیٹھے رہے اور اس کے لئے دعائے مغفرت فرماتے رہتے۔اس کے مرنے کے بعد اس کی تکفین و تدفین میں شرکت فرماتے۔جب بوجہ کثرت تعداد اہل اسلام یہ کام سخت مشکل ہوگیا تو یہ معمول رہا کہ مسلمان کی میت کے بعد تکفین کے خدمت پیغمبر اسلامؐ میں لایا جاتا تھا اور آپ اس پر نماز جنازہ پڑھا دیتے تھے۔

مریضوں کی عیادت کا بہت شوق تھا۔کس کی بیماری کی خبر پا کر دور دور تک عیادت کے لئے تشریف لے جاتے اور مریض سے الفاظ تسکین وتسلی کہتے۔ایک بار ایک بدو مدینہ میں آکر بیمار ہوگیا۔حسب عادت اس کی عیادت کو تشریف لے گئے اور اس پر شفقت فرماتے ہوئے کلمات تسکین فرمانے لگے۔

جناب رسولخداؐ کا ایثار اور سخاوت

ایک عورت نے پیغمبر اسلامؐ کو ایک چادر تحفتہً دی۔آپؐ کو چادر کی ضرورت بھی تھی۔آپ نے وہ چادر قبول کرلی۔ایک صاحب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ چادر کیسی اچھی ہے۔آپ نے وہ چادر اپنے کندھوں سے اتار کر ان کو دے دی۔ جب وہ صاحب چادر لے کر چلے گئے تو لوگوں نے ان کو ملامت کی کہ تم جانتے ہو کہ آنحضرتؐ کو چادر کی ضرورت تھی۔تم یہ بھی جانتے ہو کہ آپؐ کسی کا سوال رد نہیں کرتے۔انہوں نے جواب دیا کہ میں نے تو برکت کے لئے چادر لی ہے کہ مجھ کو اس چادر کا کفن دیا جائے۔

جناب رسولخداؐ کا کردار

بزبان آئمہِ اہلبیتؑ

حلال روزی اور محنت کرنے کی عظمت، صبر و برداشت کی انتہا، آپؐ کی انکساری مساوات اور رحم

جناب رسولخداؐ کی عبادت

حیات القلوب جلد دوم ص ۲۲۶ بیانِ اخلاق حمیدہ۔ امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ جب رمضان المبارک کا آخری عشرہ داخل ہوتا تھا تو پیغمبرِ اسلامؐ عبادت خدا کے لئے کمر بستہ ہوجاتے تھے اور ازواج سے کنارہ کشی فرمالیتے تھے، اور راتوں کو تمام رات بیدار رہتے تھے، اور بجز عبادتِ الٰہی کے دوسرا کام نہیں کرتے تھے۔

آپ کا معمول تھا کہ شب کو وضو کا پانی اپنے سرہانے رکھتے تھے اور کچھ دیر سوجاتے تھے۔ پھر بیدار ہوکر آسمان کی طرف نظر کرتے تھے اور سورۃ آل عمران کی آخری آیات ۱۹۰ تا ۱۹۳ کو تلاوت فرماتے تھے۔ پھر مسواک کرکے وضو کرکے چار رکعت نماز ادا فرماتے تھے اور رکوع و سجود کو طول دیتے تھے اور اتنا طول سجدہ کردیتے تھے کہ گویا آج شب سر کو سجدہ سے نہ اٹھائیں گے۔ پھر بستر پر لیٹ کر سوجاتے تھے۔ کچھ دیر کے بعد پھر بیدار ہوجاتے تھے۔ پھر آسمان کو دیکھتے۔ اور آیات مذکورہ کو تلاوت فرماتے۔ پھر مسواک کرتے اور وضو کرتے پھر چار رکعت نماز ادا کرتے۔ پھر بستر پر لیٹ جاتے اور کچھ دیر سوجاتے اور پھر بیدار ہوجاتے حتیٰ کہ نافلہ صبح کو ادا کرتے۔ اس کے بعد مسجد کو تشریف لے جاتے تھے۔ (حیات القلوب)

جناب رسولخداؐ کا کردار بزبانِ آئمہِ اہلبیتؑ

علی مرتضیٰؑ سے زیادہ کون واقف حالات نبوی تھا۔ علیؑ نے نہج البلاغت میں پیغمبرؐ اسلام کے متعلق فرمایا ہے۔

ازکتاب حیات القلوب جلد ۲ ص ۲۳۰:

تم لوگوں کو پیغمبر اسلامؐ کی پیروی اور تاسی کرنے کے لئے یہی کافی ہے کہ دنیا کی مذمت اس سے زیادہ اور کیا ہوگی کہ پیغمبر اسلامؐ نے دنیا کو ترک کر دیا اور دنیا ان کو میسر نہ ہوئی۔ ان کے غیروں کو حاصل ہوئی۔ اور آپؐ نے دنیا کو زیادہ اہمیت نہ دی۔ اور دنیا کی طرف نظر تک نہ کی اور آپ کا دامن ہر ایک شخص سے زیادہ خالی رہا۔ آپؐ کا شکم طعامِ دنیا سے ہمیشہ خالی رہا۔ خدائے قدیر نے محمدؐ کو مالک دنیا بنانا چاہا اور دنیا اُن کے سامنے پیش کی گئی۔ مگر آپ نے دنیا کو قبول نہ کیا کیونکہ خدا نے دنیا کو حقیر سمجھا ہے لہٰذا آپؐ نے بھی دنیا کو حقیر سمجھا۔ پیغمبرؐ اسلام کا یہ حال تھا کہ زمین پر بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے تھے۔ اور غلاموں کی مانند دو زانو بیٹھتے تھے۔ اپنے جوتوں اور لباس کو خود پیوند لگا لیتے تھے اور بغیر زین کے خچر پر سوار ہوتے تھے اور اپنے ساتھ سواری پر دوسرے کو ردیف (ساتھی) بنا لیتے تھے۔ آپ نے ایک بار کسی زوجہ کے مکان پر تصویر دار پردہ دیکھا۔ پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا کہ اس پردہ کو دروازہ سے ہٹا دو تا کہ زینت دنیا میری نظروں کے سامنے نہ آئے۔

علی مرتضیٰؑ فرماتے ہیں کہ پیغمبر اسلامؐ نے کبھی دنیا کو اپنے دل میں جگہ ہی نہ دی تھی۔ بیشتر ایسا ہوتا تھا کہ آپؐ نے اہل بیت کے ہمراہ بھوکے رہتے تھے اور آخر دنیا سے بھوکے ہی گئے اور اپنی ذات کے لئے پتھر پر پتھر نہ رکھا (یعنی مکان نہ بنایا)۔

امام حسینؑ نے فرمایا کہ جب پیغمبر اسلامؐ درگاہِ خدا میں ہاتھ اٹھاتے تھے تو تضرع و زاری کرتے تھے اور اپنی انگلیوں کو حرکت دیتے تھے۔ جیسے کہ کوئی سائل کچھ طلب کرتا ہو۔

امام زین العابدینؑ نے فرمایا کہ جدامجد رسول خداؐ عبادت میں اس قدر تکلیف اور مشقت برداشت کرتے تھے کہ پیروں پر ورم آجاتا تھا۔ ایک بار لوگوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ خدا نے تو آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دیئے

ہیں۔ آپ کیوں اس قدر تکلیف برداشت کرتے ہیں؟۔ آپؐ نے جواب دیا کہ۔ کیا میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کبھی قسم نہیں کھاتے تھے۔ بلکہ جب قسم کی ضرورت ہوتی تو فرماتے۔۔

میں خدا سے مغفرت چاہتا ہوں۔

آپؐ کا کردار اور سیرت پاک

(ا) خادم جب چکی چلانے سے تھک جاتا تھا۔ تو پیغمبر اسلامؐ خود اس کی مدد فرماتے تھے۔

(ب) حاضرین کی موجودگی میں تکیہ نہیں لگاتے تھے۔

(ج) اپنے اہل وعیال کی خدمت خود کرتے تھے۔

(د) آزاد وغلام جو بھی دعوت دیتا تھا قبول فرماتے تھے۔

(ر) بہت چھوٹی مقدار تحفہ وہدیہ بھی قبول فرماتے تھے۔

(س) معاملات دنیوی کے بارے میں کبھی غصہ نہیں فرماتے تھے۔ صرف کارہائے خدا میں غضب وغصہ کرتے تھے۔

شدت گرسنگی (فاقہ) میں پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تھے۔ چادر یمنی اور اونی جُبّہ پہنتے تھے۔ اکثر لباس سفید ہوتا تھا۔ سر پر عمامہ (پگڑی) باندھتے تھے۔ جمعہ کو اچھا لباس آپؐ کے لئے مخصوص تھا۔ اپنا پرانا لباس کسی فقیر کو عطا کر دیتے تھے اور کسی کا کوئی سوال رد نہیں کرتے تھے۔

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ پیغمبر اسلامؐ نافلہ شب کو استادہ (کھڑے ہو کر)

پڑھتے تھے۔ اس طرح کہ کبھی ایک پاؤں کو اٹھا لیتے اور جب تھک جاتے تو دوسرے پاؤں کو اٹھا لیتے تھے۔ حتیٰ کہ پاؤں سوج ہوجاتے تھے۔ خدائے قدیر نے اپنے حبیبؐ کی یہ تسلیم و رضا دیکھی تو بذریعہ ملک یہ پیغام محبت سنا: یَا ایھا المزمل قم الیل اِلّا قَلِیلاً۔

اے پاک و پاکیزہ چادر اوڑھنے والے!

''اے طیب و طاہر پاک و پاکیزہ ہادی خلق! میں نے قرآن آپؐ پر اس لئے نہیں نازل کیا ہے کہ آپ اپنے کو سخت تکلیف و مشقت میں ڈالیں۔'' (سورہ مزمل)

خدا نے سارے انبیاءؑ کو یہ حکم دیا کہ میری عبادت کرو۔ مگر ہمارے رسولؐ سے فرمایا کہ ''عبادت کرو مگر کم'' یعنی حضورؐ نے اتنی عبادت کی کہ خدا نے روک دیا۔)

حلال روزی کمانے میں محنت، تحمل، مشقت اور شوقِ مشاہدہ در عمر ۳ سال

پیغمبرؐ اسلام کی عمر صرف ۳ سال تھی کہ آپ نے اپنی دایہ حلیمہ سے کہا کہ میرے رضاعی بھائی بکریاں چرانے صحرا کو جاتے ہیں۔ مجھ کو بھی ان کے ساتھ جانے کی اجازت دیجیے تاکہ مناظرِ قدرت دیکھوں۔

محمدؐ کا اس کمسنی میں گوسفند چرانے کے لئے صحرائے گرم عرب میں جانا اور دن بھر بکریاں چرا کر شام کو گھر واپس آنا بتاتا ہے کہ آپ میں قوت تحمل فطری طور پر تھی۔ مناظر قدرت کو دیکھ کر خدا کی عظمت اور احسانات کو جاننے کا شوق تھا اور حلال روزی کمانے کے لیے سختیاں برداشت کرنے کا شوق آپؐ کی سنت

ٹھہری۔ فرمایا: عبادت کی ستر (۷۰) قسمیں ہیں۔ سب سے افضل حلال روزی کمانا ہے۔'' (الحدیث از اصولِ کافی)

خود تجارتی مال اونٹوں پر لادنا، حلال روزی کمانے کی محنت کرنا

حضرت محمدؐ بعمر تقریباً ۲۴ سال مال تجارت خدیجہؑ کو لے کر بجانبِ شام تشریف لے گئے تھے۔ اسی زمانہ کا واقعہ ہے کہ بیرون مکہ قافلہ تجار جمع تھا اور مال خدیجہ بھی جمع کر دیا گیا تھا۔ محمد صلعم جب اس میدان میں پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ خدیجہ کا مال تجارت بہت بڑی تعداد و مقدار میں زمین پر پڑا ہے اور ابھی تک اونٹوں پر لادا نہیں کیا گیا۔ آپؐ نے ملازمین اور غلامانِ خدیجہؑ سے دریافت کیا کہ آخر کیوں اس سامان تجارت کو اونٹوں پر بار نہیں کیا گیا ہے؟ ملازمین نے جواب دیا کہ حضور ہماری تعداد کم ہے اور سامان بہت زیادہ ہے۔ ہم کیوں کر اس کو اٹھا سکتے ہیں۔ حضرت محمدؐ نے غلاموں کے جواب کو سنا اور خاموش رہے پھر اپنے ناقہ سے نیچے اترے اور اپنی کمر کو کس کر باندھا اور سامان تجارت کو اونٹوں پر لادنا شروع کیا اور تھوڑی ہی مدت میں سامان کو لاد کے اپنے ناقہ پر سوار ہو گئے اور میسرہ غلام خدیجہؑ کو ہمراہ لے کر بغرض تجارت قافلہ کے ساتھ شام روانہ ہو گئے۔

معلوم ہوا کہ حلال روزی کمانے کے لیے سخت محنت کرنا سنتِ رسولؐ ہے اور خدا کی اعلیٰ ترین عبادت ہے۔

برداشت کرنا، تحمل

حضرت امام موسیٰؑ ابن جعفر الکاظمؑ سے منقول ہے کہ ایک یہودی نے پیغمبر

اسلامؐ کو راستہ میں روک لیا اور کہا کہ چند دینار مجھ کو عطا کر دو۔ پیغمبر اسلامؐ نے عذر کیا اور کہا کہ اس وقت میرے پاس اتنی رقم نہیں ہے۔ مگر یہودی کا اصرار بڑھا۔ آپ نے بار بار عذر کیا مگر اس نے راستہ نہیں چھوڑا اور کہا کہ میں اس وقت تک آپ کو نہیں جانے دوں گا جب تک آپ مجھ کو میری مطلوبہ رقم نہ دیں گے۔ آخر پیغمبر اسلامؐ وہیں بیٹھ گئے اور وہ یہودی بھی بیٹھ گیا، اسی اثنا میں نماز ظہر کا وقت آ گیا آپؐ نے نماز ادا فرمائی پھر نماز عصر کا وقت آ گیا وہ بھی وہیں ادا کی گئی۔ پھر نماز مغرب وعشا بھی پیغمبر اسلامؐ نے وہیں ادا کی۔ اصحاب پیغمبرؐ نے اس یہودی کو ڈرانا اور دھمکانا چاہا مگر پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ تم کو اس یہودی سے کیا کام ہے؟ تم لوگ کیوں دخل دیتے ہو۔ اصحاب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ اس یہودی نے آپ کو قید کر رکھا ہے۔ ہم اس کو سزا دینا چاہتے ہیں۔ مگر پیغمبر اسلامؐ نے اصحاب سے کہا کہ خدا نے مجھے اس لئے مبعوث برسالت نہیں کیا ہے کہ میں کسی شخص کو آزار دوں جو ہماری پناہ میں ہے یا کسی دوسرے کو آزار پہنچاؤں، بہرحال پیغمبر اسلامؐ اسی طرح اسی جگہ پر رہے حتیٰ کہ شب گزر گئی اور صبح نمودار ہوگئی اور پیغمبر اسلامؐ نے نماز صبح وہیں ادا فرمائی۔ مگر پیغمبر اسلامؐ کے اس تحمل اور حلم کا اثر یہ ہوا کہ بعد نماز اس یہودی نے کلمہ توحید زبان پر جاری کیا اور اصحابِ پیغمبرؐ میں شامل ہوگیا۔

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے کہ پیمبر اسلامؐ مجمع اصحاب میں تشریف فرما تھے کہ اتنے میں ایک سائل حاضر ہوا اور اس نے سوال کیا۔ پیغمبر اسلامؐ کے پاس اس وقت کچھ موجود نہ تھا۔ آپؐ نے اصحاب سے فرمایا کسی کے پاس کچھ ہو تو وہ مجھ کو قرض دے دیں۔ ایک شخص انصار نے عرض کیا کہ میرے پاس خرمے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ چار وسق خرمے سائل کو دے دو۔ سائل خرمے لے کر چلا گیا۔

کچھ دنوں کے بعد اس مرد انصار نے اپنا قرضہ پیغمبر اسلامؐ سے طلب کیا، آپ نے عذر کیا کہ ابھی میرے پاس موجود نہیں ہے۔ اس نے کچھ دنوں کے بعد پھر تقاضا کیا۔ پھر آپ نے معذرت کی۔ تیسری بار وہ مرد انصار، پیغمبر اسلامؐ پر ناراض ہونے لگا۔ اور الفاظ ناملائم زبان سے کہنے لگا۔ پیغمبر اسلامؐ مسکرائے اور پھر اپنے اصحاب سے فرمایا کہ تم میں کوئی ایسا ہے جو اس کا قرضہ ادا کر دے۔ ایک صحابی نے عرض کیا کہ میرے پاس آٹھ وسق خرمے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ چار وسق اس کے قرضہ میں دے دو اور چار وسق ہمارے طرف سے بطور عطیہ کے دے دو۔ (حیات القلوب)

نتیجہ: ثابت ہوا اگر قرض دینے والا مطالبہ نہ کرے اور قرض لینے والے خود اپنی طرف سے قرض کی واپسی پر کچھ زیادہ رقم ادا کر دے تو وہ جائز بھی ہے اور سنت رسولؐ بھی ہے۔ لیکن اگر قرض دینے والا اپنی قرض دی ہوں رقم سے زیادہ طلب کرے تو وہ سود ہے جو سخت حرام ہے۔ کیونکہ وہ کمزوری سے ناجائز فائدہ اٹھانا ہے۔ (حسن رضوی)

انتہائی بے ادبی پر رسولخداؐ کا تحمل و برداشت کی انتہا

پیغمبر اسلامؐ ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے کہ عتبہ بن ابولہب آیا اور اس نے کہا کہ میں کافر ہوں اور یہ کہہ کر چہرۂ پیغمبر اسلامؐ پر لعاب دہن ڈال دیا (منہ پر تھوک دیا) پیغمبر اسلامؐ ایسی سخت بے ادبی اور اشتعال پر بھی خاموش رہے اور صرف اتنا فرمایا کہ ''اے عتبہ تو نہیں ڈرتا ہے کہ مبادا تجھ کو کوئی درندہ پھاڑ ڈالے۔''

(سفر شام میں جب کہ وہ ابولہب کے ساتھ بغرض تجارت گیا تھا ایک شیر کے منہ کا لقمہ بن گیا) خس کم جہاں پاک۔

پیغمبر اسلامؐ کا زخمی ہونا

ابوجہل کے پتھر مارنے سے پیشانی پیغمبر اسلامؐ زخمی ہوگئی اور آپ کے حلق پر دوسرا پتھر لگا کہ خون جاری ہوگیا تو آپؐ اس خون کو زمین پر نہیں گرنے دیتے تھے ۔اس وقت خدیجہؑ آپ کی رفیقۂ حیات نے پوچھا کہ آپ خون کو کیوں زمین پر نہیں گرنے دیتے ؟ آپؐ نے فرمایا کہ میں ڈرتا ہوں کہ میرا خون زمین پر گرے تو اس کے بدلے میں خدا میری امت پر عذاب نازل کردے ۔ بہرحال خدیجہؑ اور علیؑ مرتضیٰ شب کی تاریکی میں پیغمبر اسلامؐ کو کوہِ ابوقبیس سے گھر میں لائے جب مشرکین مکہ کو معلوم ہوا کہ محمدؐ گھر میں آگئے ہیں تو انہوں نے گھر پر پتھر پھینکنا شروع کردیئے ۔علیؑ اور خدیجہؑ پیغمبر اسلامؐ کے سامنے کھڑے ہوگئے اور پتھر آتا تھا اس کو اپنے جسم پر روک لیتے تھے ۔آخر خدیجہ دروازہ پر گئیں اور مشرکین مکہ کو مخاطب کر کے کہا اے اہل مکہ تم کو شرم نہیں آتی ہے کہ اس عورت کے گھر پر پتھروں کی بارش کررہے ہو جو تم میں سب سے زیادہ نجیب وشریف خاندان سے ہے ۔خدیجہؑ کے ان الفاظ نے ایسا اثر قلوب کفار پر کیا کہ وہ واپس چلے گئے ۔(حیات القلوب)

یہ ہے وہ نمونہ حلم وتحمل انسانی ہے جس کی مثال ونظیر تاریخ عالم میں نہیں مل سکتی ہے اور وہ نمونہ ہے جو اہل عالم کے لئے دستور العمل حیات بن سکتا ہے ۔

صبر و برداشت کی انتہا

''زخمی ہونے کے بعد پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا۔'' کیوں کر وہ قوم نجات پائے گی جو اپنے نبیؐ کے ساتھ ایسا برا سلوک کرتی ہے ۔آپؐ یہ کہتے جاتے تھے اور

چہرہ کا خون صاف کرتے جاتے تھے اور یہ دعا فرماتے تھے خداوندا۔ میری قوم کو ہدایت کر کہ یہ لوگ نادان ہیں ۔''

''پیغمبر اسلامؐ سے لوگوں نے عرض کیا کہ آپ قوم پر لعنت کیجیے پیغمبر اسلامؐ نے انکار کردیا اور دعا کی کہ اے خدا میری قوم کو ہدایت کر ۔''

بلالؓ امیہ بن حلف کے غلام تھے ۔جب ٹھیک دوپہر ہوجاتی تھی تو امیہ ان کو جلتی ریت پر لٹا دیتا تھا اور پتھر کی چٹان ان کی چھاتی پر رکھ دیتا تھا کہ جنبش نہ کرسکیں ۔کبھی ان کی گردن میں رسی باندھ کر لڑکوں کے سپرد کردیتا تھا۔لڑکے جانور کی مانند ان کو پہاڑوں اور ریتلی زمینوں پر گھسیٹتے پھرتے تھے ۔کبھی ان کے ہاتھ باندھ کر زمین پر ڈال دیتے تھے اور ڈنڈوں سے پیٹتے تھے ۔کبھی ان کو کئی کئی روز کے فاقے دیئے جاتے تھے ۔ پانی بند کردیا جاتا تھا۔پیغمبر اسلامؐ نے اپنے مخلص صحابی کی ان تمام تکالیف کو برداشت کیا اور لامتناہی حلم وتحمل کا مظاہرہ فرمایا۔آخر بحکم پیغمبرؐ عباس بن عبدالمطلب نے بلال کو خرید کر آزاد کردیا۔(حیات القلوب)

واقعہ افک

واقعہ افک یعنی حضرت عائشہؓ پر تہمت کے چرچے ہوتے رہے ۔پیغمبر اسلامؐ خاموش رہے ۔ایک ماہ کا زمانہ گزر گیا۔اس دوران میں سلسلہ وحی بھی منقطع رہا۔جب ایک مہینہ کامل گزر گیا تو پیغمبر اسلامؐ عائشہ کے میکے گئے اور عائشہ کے قریب بیٹھ گئے ۔(تاریخ روضۃ الصفاء جلد ۲ ص ۱۰۵)

''عائشہ کا بیان ہے کہ یکا یک پیغمبر اسلامؐ میرے گھر آئے اور سلام کر کے میرے قریب بیٹھ گئے اور جب سے لوگوں نے مجھ پر تہمت لگائی تھی، میرے

پاس نہیں بیٹھے تھے۔ایک ماہ ہو چکا تھا کہ وحی بھی نازل نہیں ہوئی تھی۔ بیٹھنے کے بعد خدا کی حمد وثنا زبان پر جاری کی۔اس کے بعد کلمہِ شہادتین پڑھا۔اس کے بعد فرمایا۔''اے عائشہ تمہارے بارے میں مجھ کو ایسی ایسی باتیں پہنچی ہیں۔اگر تمہاری ذات اس گناہ سے پاک ہے تو خدا عنقریب تم کو بری کر دے گا اور اگر خلاف عادت تم سے واقعی جرم صادر ہو گیا ہے تو تم کو توبہ اور استغفار کرنا چاہیے۔ کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کر لیتا ہے اور توبہ کرتا ہے تو خدا اس کی توبہ کو قبول کرتا ہے۔اور اس کو معاف کر دیتا ہے۔'' (تاریخ روضۃ الصفاء جلد ۲)

جناب رسول خداؐ کے حلم وتحمل کی انتہا اور نتیجہ

تاریخ سیرت ابن ہشام میں لکھا ہے کہ ابوجہل نے پیمبر اسلامؐ کو کوہ صفا پر دیکھا۔اس نے آپؐ کو اذیت دی اور برا کہا۔اور بقولے طمانچہ مارا۔پیغمبر اسلامؐ نے تحمل وصبر کیا۔عبداللہ بن جدعان کی کنیز نے دیکھا اور اس نے حمزہ سے جا کر واقعہ بیان کیا۔حمزہ کو حمیتِ خاندانی کا جوش آیا۔صحن کعبہ میں آئے دیکھا کہ ابوجہل مجمع میں بیٹھا ہے۔آتے ہی لوہے کی کمان اس کے سر پر ماری اور کہا کہ تو جس دین کو برا کہتا ہے میں اس میں داخل ہو گیا ہوں۔خبردار جو تو نے محمدؐ کو کچھ کہا۔ پیغمبر اسلامؐ کے تحمل نے امیر حمزہ کو شرفِ اسلام بخشا اور دین اسلام کو مضبوط کیا اور اپنی اور اپنے دین کی حقانیت کو ثابت کر دیا۔

پیغمبر اسلامؐ لشکر فاتح وجرار ہمراہ لے کر قلعہ بنی قریظہ کے فتح کرنے کے لئے جا رہے ہیں۔آپ کا سپہ سالار علمدار فوج آپ کو یہ خبر پہنچاتا ہے کہ اہل قلعہ آپؐ کو گالیاں دے رہے ہیں۔پیغمبر اسلامؐ کے بجائے کوئی دوسرا بادشاہ یا حملہ

آور ہوتا تو غصہ میں قلعہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتا اور ایک دم لشکر کو حکم دیتا کہ قلعہ کو مسمار کر ڈالو۔اہالیان قلعہ کو قتل کر دو۔پیغمبر اسلامؐ نے علیؑ کے خبر رسانی کے جواب میں صرف اتنا فرمایا کہ جب میں اہل قلعہ کے سامنے کھڑا ہوں گا تو وہ کچھ نہ کچھ کہیں گے۔گالیاں اور برے الفاظ کو سن کر غصہ کو پی جانا اور اس کا انتقام نہ لینا ہی حلم کہلاتا ہے اور سخت تکالیف کو حصول مقصد کے لئے برداشت کر لینا تحمل ہے۔ پیغمبر اسلامؐ نے اس موقعہ پر بھی اعلیٰ نمونہِ حلم وتحمل پیش فرمایا ہے۔

غزوۂ خندق کے موقع پر صبر وبرداشت

''علیؑ کا بیان ہے کہ میں پیغمبر اسلامؐ کے ساتھ خندق کھودنے میں مصروف تھا کہ فاطمہؑ آئیں ان کے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا تھا۔خدمتِ پیغمبر اسلامؐ میں عرض کرنے لگیں کہ میں نے اپنے دونوں بچوں کے لئے روٹی پکائی تھی۔اس میں کا ایک ٹکڑا آپ کے لئے لائی ہوں۔تناول فرمایئے۔پیغمبر اسلامؐ نے وہ نان کا ٹکڑا لے کر فرمایا کہ بیٹی یقین جان کہ تین دن کے فاقہ کے بعد یہ پہلی خوراک ہے جو تیرے باپ کے منہ میں پڑتی ہے۔(بحوالہ: ینابیع المودۃ،ص ۱۴۵)

ابوسفیان کا رسولخداؐ کے حلم وتحمل کا اعتراف

فتح مکہ کے موقع پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: اے ابوسفیان تو جانتا ہے کہ سوائے خدائے یکتا کے کوئی معبود نہیں ہے۔ابوسفیان نے عرض کیا کہ میرے ماں اور باپ آپ پر قربان ہوں۔میرے ایسے ظلم وستم کرنے کے بعد آپ مجھ پر اس قدر مہربان ہیں۔میں نے اب جان لیا کہ بجز خدائے یگانہ کے کوئی معبود نہیں اور مجھ کو بخش دیجیے، معاف فرما دیجئے۔مجھ کو آپؐ کے حلم وتحمل پر تعجب وحیرت ہے۔''

جناب رسولخداؐ کا

صبر، معافیاں، مساوات تواضع، ہمدردی مہمان نوازی

رحم وکرم، رواداری اور ہمدردی

جناب رسولخداؐ کا حلم عکرمہ بن ابوجہل جیسے دشمن اسلام کو معاف فرمانا

عکرمہ، ابوجہل کا لڑکا تھا۔ باپ کے ساتھ جنگوں میں شامل رہا۔ اہل اسلام کا سخت ترین دشمن اور حملہ آوروں کا سردار تھا۔ بعد فتح مکہ بھی اس نے ایک صحابی پیغمبر اسلامؐ کو قتل کر دیا۔ اس کے دل میں پیغمبر اسلامؐ کی اتنی دشمنی تھی کہ وہ فتح مکہ کے بعد بھی مسلمان نہیں ہوا بلکہ ایک صحابی کو قتل کر کے یمن کی طرف بہ راستہ کشتی چلا گیا۔ جب عکرمہ کی زوجہ ام حکیم کو معلوم ہوا تو وہ مکہ میں مسلمان ہو چکی تھی اور اس نے اپنے شوہر کے لئے بھی امان لے لی تھی وہ کشتی کے ذریعہ عکرمہ کے تعاقب میں گئی اور اس سے کہا کہ میں پیغمبر اسلامؐ سے تیرے لئے امان لے چکی ہوں تو واپس چل اور اسلام میں داخل ہو جا۔ عکرمہ واپس آیا۔ اور خدمت پیغمبر اسلامؐ میں حاضر ہوا۔ اور پیغمبر اسلامؐ کے سامنے سر جھکا کر کھڑا ہو گیا وہ اپنے کیے ہوئے پر سخت شرمسار تھا اور بہ صورت مجرم کھڑا تھا کہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا۔ ''اے عکرمہ تو مجھ سے ایسی چیز کا سوال نہ کرنا جو مرے قبضہ واختیار میں نہ ہو۔ اس کے علاوہ جو کچھ طلب کرے گا میں تجھ کو عطا کروں گا۔'' عکرمہ نے دست بستہ عرض کیا۔ ''اے خدا کے رسول! خدا سے دعا کیجیے کہ میں نے اسلام دشمنی میں جو کچھ کیا ہے اور خلاف اسلام جو کچھ کیا ہے خدا وہ سب معاف کر دے۔ پیغمبر اسلامؐ نے درگاہ خداوندی میں دست مبارک بلند کر دیئے اور دعا کی۔

''اے خدا! عکرمہ نے ہمارے بارے میں جو عداوتیں کی ہیں یا جو بدگوئی کی ہے اور راہ خدا سے روکنے کے لئے جو ہم پر حملے کیے ہیں سب کے سب معاف کر دے۔''

عکرمہ بن ابوجہل ایک بہادر انسان تھا بعد قبول اسلام جہاد میں مصروف رہا اور بعہد حضرت ابوبکر حالت جہاد میں شہید ہوا۔

وحشی قاتلِ حمزہؓ کو رسولخداؐ کا معاف فرمانا (برداشت وصبر کی انتہا)

وحشی دشمن اسلام تھا، لشکر دشمن کا سپاہی تھا۔ اس نے حضرت حمزہ سید الشہداء کو قتل کیا تھا۔ فتح مکہ کے بعد اس کا قتل کر دینا قانونِ جنگ کے مطابق تھا۔ بعد فتح مکہ یہ روپوش رہا۔ کیوں کہ پیغمبر اسلامؐ نے اس کا خون حلال کر دیا تھا۔ مسلمان اس کے قتل کرنے کے لئے اس کے متلاشی رہتے تھے۔ مگر یہ طائف جا کر چھپ گیا تھا۔ جب طائف کا وفد خدمت پیغمبر اسلامؐ میں حاضر ہوا تو وحشی نے آتے ہی کلمہ اسلام زبان پر جاری کیا۔ جناب رسولخداؐ نے اس کو معاف فرما دیا۔ (کیونکہ اسلام کے قانون کے مطابق اسلام لانے پر سارے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں)۔ (سبحان اللہ)۔

جنابِ رسولؐ تحمل وحلم در معاملات منافقین

صحیح بخاری پارہ بیسواں جلد دوم تفسیر سورہ منافقون (ترجمہ حیرت دہلوی) میں لکھا ہے کہ جابر بن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم لڑائی میں تھے، وہاں ایک مہاجر نے ایک انصاری کو مارا تو انصاری نے اپنی قوم کو بدلہ لینے کو بلایا اور مہاجر نے اپنی قوم کو بلایا۔ رسول اللہ صلعم نے یہ سنا تو فرمایا: یہ کیا قصہ ہے؟ لوگوں نے کہا انصاری کو ایک مہاجر نے مارا ہے اور اب وہ دونوں اپنی اپنی قوم کو بلا رہے ہیں آپؐ نے فرمایا درگزر کرو۔ لڑنا بری بات ہے اور جس وقت آپ ان

لوگوں میں تشریف لے گئے تھے تو انصاری بہت تھے۔ بعد میں مہاجر بھی زیادہ ہو گئے۔ عبداللہ ابن ابی نے کہا کیا مہاجروں نے ایسا کیا؟ واللہ میں مدینہ میں چل کر ان ذلیل لوگوں کو نکال دوں گا۔ حضرت عمر نے کہا: یا رسول اللہؐ اگر اجازت ہو تو اس منافق کو مار ڈالوں۔ آپؐ نے فرمایا: نہیں لوگ یہی خیال کریں گے کہ رسول اللہؐ نے اپنے صحابی کو مروا ڈالا۔

جناب رسولخداؐ کی پانچ خصوصیات تواضع

علو ہمت اور انکساری کی انتہا

تواضع:۔ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ میں تادمِ مرگ ان پانچ خصلتوں کو ترک نہ کروں گا۔

اوّل۔ غلاموں کے ساتھ زمین پر بیٹھ کر کھانا کھاتا رہوں گا۔ (انکساری کی انتہا)

دوم۔ خچر پر بغیر زین اور کپڑے کے سوار ہوتا رہوں گا۔ (تکبّر کی رد اور ضد)

سوم۔ اپنے ہاتھ سے خود اپنی بکریوں کا دودھ دوہتا رہوں گا۔ (اپنا کام خود کرنے کی فضیلت)

چہارم۔ اون کا معمولی لباس پہنوں گا۔ (معمولی لباس سواری، مکان، کھانے کی سنت)

پنجم۔ بچوں کو سلام کرتا رہوں گا تا کہ یہ میری سنت ہو جائے۔ اور میرے بعد لوگ اس پر عمل کرتے رہیں۔ (بچوں کی عزت اور ہمت افزائی)

(از حیات القلوب جلد دوم ص ۲۱۹)

خدا کے بندے تو ہیں ہزاروں، بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہو گا

پیغمبر اسلامؐ زمین پر تشریف فرما تھے اور کھانا نوش فرما رہے تھے کہ اتنے میں ایک عورت اس طرف سے گزری اور پیغمبر اسلامؐ سے کہنے لگی:

''ائے خدا کے نبی! آپ زمین پر بیٹھ کر کھانا کھا رہے ہیں اور غلاموں کی مانند طعام نوش کر رہے ہیں اور غلاموں کی مانند آپ بیٹھے ہوئے ہیں؟''

پیغمبر اسلامؐ نے اس کے جواب میں فرمایا: ''اے عورت خدا کے نزدیک مجھ سے زیادہ ''حقیر'' کون بندہ ہے۔'' یہ عجز وانکساری کی انتہا ہے۔ (سبحان اللہ)

بھوکا رہنا اور خدا کے ناراض ہونے سے ڈرنا

(رسولخداؐ کے پسندیدہ کام)

''حدیث امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ پیمبر اسلامؐ کو دنیا کی تمام چیزوں میں سب سے زیادہ پسند دو (۲) چیزیں تھیں۔ ایک تو بھوکا رہنا، دوسرے خوف خدا۔''

تواضع وعلوِ ہمت اور فتح کا شکر ادا کرنے کا طریقہ

کچھ دشمنانِ اسلام نے خود ہی شرارت کی۔ چراگاہ سے پیمبر اسلامؐ کے اونٹ لے بھاگے اور اونٹوں کے محافظ کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد بھی باقاعدہ مقابلہ کر کے جنگ کرتے رہے اور متعدد افراد طرفین کے قتل ہوئے۔ گویا معاملہ معمولی جھڑپ تک محدود نہیں رہا بلکہ اس نے جنگ کی صورت اختیار کر لی۔ حتیٰ کہ مدینہ

سے پیغمبر اسلامؐ مع پانچ سو افراد کا لشکر لے کر موقعہ پر پہنچ گئے۔ اب یقیناً دشمنوں سے انتقام لینا ہی چاہئے تھا اور ان کے ظلم کا ان کو جواب دینا بالکل حق بجانب تھا مگر پیغمبر اسلامؐ کی اعلیٰ اور بلند ہمت، رواداری واور معافیوں نے اس معاملہ کو اتنا معمولی تصور کیا کہ آپؐ نے انتقام لینے سے درگزر کیا۔ بلکہ ابن الاکوع، اپنے جان نثار صحابی کے جذبہ انتقام کو بھی ختم کر دیا اور فرما دیا کہ جب دشمن پر قابو پا لو تو اس کو معاف کر دو۔ یہ اسوۂ حسنہ ہی قابل تقلید بن سکتا ہے۔ (دشمن کو فتح حاصل کرنے کے بعد معاف کرنا ہے فتح ہونے کا عملی شکر ہے۔)

رسولخداؐ کا کمالِ مساوات

اگر کسی مجلس میں تشریف لے جاتے تھے مجلس کے نچلے حصے میں بیٹھتے تھے۔ اور لوگوں پر بھی ہمیشہ یہی تاکید رہتی تھی کہ محفل میں بلند مقام کی تلاش وجستجو نہ کریں۔ مجالس کے تمام حاضرین پر نوازش مساویانہ فرمائی جاتی تھی اور ایسی نوازش کی جاتی تھی کہ ہر شخص یہی سمجھتا تھا کہ میں آپؐ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا ہوں۔ (عین الحیٰوۃ)

جناب رسولخداؐ کا اپنے تمام کام خود انجام دینا اور کمالِ انکساری

گھر کا کام کاج خود کرتے تھے۔ کپڑوں میں پیوند آپ لگاتے تھے۔ گھر میں خود پیغمبر اسلامؐ جھاڑو دیتے تھے۔ دودھ دوہتے تھے۔ بازار سے سودا خود لاتے تھے۔ جوتی پھٹ جاتی تو خود گانٹھ لیتے تھے۔ گدھے وخچر کی سواری سے آپ کو عار نہ تھا۔ غلاموں اور مسکینوں کے ساتھ بیٹھتے اور ان کے ساتھ کھانا

کھانے سے پرہیز نہ تھا۔

عزت جسے دیتا ہے خدا دیتا ہے
وہ دل میں فروتنی کو جا دیتا ہے
کرتے ہیں تہی معز ثنا آپ اپنی
جو ظرف کہ خالی ہو صدا دیتا ہے
(میر انیسؒ)

واقعۂ تواضع

ایک دفعہ گھر سے باہر تشریف لائے۔ لوگ تعظیم کو اٹھ کھڑے ہوئے تو فرمایا کہ اہل عجم کی طرح تعظیم کے لئے نہ اٹھو۔ غریب سے غریب بیمار پڑتا تھا تو عیادت کو تشریف لے جاتے تھے۔ مفلسوں اور فقیروں کے ہاں جا کر ان کے ساتھ بیٹھتے تھے۔

واقعۂ تواضع

ایک دفعہ ایک شخص ملنے آیا۔ لیکن نبوت کا ایسا رعب طاری ہوا کہ کانپنے لگا۔ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں میں فرشتہ نہیں بلکہ ایک قریشی عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی۔

آپؐ فرمایا کرتے تھے میں بندہ ہوں اور غلاموں ہی کی طرح کھاتا ہوں اور بندوں ہی کی طرح بیٹھتا ہوں۔ ایک دفعہ کھانے کے موقعہ پر جگہ تنگ تھی اور لوگ زیادہ آ گئے۔ آپؐ اکڑوں بیٹھ گئے کہ جگہ نکل آئے۔ ایک بدّو بھی اس مجلس

میں شریک تھا۔ اس نے کہا۔ ''محمدؐ یہ کیا طرزِ نشست ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ خدا نے مجھے خاکسار بندہ بنایا ہے۔ جابر، متکبر اور سرکش نہیں بنایا ہے۔

واقعۂ تواضع

ایک بار ایک شخص نے پیغمبر اسلامؐ کو ان الفاظ سے خطاب کیا ''اے ہمارے آقا اور ہمارے آقا کے فرزند! اور اے ہم میں سب سے بہتر اور ہم میں سب سے بہتر کے فرزند!''

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: لوگو! خدا سے ڈرو۔ شیطان تمہیں گمراہ نہ دے۔ میں عبداللہ کا فرزند ہوں۔ خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ مجھے خدا نے جو مرتبہ دیا ہے، میں پسند نہیں کرتا کہ تم مجھے اس سے زیادہ بڑھاؤ۔

واقعۂ تواضع

پیغمبرِ اسلامؐ نے جب مکہ کو فتح کیا اور فاتحانہ طریقہ پر داخلِ مکہ ہوئے تو بجائے اِترانے کے آپ کا انداز یہ تھا کہ آپ عاجزی و انکسار سے اپنے سر جھکائے ہوئے تھے کہ آپ سرِ اقدس کجاوہ سے مل گیا تھا۔
(فتح کے موقعہ پر یہ انکساری دنیا کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں مل سکتی)۔

واقعۂ تواضع

فتح خیبر کے وقت پیغمبر اسلامؐ ایک گدھے پر سوار تھے جس میں لگام کی جگہ

کھجور کی چھال بندھی ہوئی تھی۔ حجۃ الوداع کے دن جس کجاوہ پر پیغمبر اسلامؐ سوار تھے اس کی قیمت دو درہم تھی۔

رسولخداؐ سے محبت کا ثبوت

پیغمبر اسلامؐ ایک دن وضو کر رہے تھے۔ اصحاب اس پانی کو لے کر اپنے اپنے جسموں پر مل رہے تھے۔ آپؐ نے اصحاب سے وجہ پوچھی تو عرض کی کہ خدا و رسولؐ کی محبت میں ایسا کر رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ خدا اور رسول سے محبت کرنا چاہتے ہو تو چاہئے کہ جب بات کرو تو سچ بولو، جب امین بنایا جائے تو ادائے امانت کرو اور اگر کسی کے ہمسایہ ہو تو بہتر ہمسایہ بنو۔ (معلوم ہوا رسولؐ کی محبت یہ ہے کہ انسان سچ بولے امانتدار ہو اور کسی کو تکلیف نہ دے۔)

واقعۂ تواضع، ہمدردی اور انسان دوستی

خباب بن ارت ایک صحابی تھے۔ ایک دفعہ پیغمبر اسلامؐ نے ان کو کسی غزوہ پر بھیجا۔ خباب کے گھر میں کوئی مرد نہ تھا اور عورتوں کو دودھ دوہنا نہیں آتا تھا۔ اس بنا پر جنابِ رسولخداؐ ہر روز ان کے گھر جاتے اور دودھ دوہ دیا کرتے تھے۔

واقعۂ تواضع اور مہمان نوازی

حبش سے جو مہمان آئے تو صحابہ نے چاہا کہ وہ ان کی خدمت گزاری کریں لیکن آپؐ نے روک دیا اور فرمایا کہ انہوں نے ہمارے پردیسیوں کی خدمت کی تھی۔ اس لئے میں خود ان کی خدمت کا فرض انجام دوں گا۔

واقعۂ تواضع اور معاف کرنے کی انتہا

کفارِ ثقیف جنہوں نے طائف میں آپؐ کو زخمی کیا تھا، ۹ھ میں جب وفد لے کر آئے تو پیغمبرِ اسلامؐ نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا اور بہ نفس نفیس خود ان کی مہمانی کے فرائض ادا کیے۔

مدینہ کی کنیزیں آپؐ کی خدمت میں آتیں اور جس کام کو کہتیں آپ فوراً اٹھ کھڑے ہوتے اور ان کا کام کر دیتے تھے۔

کسی کا کام کرنا نماز سے بھی افضل ہے

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ پیغمبرِ اسلامؐ نماز کے لئے کھڑے ہو رہے تھے کہ ایک بدّو آیا اور آپ کا دامن پکڑ کر بولا۔ میرا ذرا سا کام رہ گیا ہے ایسا نہ ہو کہ بھول جاؤں، پہلے اس کو ادا کر دو۔ آپؐ اس کے ساتھ مسجد سے باہر نکل آئے اور اس کا کام انجام دے کر نماز ادا کی۔

دشمن یہودی کے جنازہ کا احترام کرنا

ایک دفعہ ایک یہودی کا جنازہ راستہ سے گزرا، آپؐ وہاں بیٹھے تھے تو آپؐ احترام جنازہ کے لحاظ سے کھڑے ہو گئے۔ (آج تک دشمن کا اس قدر احترام کسی نے نہیں کیا ہوگا۔) (سبحان اللہ)

تواضع ومساوات اورغریبوں کی اہمیت

پیغمبرِ اسلامؐ اکثر یہ دعا فرماتے تھے۔ ''خداوندا مجھے مسکین زندہ رکھ۔ مسکین ہی دنیا سے اٹھا اور مسکینوں کے ساتھ میرا حشر کر۔ حضرت عائشہ نے دریافت کیا، یا رسول اللہؐ: یہ کیوں؟ فرمایا: اس لئے کہ یہ دولت مندوں سے پہلے جنت میں جائیں گے۔ پھر فرمایا اے عائشہ کسی مسکین کو اپنے دروازے سے نامراد نہ پھیرو گو چھوارے کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ دیدو۔ اے عائشہ غریبوں سے محبت رکھو۔ اور ان کو اپنے سے قریب کرو تو خدا بھی تم کو اپنے سے نزدیک کرے گا۔'' (اسوۃ ج ۴ ص ۱۴۸)۔ (معلوم ہوا کہ جو غریبوں سے محبت کرتا ہے وہ خدا کا مقرب بن جاتا ہے۔)

مال ودولت

پیغمبرِ اسلامؐ کا زکوٰۃ کے بارے میں حکم عام تھا کہ ہر قبیلہ یا ہر شہر کے امراء سے زکوٰۃ لے کر وہیں کے فقراء میں تقسیم کردی جائے۔ صحابہ اس حکم کی شدت سے تعمیل کرتے تھے اور ایک جگہ کی زکوٰۃ دوسری جگہ نہیں بھیجتے تھے۔ (اسوہ)

مساوات اورغریبوں کی عزت کرنا

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر نے کسی بات پر سلمان و بلال کو جن کا شمار فقراء مہاجرین میں ہے، ڈانٹا۔ پیغمبرِ اسلامؐ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا: تم نے ان لوگوں کو غمگین تو نہیں کیا؟ حضرت ابوبکر یہ سن کر سلمان اور بلال کے پاس گئے اور معافی مانگی۔ ان دونوں نے معاف کردیا۔ (اسوہ)

غریبوں پر رحم کرنا اور مساوات کی انتہا

پیغمبرِ اسلامؐ کا غلاموں کے بارے میں حکم عام تھا کہ یہ تمہارے بھائی ہیں جو خود کھاتے ہو انہیں کھلاؤ، جو خود پہنتے ہو وہ ان کو پہناؤ۔

پیغمبرِ اسلامؐ کی ملکیت میں جو غلام آئے ان کو آپ ہمیشہ آزاد کردیتے تھے لیکن وہ آپؐ کے احسان وکرم کی وجہ سے آزاد ہونا نہیں چاہتے تھے۔

غلاموں کے لئے لفظ غلام کہنا آپؐ پسند نہیں کرتے تھے۔ فرمایا کہ کوئی میرا غلام میری کنیز نہ کہے۔ میرا بچہ میری بچی کہے۔ اور غلام بھی اپنے آقا کو خداوند نہ کہیں۔ خدا خداوندِ عالم ہے۔ پیغمبرِ اسلامؐ نے اپنے مرض الموت میں سب سے آخری یہ وصیت فرمائی کہ غلاموں (نوکروں غریبوں) کے معاملہ میں خدا سے ڈرتے رہنا۔

غریبوں پر رحم اور مساوات

ابوذرؓ بہت مقرب صحابی تھے اور پیغمبرِ اسلامؐ ان کی صداقت کی مدح فرماتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے عجمی غلام کو برا بھلا کہا۔ غلام نے پیمبر اسلام سے شکایت کی۔ آپؐ نے ابوذر کو ڈانٹا اور فرمایا کہ تم میں اب تک قدیم جہالت باقی ہے۔ یہ غلام تمہارے بھائی ہیں۔ خدا نے تم کو ان پر فضلیت عطا کی ہے۔ اگر وہ تمہارے مزاج کے موافق نہ ہوں تو ان کو فروخت کردو۔ خدا کی مخلوق کو ستایا نہ کرو۔ جو خود کھاؤ وہ ان کو کھلاؤ۔ جو خود پہنو وہ ان کو پہناؤ۔ ان کو اتنا کام نہ دو جو وہ نہ کرسکیں اور اگر زیادہ کام ہو تو خود بھی ان کی مدد کرو۔

رسولخداؐ کا رحم اور مساوات

ایک دفعہ ابومسعود انصاریؓ اپنے غلام کو مار رہے تھے کہ پیچھے سے آواز آئی، ابومسعود تم کو جس قدر اس غلام پر اختیار ہے خدا کو اس سے زیادہ تم پر اختیار ہے۔ ابومسعود نے مڑکر دیکھا تو پیغمبرِ اسلامؐ موجود تھے، ابومسعود نے عرض کی یارسول اللہؐ میں نے اللہ کو خوش کرنے کے لئے اس غلام کو آزاد کیا۔ پیغمبرِ اسلامؐ نے فرمایا: اگر تم ایسا نہ کرتے تو آتشِ دوزخ تم کو چھو لیتی۔

واقعہ مساوات وانصاف

جن لوگوں نے آغاز اسلام میں حبش کو ہجرت کی تھی ان میں اسماء بنت عمیس بھی تھیں۔ فتح خیبر کے زمانہ میں مہاجرین حبشہ مدینہ واپس آئے تو اسماء بھی آئیں۔ ایک دن وہ حفصہ سے ملنے گئیں۔ اتفاق سے اس وقت عمر ابن خطاب بھی موجود تھے۔ پوچھا یہ کون ہیں؟ حفصہ نے نام بتایا۔ انہوں نے کہا کہ اچھا وہ حبش والی، وہ سمندر والی؟

اسماء بن عمیس نے جواب دیا کہ ہاں وہی۔ عمر بولے کہ ہم نے تم لوگوں سے پہلے ہجرت کی اس لئے پیغمبر اسلامؐ پر ہمارا حق زیادہ ہے۔ اسماء کو غصہ آ گیا کہنے لگیں: ہرگز نہیں۔ تم لوگ پیغمبر اسلامؐ کے ساتھ رہتے تھے۔ وہ بھوکوں کو کھلاتے تھے۔ ہم گھر سے دور بیگانے حبشیوں میں رہتے تھے۔ وہ لوگ ہم کو آزار پہنچاتے تھے اور ہم کو ہر وقت جان کا ڈر رہتا تھا۔ یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ پیغمبر اسلامؐ تشریف لے آئے۔ اسماء نے شکایت کی کہ یارسول اللہؐ عمر نے ایسا کہا۔ آپؐ نے پوچھا کہ تم نے کیا جواب دیا۔ اسماء نے واقعہ سنایا۔ پیغمبر اسلامؐ نے

فرمایا عمر کا حق مجھ پر تم سے زیادہ نہیں ہے۔ عمر اور ان کے ساتھیوں نے صرف ہجرت کی اور تم لوگوں نے دو (۲) ہجرتیں کیں۔

اس واقعہ کا چرچا پھیلا تو مہاجرین حبشہ جوق در جوق اسماء کے پاس آتے اور پیمبر اسلامؐ کے الفاظ اسماء سے بار بار دھروا کے سنتے تھے۔

اسماء کا بیان ہے کہ مہاجرین حبش کے لئے دنیا میں کوئی چیز پیغمبر اسلامؐ کے ان الفاظ سے زیادہ مسرت انگیز نہ تھی۔

رحم بر حیوانات

حیوانات پر بھی پیغمبر اسلامؐ رحم فرماتے تھے۔ ان بے زبانوں پر جو ظلم مدت سے عرب میں ہوتے چلے آئے تھے وہ سب موقوف کر دیئے تھے۔

اونٹ کے گلے میں قلادہ لٹکانے کا دستور تھا اس کو روک دیا۔

زندہ جانوروں کے جسم سے گوشت کا ٹکڑا کاٹ لیتے تھے اور اس کو پکا کر کھاتے تھے، اس کو منع کر دیا۔ جانوروں کو خوامخواہ مارنا بھی منع کر دیا اور جانوروں کو تا دیر دھوپ میں باندھ کر کھڑا رکھنے کی بھی ممانعت کر دی اور فرمایا کہ جانوروں کی پیٹھوں کو اپنی نشست گاہ اور کرسی نہ بناؤ۔ جانوروں کو باہم لڑانا بھی ممنوع قرار دیا۔ ایک بے رحمی کا دستور تھا کہ کسی جانور کو باندھ کر اس کو نشانہ بناتے تھے اور مشق تیز اندازی کرتے تھے۔ اس سنگ دلی سے روک دیا۔

ایک دفعہ ایک گدھا راہ میں نظر آیا جس کا چہرہ داغا گیا تھا۔ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ جس نے اس کا چہرہ داغا ہے اس پر خدا کی لعنت ہے۔

جناب رسولخداؐ کی مساوات

ایک حبشی مسجد میں جھاڑو دیا کرتا تھا۔ مر گیا تو لوگوں نے پیغمبر اسلامؐ کو خبر نہ کی، ایک دن آپؐ نے اس کا حال پوچھا۔ لوگوں نے کہا وہ انتقال کر گیا۔ فرمایا کہ تم نے مجھ کو خبر نہ کی۔ لوگوں نے اس کی تحقیر کی کہ وہ اس قابل نہ تھا کہ اس کے مرنے کی خبر آپ کو کی جاتی۔ آپؐ نے اس قبر پر جا کر نماز جنازہ پڑھی اور دعا پڑھی۔

انصاف، غریبوں پر رحم کرنا اور مساوات

پیغمبر اسلامؐ کے سامنے جب مالِ زکوٰۃ پیش کیا جاتا تھا تو آپؐ اس مال کو غرباء و فقراء پر تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ پیمبر اسلامؐ کا یہ عمل اغنیاء و صاحبان مال کو ناگوار ہوتا تھا۔ وہ لوگ کہتے تھے کہ جب جنگ کا موقعہ آتا ہے تو ہم جان و مال سے شریک ہوتے ہیں اور جب مال تقسیم کیا جاتا ہے تو غرباء و فقراء کو دیا جاتا ہے۔ حالانکہ وہ کسی کام نہیں آتے ہیں۔ مگر پیغمبر اسلامؐ نے کبھی ان اعتراضات کی پرواہ نہ کی کیوں کہ آپ چاہتے تھے کہ غریب و امیر کا فرق مٹا دیں اور عالمِ انسانیت میں مساوات کو عام کر دیں۔

اسوۃ الرسولؐ ج ۴ ص ۸۳: پر لکھا ہے:

ہمیشہ سے یہ طریقہ تھا کہ کسی سے ملنے کے وقت آپ ہمیشہ خود سلام اور مصافحہ کی ابتدا فرماتے۔ اگر کوئی شخص جھک کر آپؐ کے کان میں سرگوشی کرتا تو آپؐ اس کی طرف سے اپنا منہ نہ پھیرتے تھے جب تک کہ وہ خود منہ نہ ہٹا لیتا۔ مصافحہ میں بھی آپ کا یہی دستور تھا یعنی جب تک مصافحہ کرنے والا آپ کا ہاتھ خود چھوڑ نہ دیتا آپ

اس کا ہاتھ نہ چھوڑتے۔ بیٹھنے کے وقت آپ کا زانوئے مبارک بیٹھنے والوں سے کبھی آگے نکلا ہوا نہ ہوتا۔ اکثر غلام کنیز اور عوام خدمت اقدس میں پانی لاتے کہ آپؐ اس میں ہاتھ ڈال دیں کہ تبرک ہو جائے۔ اگرچہ سخت جاڑے کے دن اور سردی ہوتی مگر آپ کبھی انکار نہ فرماتے۔ ہمیشہ پانی میں بلا تامل ہاتھ ڈال دیا کرتے تھے۔

احسان کا بدلہ ادا کرنا

ایک دفعہ نجاشی شاہ روم کے یہاں سے ایک سفارت آئی۔ پیغمبر اسلامؐ نے اہل سفارت کو اپنے مکان پر مہمان رکھا اور خود بہ نفس نفیس مہمانداری کے تمام کام انجام دیئے۔ صحابہ نے عرض کیا۔ ''یہ خدمت ہم انجام دیں گے۔ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ ان لوگوں نے میرے دوستوں کی خدمت گزاری کی ہے اس لئے میں خود ان کی خدمت گزاری کرتا ہوں۔''

رسولخداؐ کی رواداری اور ہمدردی

عتبان بن مالک صحابی بدر کی بینائی میں فرق آ گیا تھا۔ پیغمبر اسلامؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں محلہ کی مسجد میں نماز ادا کرتا ہوں، مگر بارش ہوتی ہے تو مجھ کو دشواری ہوتی ہے۔ میرے مکان میں آپؐ دو رکعت نماز ادا فرمائیں تو میں اس جگہ کو اپنے لئے جائے نماز قرار دے لوں۔ پیغمبر اسلامؐ عتبان کے گھر تشریف لے گئے اور جو جگہ عتبان نے بتائی اس جگہ پر دو رکعت نماز ادا کی۔ اس کے بعد لوگوں نے حریرہ کھایا۔ اسی دوران میں کسی نے کہا کہ اس محفل میں مالک بن وحش نظر نہیں آئے۔

ایک نے کہا وہ منافق ہے۔ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا۔ ''ایسا نہ کہو وہ لا الٰہ اللہ کہتا ہے۔ جو شخص رضائے خدا کے لئے لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے خدا اس پر آگ کو حرام کر دیتا ہے۔''

عدالت ومساوات کی انتہا

عقبہ بن عامر ایک صحابی تھے۔ ایک دفعہ آنحضرت صلعم پہاڑ کے درّہ میں اونٹ پر سوار تھے۔ عقبہ بھی ساتھ ساتھ تھے۔ پیغمبر اسلامؐ نے کہا عقبہ تم بھی سوار ہولو۔ عقبہ نے اپنے سوار ہونے کو گستاخی سمجھا کہ پیغمبر اسلامؐ کو پیدل چلا کر خود کو سوار کیسے ہوجاؤں۔ پیغمبر اسلامؐ نے دوبارہ کہا۔ اب انکار کرنا خلافِ اطاعت تھا۔ لہٰذا عقبہ اونت پر سوار ہوگئے اور پیغمبر اسلامؐ اونٹ سے اتر کر پیدل چلے۔ (سبحان اللہ)

مدینہ اوّل و آخر سفر کی منزل ہو
یہیں تمام مرا ذوقِ جستجو ہو جائے

ماں کا احترام

ایک دفعہ مقام جعرانہ میں پیغمبر اسلامؐ تشریف فرما تھے۔ اور اپنے ہاتھ سے لوگوں کو گوشت تقسیم فرما رہے تھے کہ اتنے میں ایک عورت آئی اور آپ کے پاس پہنچ گئی۔ پیغمبر اسلامؐ نے دیکھا تو اس کی نہایت تعظیم کی۔ اپنی چادر مبارک اس کے لئے بچھا دی۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے دریافت کیا کہ یہ کون عورت ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ حضور کی رضاعی (دودھ پلانے والی) ماں تھیں۔

مسلمان کا احترام گناہوں کو ختم کر دیتا ہے

سلمان فارسی صحابی خدمتِ پیغمبر اسلامؐ میں حاضر ہوئے۔ آپؐ تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔ مجھے دیکھ کر آپ نے تکیہ میری جانب بڑھا دیا اور فرمایا جو مردِ مسلمان اپنے بھائی کی تعظیم کے لئے تکیہ بڑھا دے تو خدا تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

مساوات واقعہ اسلام عدی بنِ حاتم

ترجمہ تاریخ طبری فصل در ذکر غزائے باعدی بن حاتم جلد چہارم۔

واقعۂ غزوہ تبوک کے بعد جب پیغمبر اسلامؐ مدینہ واپس تشریف لائے تو چند روز کے بعد پیغمبر اسلامؐ نے علیؑ مرتضیٰ کو حکم دیا کہ وہ قبیلہ طے کی جانب جائیں۔

قبیلہ طے دو پہاڑیوں کے درمیان آباد تھا۔ کثیر دولت کے وہ لوگ مالک تھے کیوں کہ حاتم سخی ترین افراد عرب تھا۔ حاتم کا انتقال ہو چکا تھا اس کا بیٹا عدی سردارِ قوم ہوا۔ جب عدی کو فتوحات اسلامی کی خبریں پہنچیں تو اس نے اعلیٰ قسم کے اونٹ جمع کیے اور ان کو موٹا و توانا کرنا شروع کیا تا کہ جس وقت وہ لشکر اسلام کے حملہ کی خبر سنے تو اپنی قوم کو ہمراہ لے کر بھاگ جائے۔ پیغمبر اسلامؐ نے علیؑ مرتضیٰ کو بلایا اور فرمایا کہ تم پسر حاتم کو کیا میرے پاس لا سکتے ہو؟ شاید خداوندِ عالم اس کو دولتِ اسلام وایمان سے سرفراز کرے۔ علیؑ مرتضیٰ نے عرض کیا کہ **سمعاً و طاعتہً**۔ ارشاد عالی کی تعمیل کروں گا۔ چنانچہ علیؑ مرتضیٰ مدینہ سے روانہ ہوگئے اور جب قبیلہِ طے کی قیام گاہ پر پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ تمام قوم وہاں سے جا چکی

ہے۔اور وہ اپنے سامان و اسباب کو اونٹوں پر لاد کر شام کی طرف روانہ ہو چکے ہیں۔ حاتم کی ایک بہن تھی جو عاقلہ وفرزانہ تھی اس کو وہ لوگ چھوڑ کر چلے گئے تھے۔علیؑ نے اس ضعیفہ کو ساتھ لیا اور اس کے بعد وہاں کے بت خانہ کو مسمار کیا اور خواہرِ حاتم کو مدینہ لے آئے۔پیغمبر اسلامؐ نے حکم دیا کہ چمڑہ کا ایک خیمہ نصب کیا جائے اور خواہر حاتم کو اس میں بہ آرام رکھا جائے۔تین دن خواہر حاتم اس خیمہ میں رہی۔ چوتھے روز جب پیغمبر اسلامؐ نماز کے لئے مسجد کو تشریف لے جا رہے تھے تو اس ضعیفہ نے پیغمبر اسلامؐ سے درخواست کی کہ میں سخی خاندان کی ایک فرد ہوں۔آپؐ کو خدا نے با فضلیت احسان و کرم عطا فرمایا ہے لہٰذا مجھ کو آزاد کر دیا جائے تا کہ میں اپنے بھائی کے پاس واپس چلی جاؤں۔پیغمبر اسلامؐ نے اس سے دریافت کیا کہ تیرا بھائی خدا اور رسول سے بھاگا ہے تو اس کے پاس جا کر کیا کرے گی؟ یہ کہہ کر پیغمبر اسلامؐ مسجد کی جانب روانہ ہو گئے۔

دوسرے دن بھی ایسا ہی اتفاق ہوا اور تیسرے دن پھر خواہر حاتم نے پیغمبر اسلامؐ سے درخواست رہائی کی۔پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ صبر کر کہ ملک شام کے ساتھی تجھ کو مل جائیں گے۔ چند روز کے بعد مدینہ کی کچھ عورتیں شام کی طرف سفر کرنے پر آمادہ ہوئیں۔خواہر حاتم نے عرض کی اے خدا کے نبی مجھ کو سفر کے ہمراہی مل گئے ہیں۔پیغمبر اسلامؐ نے اجازت دی اور اس کو آزاد کیا۔لباس، ایک اونٹ اور ضروری سامان جو اس نے طلب کیا وہ آپؐ نے اس کو عطا فرمایا۔خواہر حاتم سے کچھ سال بڑی تھی۔ جب وہ ملک شام میں پہنچی تو اس نے عدی سے کہا کہ تم لوگ مجھ کو تنہا دشمنوں میں چھوڑ گئے تھے اور اپنے بال بچوں کے ہمراہ لے گئے تھے۔اس شکوہ شکایت کے بعد سب لوگ جمع ہوئے اور انہوں نے ضعیفہ

سے حالات پیغمبر اسلامؐ دریافت کیے اور پوچھا کہ تم نے پیغمبر اسلامؐ کو کیسا پایا؟

خواہر حاتم نے کہا کہ وہ لطف و کرم کا مجسمہ ہیں۔ میرے ساتھ لطف و کرم کا سلوک کیا ہے۔اس کے بعد بھائی سے کہا کہ میری رائے تو یہ ہے کہ تم پیغمبر اسلامؐ کے خدمت میں حاضر ہو۔اگر وہ پیمبرؐ خدا ہیں تو تجھ کو ان کا دین قبول کرنا ہی ہوگا اور اگر وہ بادشاہ ہیں تو بھی ان کی قربت تیرے لئے مفید ہی ہوگی۔عدی بن حاتم نے کہا کہ تمہاری رائے صحیح ہے۔ عدی مدینہ آیا۔ اس نے پیغمبر اسلامؐ کو اصحاب کے جھرمٹ میں مسجد میں دیکھا۔حاضر ہوا۔سلام کیا۔پیغمبر اسلامؐ نے پوچھا تم کون ہو؟ عدی نے اپنا نام بتایا۔پیغمبر اسلامؐ تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے۔اس کو اپنے گھر لے گئے۔اپنے بستر پر فرش پر بٹھایا۔حالانکہ آپ کبھی کسی کافر کی تعظیم کے لئے کھڑے نہ ہوتے تھے۔ پیغمبر اسلامؐ خود زمین پر فرش کے سامنے تشریف فرما ہوئے۔عدی نے دل میں سوچا کی یہ طریقہ بادشاہوں کا نہیں ہوسکتا کہ خود زمین پر بیٹھے اور مجھ کو مسند پر بٹھا دے۔اس کے بعد پیغمبر اسلامؐ نے عدی سے کہا: اے عدی شاید تم اسلام اس لئے قبول نہیں کرتے کہ مسلمانوں کی تعداد کم ہے اور کافروں کی تعداد زیادہ ہے۔میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس نے مجھ کو پیدا کیا ہے کہ دینِ اسلام کی اتنی ترقی ہوگی کہ مغرب سے مشرق تک اس کی حدود ہوں گی۔اس کے بعد عدی کو دعوتِ اسلام دی۔ عدی نے بصدق دل اور اپنی خوشی سے دین اسلام قبول کیا۔اس کے بعد اپنے قبیلہ چلا گیا اور اس کا تمام قبیلہ طے مسلمان ہو گیا۔

علم الٰہیّات وعبادت

وماخلقت الانس والجن الا لیعبدون۔ (سورہ ذاریات، آیت ۵۶)

انسان اور جن (تمام مخلوقات) کی خلقت و پیدائش کا مقصد یہی ہے کہ وہ اپنے خالق اور رب کی معرفت اور اطاعت کریں معرفت کا حصول عین عبادت ہے۔لہٰذا ہر مخلوق اپنے اپنے طریقہ پر خالق عالم کی عبادت میں مصروف ہے۔

انسان اشرف المخلوقات ہے۔مگر اس کے لئے وجہ شرف یہی ہے کہ وہ اپنے قوائے بہیمی وشہوی وغضبی کو احکامِ خداوندی کا مطیع بنالے اور خود حیوانی خواہشات کا مطیع نہ بنے۔ جمادات بناتات حیوانات تمام مخلوقات فطری طور پر عبادت واطاعتِ خالقِ یکتا میں مصروف ہیں۔روئے زمین کا کوئی ذرہ یا اجرام فلکی کا کوئی جزو ایسا نہیں ہے جو احکام خداوندی سے انحراف کرے۔ ہر ایک چیز حکم خداوندی کی پابند ہے۔ نہ اس کے اثرات وخواص بدلے جاسکتے ہیں۔ نہ ان کے مدار وحدود گردش میں فرق پیدا ہوسکتا ہے۔ نہ ان سالمات کی باطنی گردش میں فرق آسکتا ہے بلکہ خداوند قدیر نے ان کو جیسا بنادیا ہے اور جن احکام کا ان کو پابند کردیا ہے وہ اس پر کاربند ہیں۔ ذرّہ بھر انحراف نہیں کرتے اور حکمِ خدا سے سرکشی نہیں کرتے۔ صدیاں گزرتی چلی جارہی ہیں۔ ان موجودات کی خاصیت، تاثرات، خواص و اثرات فطری میں فرق پیدا نہیں ہوتا۔ان اشیاء عالم کا اپنے مدار پر صحیح گردش کرنا ہی اور ان کا اپنی خواص فطری پر باقی رہنا ہے۔ یہی علومِ انسانی کا سرچشمہ ہے۔ انسان اشیاء کی باطنی و بیرونی، جوہری وعرضی خصوصیات کی تلاش وجستجو میں رات دن سرگرداں ہے اور اس کی کامیابی کا راز اسی میں مخفی ہے کہ اشیاء عالم اپنے مدار فطری وخواصِ فطری پر باقی ہیں۔ان اشیاء کا اپنی فطری حالت پر باقی رہنا ہی ان کی عبادت ہے اور خدا کی قدرت، رحمت اور حکمت کی عظیم دلیل ہے۔

معرفتِ رب

دائی حلیمہ کا بیان ہے کہ جب میں محمدؐ کے دہن میں اپنی چھاتی دیتی تھی تو محمدؐ کی زبان پر جاری ہوتا تھا: بسم اللہ رب محمدؐ۔اور جب دودھ پلا چکتی تھی تو زبان پر الحمدللہ ربِ محمدؐ جاری فرماتے تھے۔

رسولخداؐ معرفتِ وعبادت درعمر ۴ سال

پیغمبر اسلامؐ کی عمر جب ۳ یا ۴ سال کی تھی تو آپؐ حلیمہ دائی کے قبیلہ میں رہتے تھے اور حلیمہ کے بچے آپ کو اپنے ساتھ کھیلنے کے لئے باہر لے جاتے تھے۔ جب حلیمہ کے بچے دیر تک کھیلتے رہتے تھے تو آپ ان کا ہاتھ پکڑ لیتے تھے اور فرماتے تھے۔ **نحن لم یخلق لھذا**۔ہم کھیلنے کے لئے پیدا نہیں کیے گئے۔ ایک بار محمدؐ نے حلیمہ سے کہا کہ تم میرے رضاعی بھائیوں سے انصاف نہیں کرتی ہو۔ان کو بکریاں چرانے کے لئے بھیجتی ہو وہ دن بھر محنت کرتے اور دھوپ میں رہتے ہیں اور میں گھر میں با آرام رہتا ہوں۔حلیمہ نے کہا مجھ کو خوف ہے کہ مبادا تم کو کوئی نقصان پہنچے تو میں عبدالمطلب کو کیا جواب دوں گی؟ آپؐ نے فرمایا: خدا میرا محافظ ہے۔تم خوف نہ کرو۔(حیات القلوب)

معرفتِ خداوندی

از کتاب شبلی نعمانی سیرۃ النبی جلد اوّل۔

مکہ بت پرستی کا مرکز اعظم تھا۔ خود خانہ کعبہ میں تین سو پینسٹھ بت رکھے تھے۔ رسول اللہ صلعم کا خاندان اس صنم کدے کا متولّی تھا اور کلید بردار تھا۔ اس کے باوجود آنحضرت صلعم نے کبھی ان بتوں کے آگے سر نہیں جھکایا۔ رسول اللہؐ نے جاہلیت کے کسی کام میں کبھی شرکت نہیں فرمائی۔

رسولخداؐ کا خدا پر بھروسہ

عبدالمطلبؑ نے اپنی وفات کے وقت محمدؐ کو ابوطالبؑ کے سپرد کیا اور مغموم ہوئے تو محمدؐ نے دادا سے عرض کیا: دادا جان آپ غم نہ کریں۔ میرا رب میری حفاظت کو کافی ہے۔ یہ سن کر ابوطالب نے محمدؐ کو سینہ سے لگالیا۔ اس وقت پیغمبر اسلامؐ کی عمر ۸ سال تھی اور یہ معرفت خدا تھی۔

ہر حال میں رہا جو ترا آسرا مجھے
مایوس کر سکا نہ ہجوم بلا مجھے

(جناب رسولخداؐ نے معراج کے موقع پر خداوند عالم سے پوچھا: مالک! تجھے سب سے زیادہ کون سی صفت پسند ہے؟ فرمایا: مجھ پر بھروسہ کرنا اور میری قضاو قدر (تقدیر) کے فیصلوں پر راضی رہنا۔ (حدیثِ قدسی)

رسولؐ کا کردار۔ عمر ۸ سال

ابوطالبؑ محمدؐ کو اپنے ساتھ سفرِ شام میں لے گئے تھے۔ اثناء راہ میں نصرانیوں کا معبد تھا۔ اس میں ان کا عالم بحیرا تھا۔ اس نے ایک قافلہ کو ایک

درخت کے سایہ میں دیکھا۔ محمدؐ بہ عہد طفلی ایک درخت کے قریب بیٹھے تھے۔ بحیرا کچھ کھانا لے کر آیا اور محمدؐ کو دینا چاہا۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں تنہا یہ کھانا نہیں کھاؤں گا۔ کیونکہ میرے ساتھ میرے ہم سفر بھی ہیں۔ راہب نے عرض کیا کہ میرے پاس تو صرف اتنا ہی کھانا ہے کہ آپؐ کھا سکتے ہیں۔ محمدؐ نے فرمایا کہ اچھا تیری اجازت ہے کہ میرے رفقاء بھی میرے ساتھ کھالیں۔ اس نے کہا آپ کی خوشی ہے۔ اس وقت محمدؐ نے لوگوں سے کہا:

اے لوگو۔ اللہ کا نام لے کر کھانا شروع کردو۔ محمدؐ نے بھی کھایا اور ہمراہیوں نے بھی کھایا۔ (معلوم ہوا کہ دوسروں کو کھلانے یا فائدے پہنچانے سے رزق بڑھتا ہے۔)

معرفتِ خدا عمر ۳۰ سال

پیغمبر اسلامؐ اپنی بعثت کے قبل غار حراء میں چلے جاتے تھے، زیادہ وقت اسی غار میں گزارتے تھے اور عبادتِ خدائے واحد میں منہمک رہتے تھے۔ ایک بار لوگوں نے سوال کیا کہ آپ غارِ حرا میں کیا عبادت کیا کرتے ہیں؟ فرمایا: اللہ کی قدرت حکمت اور خلقت پر غور وفکر کرتا ہوں۔ (شرح بخاری)۔

(معلوم ہوا کہ خدا کی قدرت حکمت عظمت پر اس کی تخلقیات کو دیکھ کر غور کرنا سب سے افضل عبادتوں ہی سے ہے۔ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''ایک گھنٹہ غور وفکر کرنا ایک سال کی عبادت سے افضل ہے۔'' نیز اور فرمایا'' عبادت خدا کی تخلیقات پر غور وفکر کرنا ہے۔) (الحدیث)

جناب رسولخداؐ کی دعائیں

خدا کی معرفت، اسلامی تعلیمات کا خلاصہ آپؐ کی عدالت، شکرگزاری، انکساری، عبادت اور ماں، بہنوں، اولاد اور بیویوں کے ساتھ نیک سلوک

معرفت الٰہی ۔ جنگ خیبر میں رسولخداؐ کی دُعا

از کتاب روضۃ الصفا۔ ج ۲۔

جب پیغمبر اسلامؐ خیبر کے قریب پہنچ گئے تو آپؐ نے لشکر اسلام کو ٹھہرنے کا حکم دیا اور بدرگاہِ خداوندِ قدیر ان الفاظ میں دست بدعا ہوئے:

''اے سات آسمانوں کے مالک اور ان تمام چیزوں کے مالک جس کو وہ گھیرے ہوئے ہے! اے پروردگار اور اے سات زمینوں اور جو کچھ ان میں ہے کے مالک اور شیاطین اور جن کے خالق و مالک! اس قریہ اور جو کچھ اس قریہ میں ہے اس سے خیر کا طالب ہوں اور اس قریہ اور جو کچھ اس کے اندر ہے اس کے شر سے تجھ سے پناہ چاہتا ہوں۔

(معلوم ہوا کہ ہر چیز کا اصل مالک خالق خدا ہے اور وہی خدا ہر نفع اور نقصان کا مالک اور خالق ہے وہی ہمیں ہر نقصان سے بچا سکتا ہے۔)

حج وداع اور خدا کی معرفت

پیغمبر اسلامؐ نے جب حجۃ الوداع ادا کیا اور مناسکِ حج سے فراغت پائی تو آپؐ نے اپنا رخ بجانب کعبہ کیا اور کعبہ کو دیکھنا شروع کیا اور فرمایا:

(ترجمہ) بجز اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ حکومت اور ملک اسی کا ہے اور قابل حمد وہی ہے۔ وہ زندہ ہے اس کو موت نہیں ہے۔ وہ قادر مطلق ہے بجز اس کے کوئی خدا نہیں ہے۔ وہ واحد ہے۔ اس

نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے عبد محمدؐ کی مدد کی۔ اس کی مدد سے لشکر بھاگ گئے وہ واحد و یگانہ ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔

جناب رسول خداؐ معرفت الٰہی رسولخداؐ کی سوتے وقت کی دُعا

پیمبر اسلامؐ جب بستر پر سونے کے لئے جاتے تھے تو یہ دعا پڑھتے تھے۔

(بخاری کتاب الدعا)

اے خدا! تیرے ہی نام سے مدد لے کر ہم سوتے ہیں اور جاگتے ہیں۔ تو ہی ہم کو عارضی موت (مرادنیند) دیتا ہے اور پھر زندہ کر دیتا ہے۔

پیغمبر اسلامؐ جب جاگتے تھے تو یہ الفاظ زبان پر جاری فرماتے تھے۔

(ترجمہ) ''قابلِ تعریف وہ خدا ہے جس نے عارضی موت (خواب) کے بعد ہم کو حیات بخشی، بیدار کیا اور ہم سب موت کے بعد پھر زندہ ہو کے اس کے سامنے جائیں گے۔

(ہم ایک دفعہ مر کر زندہ ہونے پر تعجب کرتے ہیں۔ جبکہ خدا روز ہمیں موت دے کر زندہ کر کے دکھاتا رہتا ہے کیونکہ سو جانا بھی عارضی موت ہے اور صبح اٹھنا دوبارہ زندہ ہونا ہے۔) (حسن رضوی)

جناب رسول خداؐ کی دعائیں
اور
معرفتِ خداوندی

جناب رسول خداؐ کی دعائیں اور معرفتِ خداوندی

پیغمبر اسلامؐ بعد نمازِ تہجد جب بستر پر جاتے تھے تو یہ الفاظ زبان مبارک پر جاری فرماتے تھے۔ (بخاری)

(ترجمہ) ''اے خدا! میرے دل میں نور (ہدایت) عطا کر۔ میری نظر، میرے کان، میرے داہنی جانب، میرے بائیں جانب میرے اوپر، میرے نیچے، میرے سامنے، میرے پیچھے نور اور اپنی خاص رحمتیں برکتیں اور ہدایتیں عطا کر۔ اور مجھ کو سرتاپا ہدایت اور رحمت بنادے۔'' (بخاری شریف)

دعا کرنے کی اہمیت

نعمان بن بشیر نے روایت کی ہے۔ ترمذی۔ مشکوٰۃ، ابوداؤد و نسائی۔

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا۔

(۱) دعا کرنا اصلِ عبادت ہے۔ (۲) دعا عبادت کا مغز (جوہر) ہے۔

کیونکہ دعا کرنے سے ہمارے دل میں عاجزی اور خدا کی بڑائی کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

دعا کا معاوضہ تین چیزوں میں کوئی ایک چیز مل جانا ہے۔ یا خدا جلد قبول کرلیتا ہے۔ یا اس کی دعا کو زادِ آخرت بنا دیتا ہے۔ یا اس سے کسی برائی کو دفع کر دیتا ہے۔

اصحابؓ نے پوچھا کہ اگر ہم زیادہ دعا کریں تو فرمایا کہ اللہ کا فضل و کرم اس

سے بھی زیادہ ہے۔یعنی خداتمہاری دعاؤں پر بہت زیادہ عطا کرنے والا ہے۔

(ان دعاؤں اور احادیث نبوی سے ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے خدائے یگانہ کے متعلق اعلیٰ ترین تصورات وعقائد پیش کیے ہیں۔ نیز یہ کہ خدا ہماری دعاؤں کوقبول فرماتا ہے۔)

۱۔احکم الحاکمین ہے۔یعنی سب سے بڑا حاکم اور بہترین فیصلے کرنے والا۔

۲۔احسن الخالقین ہے۔یعنی سب سے اچھا پیدا کرنے والا۔

۳۔سمیع وبصیر ہے۔یعنی سب کی سننے والا اور سب کی دیکھ بھال کرنے والا۔

۴۔قادرِ مطلق ہے۔یعنی ہر چیز پر قادر ہے۔

۵۔لاشریک ہے۔یعنی اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

۶۔واحدواحد ہے۔یعنی خدا یکتا، اکیلا، ایک ہے۔

۷۔حیٔ وزندہ ہے۔یعنی خدازندہ ہے اور ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔

۸۔کریم ورحیم ہے۔یعنی خدا بے حد رحم وکرم کرنے والا ہے۔

۹۔حکیم وعلیم ہے۔یعنی خدا ہر کام انتہائی گہری مصلحتوں کے مطابق بالکل صحیح انجام دیتا ہے کیونکہ وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

۱۰۔سمیع الدعا ہے۔یعنی خدا تمام دعاؤں کو خود سنتا اور قبول کرتا ہے۔

۱۱۔خالق عالمین ہے۔یعنی خدا تمام جہانوں کا پیدا کرنے والا مالک ہے۔

۱۲۔خالقِ نور ومعطی نور ہے۔یعنی خدا نور کا خالق اور عطا کرنے والا ہے۔

۱۳۔ناظرِ احوال مخلوقات ہے۔یعنی خدا اپنی تمام مخلوقات کے تمام حالات کو دیکھنے بھالنے اور سنبھالنے اور جاننے والا ہے۔

۱۴۔موت وحیات کا خالق ہے۔

۱۵۔ہدایتِ عالم کے لئے انبیاؑ کا مبعوث کرنے والا ہے۔

۱۶۔کتبِ سماوی خصوصاً قرآن خدا کی نازل کی ہوئی کتابیں ہیں۔

خدا سے دعا قبول کروانے کا طریقہ

راوی فضالہ بن عبید۔ (از کتاب ترمذی ومشکوٰۃ)

مسجد نبوی میں ایک دن ایک شخص داخل ہوا۔اس نے نماز پڑھی پھر دعا کی اے خدا مجھ کو بخش دے اور مجھ پر رحم فرما۔پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: اے نمازی تو نے جلد بازی کی۔جب تو نماز پڑھے اور اس کے بعد بیٹھے تو خدا کی حمد بجالا جس کا وہ اہل ہے۔پھر مجھ پر درود بھیج۔پھر خدا سے دعا کر۔پھر دوسری مرتبہ شخص نے نماز پڑھی۔ اس کے بعد حمد خدا بجالایا۔اور نبی پر درود بھیجا۔اس شخص سے پیمبرؐ اسلام نے فرمایا: اے نمازی اب خدا سے دعا کر قبول ہوگی۔(ترمذی ومشکوٰۃ)

معلوم ہوا کہ خدا کے شکر ادا کرنے کے بعد درود پڑھنے سے دعائیں قبول ہوتیں ہیں اور ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہے گا اس لئے کہ وہ موت کا خالق ہے، موت اس کو نہیں آسکتی۔

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا۔

''جب بندہ کہتا ہے۔''یارب یارب۔''اے میرے مالک! اے میرے پالنے والے! خدا فرماتا ہے، اے میرے بندے میں حاضر ہوں۔ مجھ سے سوال کر میں تجھ کو عطا کروں گا۔''

قرآن پڑھنا خدا سے بات کرنا ہے

راوی اَنس۔ الخطیب ودیلمی فی جامع صغیر۔

جب تم میں سے کسی کو زیادہ محبوب ہو کہ وہ اپنے رب سے کلام کرے تو اس کو چاہئے کہ قرآن کی تلاوت کرے۔ (الحدیث)

علم الٰہیّات ومعرفتِ خداوندی کے کلمات

راوی سمرد بن جندب۔ از کتاب مشکوٰۃ اور صحیح بخاری۔

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ چار کلمات افضل ہیں۔ خدا پاک ہے۔ خدا لائق حمد وتعریف ہے۔ بجز خدا کے کوئی معبود نہیں ہے اور اللہ ہر چیز سے بزرگ تر ہے۔

علم الٰہیّات ومعرفت اور خدا کی معافیاں

راوی انس وابوذر۔

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا۔

خدا نے فرمایا۔ اے ابن آدم! یقینا تو نے مجھ سے دعا کی اور مجھ سے امیدِ معافی ومغفرت کی۔ میں نے تیرے سب گناہ معاف کر دئے اور مجھ کو اس کی پرواہ نہیں۔ اے آدم کے بیٹے اگر تیرے گناہ آسمان کی بدلی تک بھی پہنچ جائیں اور تو مجھ سے معافی مانگے تو میں وہ بھی معاف کر دوں گا اور مجھ کو پرواہ نہیں۔ اے ابن آدم اگر تو میرے سامنے آئے زمین بھر کر گناہ لے کر، مگر یہ کہ تو نے میرے

ساتھ شرک نہ کیا ہو تو میں تجھ کو زمین بھر کر مغفرت عطا کروں گا۔ یعنی تیرے تمام گناہ معاف کر دوں گا۔ (ترمذی، احمد، دارمی)

جناب رسولؐ خدا کا علم الٰہیّات ومعرفت

راوی۔ عمرو بن شعیب وعلی مرتضیٰؑ۔

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا:

بجز اللہ کے دوسرا معبود نہیں ہے۔ وہ لاشریک ہے۔ ملک اور حکومت اسی کا ہے اور لائق حمد وہی ہے۔ وہ ہر شے پر قادر ہے۔ الٰہی سب تعریفیں تیرے لئے ہیں۔ جس طرح تو کہتا ہے وہ بہتر ہے اس سے جو ہم کہتے ہیں۔ اے اللہ تیرے واسطے ہے میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اور تیری طرف ہے بعدِ موت میرا لوٹنا اور تو ہی میرا وارث و مالک ہے۔ اے خدا میں عذابِ قبر اور دل کے وسوسوں اور کام کے انتشار اور خراب ہونے تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔ (الحدیث)

احادیث نبوی کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیے

(۱) سجدہ صرف خدائے واحد کے لئے ہے۔ یعنی سجدہ خدا کے سوا کسی کے لئے کرنا جائز نہیں یہ سب سے بڑا گناہ ہے کیونکہ یہ شرک ہے۔

(۲) سجدہ میں انسان کو چاہئے کہ اس کے اعضا وقلب سب سجدہ خالق میں جھک جائیں اور خشوع وخضوع حاصل ہو۔ یعنی پورا وجود خدا کے سامنے جھک جائے۔

(۳) خدا نے ہی انسان کو اعلیٰ صورت عطا فرمائی اور اس کو چشم وسماعت و عقل وادراک عطا فرما کر اشرف مخلوقات قرار دیا۔ اور خدا احسن الخالقین ہے۔

(۴) موت سے انسان کے لئے مطلق فنا نہیں ہوجاتا بلکہ انسان باقی رہتا ہے اور زندوں کی طرف سے خیرات واحسان کا امیدوار رہتا ہے۔

(۵) انسان کے مرنے کے بعد مطابق عمل جنت یا دوزخ کا مستحق ہوگا۔

(۶) افضلِ اعمال ذکر خدا ہے۔ انسان کو تادمِ آخر ذکرِ خدا کرنا چاہئے۔

(۷) ذکرِ خدا بندہ کو خدا کے قریب کردیتا ہے اور قلبِ انسانی کو صاف کردیتا ہے۔

(۸) احکام قرآن وآیات قرآن کو حفظ کرنے والا اور عمل کرنے والا دس افراد خاندان کے لئے شافعِ روزِ جزا ہوسکتا ہے۔

(۹) قرآن پڑھنا گویا خدا سے کلام کرنا ہے۔

(۱۰) خدا کی تہلیل یعنی کلمہ طیبہ، تقدیس وتحمید وتکبیر یہ چار کلام افضل کلام ہیں۔

(۱۱) توبہ سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ کیونکہ خدا غفور ورحیم ہے۔

(۱۲) شرک قابل معافی نہیں ہے۔

(۱۳) مرد صالح اپنے گھر والوں کی شفاعت کرسکتا ہے اور خدا اس کو قبول کرتا ہے۔

(۱۴) حضرت محمدؐ نے فرمایا کہ میری زندگی، موت، نماز اور قربانی سب خدائے واحد کے لئے ہے۔ یعنی خدا کی اطاعت اور خدا کو راضی کرنے کے لئے ہے۔

حضرت ابوطالبؑ کا رسولؐ خدا کی مدد فرمانا

راوی ابوایوب انصاری۔ کتاب الشیصان حوالہ مناقب۔

پیغمبر اسلامؐ بازار ذی المجاز میں کھڑے ہوئے، توحید الٰہی کا پیام لوگوں کو سنا

رہے تھے۔ عباس ابن عبدالمطلب وہاں موجود تھے۔ انہوں نے کہا (نعوذ باللہ) یہ کذاب ہے اور یہ کہہ کر ابولہب کے پاس گئے۔ یہ دونوں جمع ہوکر آئے اور بازار میں نداوی اے لوگو یہ ہمارا برادرزادہ کذاب ہے۔ مبادا تم کو تمہارے دین بت پرستی سے بہکا دے۔ پیغمبر اسلامؐ اسی وقت ابوطالب کے پاس آئے اور واقعہ بیان کیا۔ ابوطالب، ابولہب اور عباس کے پاس گئے اور کہا کہ خدا تم کو برباد کرے تم یہ کیا کہتے ہو؟ اس کے بعد ابوطالب نے یہ اشعار پڑھے۔

(ترجمہ) اے محمدؐ تم امین ہو اور خدا کی وحی کے امین ہو اس میں ذرا بھی جھوٹ نہیں ہے۔

تم صادق القول ہو جو پیغام سنا رہے ہو۔ یہ لہولعب کھیل تماشا نہیں ہے۔

تم خدا کے جانب سے رسول ہو ہم جانتے ہیں۔ تم پر صاحب عزت خدا کی جانب سے کتاب (قرآن) نازل ہوا ہے۔

(معلوم ہوا کہ سب سے پہلے رسولؐ خدا کی مدد حضرت ابوطالبؑ نے کی اور سب سے پہلے حضرت ابوطالبؑ نے رسولؐ خدا کی نعت (تعریف) میں اشعار کہے۔)

معرفت وعلم الٰہیات ''خطبۂ بدر''

جنگ بدر میں جب افواج مقابل ہوچکیں اور پیغمبر اسلامؐ اپنی کم تعداد فوج کو صف بستہ کرچکے تو آپؐ نے لشکر اسلام کو بایں الفاظ مخاطب فرمایا:

بعد حمد وثنائے خدا تعالیٰ، پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ تم کو اس چیز پر آمادہ کرتا ہوں جس پر خدا نے تم کو آمادہ کرنے کا حکم دیا ہے اور تم کو اس کام سے روکتا ہوں

جس سے روکنے کا خدا نے حکم دیا ہے۔ خدا کی شان عظیم ہے۔ وہ حق کا حکم دیتا ہے۔ سچائی اور صدق کو دوست رکھتا ہے۔ اعمال صالح کی وجہ سے صالحین کو منازلِ اعلیٰ عطا کرتا ہے۔ یقیناً تم لوگ منزل حق پر پہنچ گئے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنگ بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی خلقت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے
(اقبال)

علم معرفت والہیات رسولؐ

پیغمبر اسلامؐ جب جنگ احد سے واپس ہوئے تو اوّل آپؐ نے شہدائے احد کی زیارت کی۔ بعدازاں مقام حمرہ پر آ کر آپؐ نے اصحاب کو حکم دیا کہ دو صفوں میں کھڑے ہو جائیں۔ اس کے بعد پیغمبر اسلامؐ نے درگاہ خداوندی میں دونوں ہاتھوں کو بلند کر دیا اور بایں الفاظ تقریر فرمائی:

''اے خدا تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں۔ اے خدا جس کو تو نے بہت دیا ہے اس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جب تو عطا کرے تو کوئی روک نہیں سکتا اور جو چیز تو نے روک دی ہے یا روک لی ہے اس کو دوسرا عطا نہیں کر سکتا ہے اور جس کو (بوجہ اعمالِ بد) تو گمراہ کر دے اس کو کوئی راہ راست نہیں دکھا سکتا اور جس کی تو (بوجہ اعمالِ حسنہ) ہدایت فرما دے اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ جس کو تو قریب کر دے اس کو کوئی دور کرنے والا نہیں ہے۔ اے خدا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں برکت و رحمت و فضل و امن و عافیت کا۔ اے خدا میں سوال کرتا ہوں تجھ سے ایسی

نعمات کا جو قائم ہیں۔ نہ مٹائی جائیں نہ زائل ہو سکیں۔ اے خدا میں سوال کرتا ہوں یوم خوف سے امن کا، اور یوم فقر و فاقہ میں غنی ہونے کا۔ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں ہر چیز کے شر سے اور قیامت کے دن سے، اور ہر اُس چیز کے نقصان سے جو تو نے عطا کی ہے۔

(یعنی جو نعمتیں تو نے دی ہیں ان کے نقصانات سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔)

اور اس چیز کے شر سے جس سے تو نے روکا ہے یا منع کیا ہے۔ اے خدا ہم کو مسلمان ہونے کی حالت میں موت دے۔ اور ایمان کو ہمارے قلوب میں زینت عطا کر اور اے خدا کفر، فسق، اور گناہ سے ہم کو نفرت دے۔ اور ہم کو راہِ حق پر چلنے والا بنا دے۔ اے خدا اہل کتاب کافروں پر جنہوں نے تیرے رسولوںؑ کی تکذیب کی ہے عذاب نازل کر۔ اور ان پر بھی عذاب نازل کر جو تیری راہ سے لوگوں کو روکتے ہیں۔ اے خدا بے شک تو خدائے حقیقی اور برحق ہے۔''

رسول خداؐ کی دعا روز جنگِ خندق اور آپؐ کی معرفت و علمِ الٰہیات

(ترجمہ) اے مصیبت زدوں کے فریادرس: اے مضطر اور مضطرب انسانوں کی دعا قبول کرنے والے، اے سخت ترین کرب و تکلیف کے دور کرنے والے تو میرا مالک ہے اور میرا ولی یا سرپرست ہے۔ میرے آباؤ اجداد اوّلین کا بھی ولی ہے۔ تو ہمارے غم کو دور کر دے۔ ہمارے کرب اور بے چینی کو دفع کر دے۔ اپنی قوت طاقت اور قدرت سے دشمن اسلام قوم کے شر کو دور فرما

دے۔ اے خدا تو نے ہی قرآن نازل کیا ہے۔ تو ہی مخلوقات کا حساب روزِ قیامت جلد کرنے والا ہے۔ اے خدا دشمنوں کے کثیر لشکر کو شکست دے اور ان کے قدموں کو میدان جنگ سے اکھاڑ دے۔ تو ہماری مدد کر اور ان پر ہم کو غالب کر دے، بے شک تو واحد خدا ہے بجز تیرے کوئی معبود نہیں ہے۔ تو احد و یکتا ہے۔ واحد ہے۔ تو نے ہی لشکرِ اسلام کو غالب کیا ہے۔ اور اپنے بندہ محمدؐ کی نصرت کی ہے اور احزاب (یعنی قبائل) اور لشکر کو بھگایا ہے۔ تو واحد ہے۔ اور تو ابدی ہے تیرے بعد کوئی شے نہیں ہے۔ کیونکہ تو ہمیشہ ہمیشہ رہنے والا ہے۔

رسول خداؐ کا علم الٰہیّات و معرفت

پیغمبر اسلامؐ نے اپنی اکلوتی بیٹی حضرت فاطمہؑ کو مندرجہ ذیل دعا تلقین فرمائی:

''اے سب سے زیادہ معزز عزت قوت اور ذکر والے! سب سے زیادہ قدیم عزت والے۔ اے رحم کرنے والے ہر قابلِ رحم پر اور ہر فریاد کندہ کی فریاد سننے والے، ہر مغموم پر رحم فرمانے والے۔ جب بے چین اپنی مصیبت اور غم کو تیرے سامنے عرض کرتا ہے تو تُو رحم کرتا ہے۔ جو نیکی تجھ سے طلب کرتا ہے تو، تُو سب سے جلدی اس کو عطا کرتا ہے۔ اے خدا وہ ملائک جن کو تو نے نور سے پیدا کیا ہے وہ بھی تجھ سے ڈرتے ہیں۔ میں سوال کرتا ہوں تجھ سے ان تیرے ناموں اور اسماء کے ذریعہ سے جن کے ذریعہ تجھ کو حاملانِ عرش فرشتے پکارتے ہیں اور تیری تسبیح و تعریف کرتے ہیں۔ تیرے عتاب اور عذاب سے خوف زدہ ہیں۔ میں سوال کرتا ہوں تجھ سے ان تیرے اسماء کے ذریعہ جن کے ذریعہ

جبرئیلؑ، میکائیلؑ، اسرافیلؑ، تجھ کو پکارتے ہیں کہ قبول کر میری دعا کو۔ اے خدا میری مصیبت کو تو نے دور کیا: میرے گناہوں کو چھپایا اور ان کو معاف کیا۔ اے خدا جب تو اپنی مخلوق میں صور کے پھونکنے کا حکم دے گا تو ساری مخلوق میدان حشر میں محشور جمع ہو جائے گی۔ اسی اسم کے ذریعہ جس کے ذریعہ تو نے زندہ کیا پرانی ہڈیوں کو، میرے قلب کو زندہ کر دے۔ میرے سینہ کو اپنے نورِ معرفت کے لئے کھول دے۔ میری حالت کو درست کر دے۔ اے خدا تو نے مخصوص کیا اپنی ذات کے لئے دائمی بقا کو اور پیدا کیا مخلوقات کے لئے موت اور زندگی اور فنا کو۔ اے خدا تیرا ہر فعل تیرا قول ہے اور تیرا ہر قول تیرا حکم ہے اور تیرا حکم جاری و ساری ہے ہر شے پر جس پر تو چاہے۔ میں سوال کرتا ہوں تجھ سے اس تیرے نام کے ذریعہ سے جس کو ابراہیمؑ تیرے خلیل نے جب کہ وہ آتشِ نمرود میں ڈالے جا رہے تھے، تجھ کو پکارا تھا۔ اس نام کے ذریعے سے پس تو نے ان کی دعا قبول کی اور تو نے فرمایا۔ ''اے آگ سرد ہو جا سلامتی کے ساتھ ابراہیمؑ پر'' اور اس نام کے ذریعے سے سوال کرتا ہوں جس کے ذریعہ موسیٰؑ نے طورِ ایمن سے تجھ کو پکار اور تو نے ان کی دعا کو قبول کیا۔''

جناب رسولخداؐ کی معرفت و عبادت

اسوۃ الرسول۔ جلد ۴ ص ۶۶۔

ایک بار کسی غزوہ سے واپس آ رہے تھے، راستہ میں ایک پڑاؤ ملا۔ کچھ لوگ بیٹھے تھے۔ آپؐ نے فرمایا تم کون لوگ ہو؟ بولے ہم مسلمان ہیں۔ ایک عورت

بیٹھی چولھا (تنور) سلگا رہی تھی۔ پاس ہی اس کا لڑکا بھی تھا۔ آگ خوب روشن ہوگئی اور بھڑک گئی تو وہ بچہ کو لے کر آپؐ کی خدمت میں آئی اور بولی آپؐ رسول اللہ ہیں۔ ارشاد ہوا، ہاں بے شک۔ اس نے پوچھا کہ کیا ایک ماں اپنے بچہ پر جس قدر مہربان ہے خدا اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان نہیں ہے؟

رسولؐ:۔ ہاں بے شک۔ (خدا ماں سے بھی کہیں زیادہ اپنے بندوں پر مہربان ہے)۔

عورت:۔ ماں تو اپنے بچے کو آگ میں نہیں ڈالتی۔؟

یہ سن کر آپؐ پر کثرت سے گریہ طاری ہوگیا۔ دیر تک گریہ فرماتے رہے۔ پھر سر اٹھا کر فرمایا:

''خدا اسی بندہ کو عذاب دے گا جو سرکش اور متکبر ہے، جو خدا سے سرکشی کرتا ہے اور خدا کو ایک (واحد) نہیں کہتا۔''

(مطلب یہ ہے کہ خدا صرف سخت ترین ظالموں، سرکشوں، متکبروں، کافروں، حق دشمنوں اور مشرکوں کو جہنم کے حوالے کرے گا۔ باقی دوسرے گناہ اگر چاہے گا تو معاف فرمادے گا۔)

جناب رسولخداؐ کی شکرگزاری کا انداز اور انکساری

از کتاب سیرت ابن ہشام۔ (بعد فتح خیبر و مکہ پیغمبر اسلامؐ کا داخلہ شہر مکہ میں)۔

جب پیغمبر اسلامؐ مقامِ ذی طویٰ میں پہنچے اور دیکھا کہ خدا نے آپؐ کو فتح کی عزت عطا فرمائی ہے تو آپؐ نے اپنی سواری کو روکا تا کہ اپنا سر سجدہ خالق میں

جھکا لیں۔ پھر یہاں تک آپؐ نے سر جھکایا کہ قریب تھا کہ آپؐ کی تھوڑی کجاوہ کی لکڑی سے لگ جائے۔

پیغمبر اسلامؐ کے پاس جب کبھی کوئی خوش خبری آتی اور آپ کو خوشی ہوتے تو آپؐ فوراً سجدۂ شکرِ خالق میں زمین پر سر رکھ دیتے۔

جناب رسولخداؐ کی عادات اور مزاج

کبھی کسی کو گالی نہیں دی۔ اور نہ کسی خادمہ اور کنیز یا عورت کو لعنت کی۔ اور نہ کسی کو ملامت کی۔ جب کوئی آزاد یا غلام یا کنیز کسی ضرورت سے آپؐ کی خدمت میں آتے تو اس کے ہمراہ اس کے کام کی خاطر خود چلے جاتے تھے۔ بازاروں کے لوگوں پر سختی و غصہ نہیں کیا۔ اور کبھی برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیا۔ بلکہ معاف کیا اور درگذر کیا۔ ہمیشہ سلام میں آپ پہل کرتے تھے۔ جب کسی مسلمان سے ملاقات ہوتی تو مصافحہ میں جب تک اس نے خود ہاتھ نہیں چھوڑا آپؐ نے خود اس کا ہاتھ نہ چھوڑا۔

آپؐ نہ کھڑے ہوتے تھے اور نہ بیٹھتے تھے جب تک کہ ذکرِ خدا کو زبان پر جاری نہ کرلیں۔

اگر کوئی شخص آپؐ کا منتظر کسی اپنے کام کی خاطر ہوتا تھا تو اپنی نماز کو مختصر کرتے تھے اور اس کی جانب متوجہ ہوجاتے تھے اور اس سے دریافت کرتے تھے کہ کیا کوئی حاجت ہے؟ جب کسی جگہ بیٹھتے تو قبلہ رخ بیٹھتے۔ جب کوئی آپ کے پاس آتا تو اس کی عزت کرتے اور اپنی عبا بچھا دیتے یا اپنی اس مسند پر

بٹھاتے جو آپؐ کے لئے بچھائی گئی تھی۔ خوشی یا غصہ میں بجز کلامِ حق، سچی، صحیح بات کے کچھ نہ کہتے تھے۔

خدا رسولؐ کے حق کی معرفت اور اس کا نتیجہ

لوگوں نے پوچھا کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اے خدا کے رسول آپؐ ہم کو یہ بتادیں کہ خدا اور رسول کے حقوق ہم پر کیا ہوں گے؟ اور ہمارے حقوق خدا پر کیا ہیں۔؟

فرمایا: خدا کا حق تم پر یہ ہے کہ اس کی عبادت کرو اور کسی شے کو اس کا شریک قرار نہ دو اور میرا حق تم پر یہ ہے کہ تم میری مدد اس طرح کرو جیسے تم اپنی اولاد اور ازواج کی مدد کرتے ہو۔

انصار نے عرض کیا کہ اگر ہم ایسا کریں گے تو ہم کو خدا کی جانب سے کیا ملے گا۔؟

فرمایا: تم کو خدا دنیا میں تو فتح و نصرت عطا فرمائے گا تمہارے دشمنوں پر اور آخرت میں اپنی رضا اور جنت تم کو عطا کرے گا۔ (اس سے بڑی کوئی کامیابی ممکن نہیں۔)

جناب رسولخداؐ کی حضرت علیؑ کو وصیتیں اور رسولؐ کا علم و معرفت

مناقب آل ابی طالب۔ جلد اوّل۔ نمبر ۱۳۰

جب پیغمبر اسلامؐ کا وقت وفات قریب آیا تو پیغمبر اسلامؐ نے علیؑ کو اپنی چادر میں لے لیا اور اپنا منہ علیؑ کے منہ پر رکھ دیا اور تا وقتِ وفات علیؑ سے بہ آہستگی کچھ فرماتے رہے۔ اس کے بعد لوگوں نے علیؑ سے دریافت کیا کہ پیغمبر اسلامؐ نے اتنی دیر تک کیا گفتگو کی؟ علیؑ نے جواب دیا کہ مجھ کو پیغمبر اسلامؐ نے ہزار باب علم کے

تعلیم کیے اور ہر ایک باب علم نے مجھ پر ہزار علم کے دروازے کھولے اور پیغمبر اسلامؐ نے مجھ کو کچھ وصیتیں بھی کیں جن پر میں قائم رہوں گا ان شاءاللہ۔

روایت مذکورہ سے واضح ہوا کہ پیغمبر اسلامؐ کے علوم لامتناہی تھے اور روئے زمین پر پیغمبر اسلامؐ سے زیادہ صاحب علم کوئی نہیں ہوا۔ علوم میں سب سے اعلیٰ علم معرفتِ خدا و علمِ الٰہیّات ہے۔ لہٰذا پیغمبر اسلامؐ سے زیادہ علم الٰہیات کا جاننے والا کوئی نہ ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ اس لئے فرمایا: ''میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔ جس کو علم چاہیے جو خدا نے مجھے دیا ہے وہ علیؑ سے حاصل کرے۔'' الحدیث متفق علیہ)

مومن کی اہمیت اور فرائض اور نوافل کی ادائیگی

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ خدا فرماتا ہے کہ جو شخص میرے دوست کو ایذا دیتا ہے تو میں اس کو اپنے سے جنگ کے لئے خبردار کرتا ہوں اور جو شخص میری رضا کے مطابق مجھ سے قربت چاہتا ہے اور بذریعہ نوافل اور فرائض کے ادا کرنے کے مجھ سے قریب ہوتا ہے، تو میں اس کو محبوب رکھتا ہوں۔ اس سے محبت کرتا ہوں۔

اور جب کہ میں اس کو دوست بنالیتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ اور اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اس کے پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ جو کچھ وہ مجھ سے طلب کرتا ہے میں عطا کرتا ہوں اگر وہ مجھ سے پناہ مانگتا ہے تو میں پناہ دیتا ہوں اور جس کام کو میں کرنا چاہتا ہوں اس کے کرنے

میں تردد نہیں کرتا مگر کیونکہ مومن موت کو مکروہ و ناپسندیدہ سمجھتا ہے تو میں گوارہ نہیں کرتا اس کی ناخوشی کو، مگر یہ کہ موت اس کے لئے لازمی ہے۔

(معلوم ہوا کہ ان فرائض کو ادا کرنے سے جو خدا نے ہم پر فرض کیے ہیں اور نوافل ادا کرنے سے ہم خدا کے قریب اور خدا کے محبوب بن جاتے ہیں۔)

بہترین ذکرِ خدا اور بہترین عمل

مشکوٰۃ:۔ جو شخص دن میں سو مرتبہ یہ کلمات کہے اس کو سو غلام آزاد کرنے کا ثواب درگاہ خدا سے ملے گا اور اس کے نامہ اعمال میں سو حسنات و نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کی سو برائیاں (گناہ) معاف کی جائیں گی اور وہ اس دن اور رات تک شر شیطان سے محفوظ رہے گا اور اس عمل کا ثواب اتنا زیادہ ہے کہ اس سے بہتر عمل کوئی دوسرا پیش خدا نہ کر سکے گا۔ (الحدیثِ رسولؐ از مشکوٰۃ)

رسولخداؐ کی عبادت و معرفت کی انتہا

تفسیر منہج الصادقین و مواہب الرحمن میں لکھا ہے کہ:

''ابن عباس سے روایت ہے کہ جب وحی اترتی تو آپؐ قدموں پر کھڑے رہتے تھے اور نماز پڑھتے رہتے تھے تو یہ آیت اتری اور علیؑ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم تمام رات نماز پڑھتے تھے۔ کبھی اس قدم پر کھڑے ہوتے اور کبھی دوسرے قدم پر کھڑے ہوتے یہاں تک کہ یہ آیت اتری۔ سیوطی نے کہا اور سراج میں لکھا ہے کہ آپ راتوں کو نماز میں کھڑے ہوتے تھے یہاں تک کہ آپؐ کے قدم ورم کر

گئے تو جبرئیلؑ نے کہا کہ آپؐ اپنے نفس پر رحم کیجیے کہ آپؐ کے جسم کا بھی آپ پر حق ہے اور آپؐ کی بعثت تو ملّتِ سہلہ (آسان دین) ہے۔ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی:

''اے طاہر و ہادی! ہم نے قرآن تم پر اس لئے نازل نہیں کیا کہ تم اپنے نفس کو تعب، تکلیف و مشقت میں ڈالو۔'' (سورۂ طٰہٰ، آیت ۱۔۲)

روایت مذکورہ سے ثابت ہوا کہ پیغمبر اسلامؐ نے خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت اتنی زیادہ کی اور اپنے جسم و نفس کو اتنی مشقت اور تکلیف میں ڈالا کہ آخر خالق عالم نے جو مخلوقات سے عبادت کا طالب ہے اور ان کی غرضِ خلقت صرف عبادت ہی قرار دیتا ہے جیسا کہ خود فرمایا: **ماخلقت الجن والانس الا لیعبدون**۔ (سورۂ ذاریات، آیت ۵۶) ''میں نے جن و انس کو صرف عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔'' وہی خدا محمد صلعم کو اپنی عبادت سے روکتا ہے اور فرماتا ہے کہ اے محمدؐ تم اتنی عبادت نہ کرو جو تم کو مشقت میں مبتلا کر دے۔ جبکہ خدا تمام انبیاءؑ کرام کو عبادت کرنے کا حکم دیتا ہے اور ہمارے رسولؐ سے فرماتا ہے کہ کم عبادت کرو۔ اتنی زیادہ عبادت نہ کرو۔ (سبحان اللہ)

تدبیر منزل

''تمہارا ہر فرد حاکم و نگہبان ہے اور ہر فرد سے اس کی رعیت کے بارے میں پیشِ خدا جواب لیا جائے گا۔'' (الحدیث)

جناب رسولخداؐ احسن سلوک اپنی ماں کے ساتھ

طبقات ابن سعد جلد اوّل ص ۷۱۔

اس عورت جس نے پیغمبر اسلامؐ کو دودھ پلایا تھا (حلیمہ) نے آپؐ سے ملنے کی اجازت مانگی۔ آپؐ کے سامنے جب وہ آئی تو آپ میری ماں، میری ماں کہہ کر دور پڑے اور فوراً اپنی عبا دوش سے اتار کر بچھادی اور اس پر اُن کو بٹھایا۔

کتاب طبقات ابن سعد میں لکھا ہے کہ:

حلیمہ مکہ میں پیغمبر اسلامؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اس وقت پیغمبر اسلامؐ خدیجہ سے عقد کر چکے تھے۔ حلیمہ نے قحط پڑنے کی مصیبت بیان کی۔ پیغمبر اسلامؐ نے خدیجہؑ سے بیان کیا اور پھر حلیمہ کو چالیس بکریاں اور چالیس تیز رفتار اونٹ معہ ہودج کے عطا کیے حلیمہ مسرور اپنے قبیلہ کی طرف چلی گئیں۔

شیما بنتِ حلیمہ کی لوری

تاریخ طبری وزرقانی میں لکھا ہے کہ:

حلیمہ کی ایک لڑکی کا نام حذاقہ تھا اسی کو عرف میں شیما کہتے ہیں۔ شیما بحالت طفلی محمدؐ کو کھلایا کرتی تھی اور یہ لوری گاتی تھی:

''اے ہمارے خدا تو محمدؐ کی حفاظت کر جو قابل مدح اور قابل تعریف ہے۔ حتیٰ کہ میں ان کو بالغ اور جوان دیکھوں۔ (محمدؐ کے لفظ کے معنی ہیں'' جس کی بہت زیادہ تعریف کی جائے۔)

پھر اس کو سید اور سردار دیکھوں۔ اس کے دشمن اور حاسدوں کو ذلیل کر اور اس کو ایسی عزت عطا کر جو ہمیشہ ہمیشہ باقی رہے۔''

جناب رسولخداؐ کا حسن سلوک بہ ابوطالبؑ و فاطمہ بنتِ اسدؑ

''ابوطالبؑ کی وفات کے بعد پیغمبر اسلامؐ اپنے گھر میں کئی روز مقیم رہے اور ابوطالب کے لئے طلبِ بخشش کرتے رہے۔'' (ناسخ التواریخ)

پیغمبر اسلامؐ نے ابوطالبؑ کا سوگ منا کر ان کے لئے تین دن استغفار کر کے اور سرہانے پہنچ کر کلمہ پڑھا کر قوانینِ اخلاق کی تکمیل کی اور تدبیرِ منزل کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔ ورنہ سیرت نبویؐ اس نمونہ سے خالی رہ جاتی اور ایک محسنِ عظیم کا حق الخدمت بذمہ خدا اور رسول باقی رہ جاتا۔

حضرت ابوطالبؑ کے سرہانے پیغمبر اسلامؐ کا بیٹھنا اور ان کے وقتِ نزع ان کے قریب رہنا اور ان کو تسلی پر تسلی دینا، زبان پر کلمۂ اسلام کے جاری رکھنے کی فرمائش کرنا، یہ حضرت ابوطالبؑ کا احسان اتارنا تھا۔

از ناسخ التواریخ جلد ا کتاب دوم ص ۶۸۷۔

بوقت وفاتِ ابوطالبؑ پیغمبر اسلامؐ تابوت ابوطالبؑ کے سرہانے کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''اے چچا آپ نے صلہ رحم پورا کیا اور بہترین صلح رحم۔ اے چچا آپ نے مجھ کو پالا۔ میری کفالت طفلی میں کی۔ میرا بوجھ اٹھایا اور بڑی نصرت کی۔ یقیناً خدا کی قسم میں اپنے چچا کی شفاعت روز قیامت اس طرح کروں گا کہ اہل ارض واہل آسمان تعجب کریں گے۔''

(یعنی پیغمبر اسلامؐ اپنی شفاعت سے ابوطالب کو وہ درجہ عالیہ خدا سے دلوائیں گے کہ اہل عالمین کو تعجب ہوگا۔)

حسن سلوک بہ فاطمہ بنت اسدؑ

اسد الغابہ فی معرفۃ صحابہ۔ علامہ ابن اثیر۔ انس بن مالک سے روایت ہے کہ فاطمہ بنتِ اسد ابن ہاشم، علیؑ کی والدہ کا انتقال ہوگیا تو پیغمبر اسلامؐ ان کے جنازہ پر گئے اور سرہانے بیٹھ گئے اور فرمایا: ''اے میری ماں خدا تم پر رحم کرے۔ تم میری ماں کے بعد میری ماں تھیں۔ تم خود بھوکی رہتیں اور مجھ کو کھلاتی تھیں اور خود پرانا لباس پہنتی تھیں اور مجھ کو عمدہ لباس پہناتی تھیں اور تم اپنے نفس کو عمدہ غذا سے روکے رکھتی تھیں اور مجھے عمدہ غذا کھلاتی تھیں۔ آپ یہ حسن سلوک مجھ سے صرف خدا کی رضا اور نجاتِ آخرت کے لئے کرتی تھیں۔''

(۲) انس کہتے ہیں کہ پیغمبر اسلامؐ نے پھر ان کے غسل کا حکم دیا۔ جب آپؐ کافور ڈالنے کا وقت آیا تو پیغمبر اسلامؐ نے اپنے ہاتھ سے وہ پانی ان پر ڈالا۔ پھر اپنی قمیض ان کو پہنائی۔ اسمان بن زید اور ابو ایوب انصاری کو قبر کھودنے کا حکم دیا۔ جب قبر کھد چکی تو آپؐ نے یہ دعا پڑھی: اے اللہ تو میری ماں فاطمہ بنتِ اسد کی مغفرت فرما اور تلقین کر اس کو دلیل اور قبر کو کشادہ فرما اپنے نبی محمدؐ کی خوشی اور حق کے واسطے سے اور بواسطہ تمام انبیاءؑ سلف جو مجھ سے پہلے تھے۔ ان سب کے واسطے سے کیونکہ تو یقیناً بہت بڑا رحم کرنے والا ہے۔

(۳) ابن عباس سے بھی یہی روایت ہے مگر اس میں اتنا زیادہ ہے کہ پیغمبر اسلامؐ قبر میں لیٹ گئے تو اصحاب نے دریافت کیا کہ آپؐ نے فاطمہ بنتِ اسد کے ساتھ وہ سلوک کیا ہے جو آج تک کسی کے ساتھ نہیں کیا ہے۔ پیغمبر اسلامؐ نے

جواب دیا کہ ابو طالبؑ کے بعد ان سے زیادہ میرے ساتھ نیکی کرنے والا کوئی دوسرا نہ تھا۔ میں نے اس لئے اپنی قمیض ان کو پہنادی کہ وہ حلہ ہائے بہشت یعنی جنت کا لباس پہنیں، ان کی قبر میں اس لئے لیٹا کہ عذابِ قبر ان پر نہ ہو۔ اسی روایت کو علی مرتضیٰؑ نے بھی بہ اختلاف قلیل بیان کیا ہے۔

جناب رسول خداؐ کا اپنی بیویوں
اور
بیٹی کے ساتھ سلوک، کسب معاش، تقسیم اوقات اور کردار

تدبیر منزل، حسن سلوک بہ خدیجہؑ

از کتاب الغبابتہ۔ جلد ۵ ص ۴۳۹

(ترجمہ) ابن اسحاق نے کہا ہے کہ وفات خدیجہؑ و ابوطالبؑ سے رسول خداؐ پر مصیبتیں ٹوٹ پڑیں۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ مجھے سوتا پے کا رشک جس قدر خدیجہؑ سے تھا کسی دوسری زوجہ رسولؐ سے نہ تھا۔ میں نہیں جانتی کہ اگر مین ان کی زندگی میں ہوتی تو مجھ پر کیا بن جاتی۔ میرا حسد اس لئے تھا کہ پیغمبر اسلامؐ خدیجہؑ کو یاد بہت کرتے تھے اور جب کبھی بکری ذبح کرتے تو خدیجہؑ کی سہلیوں کو ڈھونڈھ ڈھونڈ کر تحفہ پہنچاتے تھے۔

معاملات عامہ و بہ ازواج۔ تدبیر منزل

ابوطالبؑ کے وفات کے بعد ہی معاملہ محمدؐ اور قریش کے درمیان دشمنی شدید تر ہوگئی۔ قریش نے پیغمبر اسلامؐ کو ایسی ایسی ایذائیں دینا شروع کردیں جو انسان کے لئے کسی طرح بھی قابل برداشت نہیں کہی جاسکتی تھیں۔ فاطمہؑ جب پیغمبر اسلامؐ کو اس حالت مصیبت میں دیکھتی تھیں تو زار و قطار روتی تھیں۔ فاطمہ کے تسلی کے لئے پیغمبر اسلامؐ یہ الفاظ فرماتے تھے۔ جب کہ فاطمہؑ کی آنکھیں روتے روتے ورم کررہی تھیں اے بیٹی نہ روؤ۔ خدا تیرے باپ کی حفاظت کرے گا۔ پھر آپؐ بار بار فرماتے تھے کہ تیرے باپ کو قریش کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکتے تھے جب تک کہ ابوطالب کا انتقال ہوا۔ (حیات محمد، مصنفہ محمد حسین ہیکل ص ۱۸۶۔)

فاطمہؑ کی فراست اور عقلمندی

بعدِ وفاتِ ابوطالبؑ کفار نے پیغمبر اسلامؐ کی اذیت میں شدت اختیار کر لی۔ ایک روز آپ کے سر پر لوگوں نے کوڑا ڈال دیا۔ اسی حالت میں آپ گھر میں آئے تو یہی بیٹی فاطمہؑ دوڑی ہوئی آئی اور باپ کے سر و جسم کو گرد و غبار سے صاف کرتی جاتی تھی اور دشمنوں کو بد دعائیں دیتی جاتی تھیں۔

ابوجہل کے اشارہ پر عقبہ ابن ابولہب نے پیغمبر اسلامؐ کی پشت پر بحالت سجدہ اونٹ کی اوجھڑی ڈال دی اور کفار نے خوشیاں منائیں اور ہنسی اڑائی اس وقت بھی یہی بیٹی فاطمہؑ گئی اور اس نے اوجھ ہٹایا، عقبہ کو بد دعائیں دیں اور باپ کی سینہ سپر ہوگئی۔ حالانکہ اس وقت فاطمہؑ کی عمر ۵ سال تھی۔

عقدِ فاطمہؑ۔ تدبیرِ منزل

فاطمہؑ کا عقد بعمر ۹ سال علیؑ مرتضیٰ سے ہوا اور نکاح کے ایک ماہ بعد فاطمہؑ کو پیغمبر اسلامؐ نے علیؑ کے ساتھ رخصت کیا۔ اور یہ عقد فاطمہؑ بہ علیؑ پیغمبر اسلامؐ کی تدبیرِ منزل کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ فاطمہؑ کی زندگی کا دور ثانی شروع ہوگیا جو سب سے زیادہ اہم اور فرائض کے ادا کرنے کا دور ہوتا ہے۔ اس عہد میں عورت پر تین قسم کی ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔ آداب و حقوق والدین کا ادا کرنا۔ حقوق شوہر کا ادا کرنا اور حقوقِ اولاد کا ادا کرنا تدبیرِ منزل کے قوانین پر عمل کرتے ہوئے گھر کو چلانے کا کام کو انجام دینا۔ عبادت اور متعدد خدمات کا ادا کرنا۔ فاطمہؑ کی عمر ۹ سال تھی اور یہ تمام ذمہ داریاں ان کے دوش پر موجود تھیں۔ تاریخی روشنی میں ملاحظہ کیجئے کہ

فاطمہؑ ان فرائضِ زندگی کو کتنی کامیابی سے پورا کر سکیں۔

پیمبر اسلامؐ نے فاطمہؑ کو علیؑ کے گھر بھیج دیا اور اس کے بعد بعد فاطمہؑ سے پوچھا **کیف رایت بعلک یا بینی** اے بیٹی تم نے اپنے شوہر کو کیسا پایا؟ فاطمہؑ نے عرض کیا۔ **فقالت انه خیر بعل یا ابت** ۔ فاطمہؑ نے کہا اے بابا وہ بہترین شوہر ہیں۔ (کتاب استیعاب امام ابونصر ہمدانی۔)

حقوقِ شوہر

حقوق شوہر اور فاطمہؑ۔ کتاب استیعاب امام ابونصر ہمدانی۔

علیؑ نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں نے فاطمہؑ کو کبھی آزردہ نہیں کیا۔ اور نہ ان سے کبھی ایسی بات کو کہا جس کو وہ پسند نہ کرتی ہوں حتیٰ کہ وہ وفات پا گئیں اور انہوں نے بھی کبھی مجھ کو ناراض نہ کیا اور نہ کبھی میری خواہش کے خلاف کیا۔ جب میں فاطمہؑ کو دیکھتا تھا تو وہ میرے غم و الم کو دور کر دیتی تھیں اور میں خوش ہو جاتا تھا۔ خدا فاطمہؑ پر رحمت نازل کرے۔

جناب رسولخداؐ کا اپنی اولاد کا حق ادا کرنا، تدبیر منزل اور فدک

قوانینِ اخلاق و آئینِ تہذیب و تمدّن انسان کو پابند کرتے ہیں کہ وہ اپنی اولاد کو قوم یا بیت المال کا محتاج بنا کر نہ چھوڑ دے۔ معاشرہ اور سوسائٹی کے لئے اپنی اولاد کو بوجھ نہ بنائے بلکہ جس طرح وہ خود معاشرہ و قوم و مذہب کے افراد کے لئے ایک مفید انسان ہے کیونکہ وہ خود کارآمد اور ہنرمند شخصیت تھا اسی طرح وہ اپنے بعد اپنی اولاد کو قوم و ملّت کے لئے رحمت بنا کر چھوڑے نہ کہ زحمت۔

یہ صورت اسی وقت ممکن ہے کہ انسان اپنی اولاد کو زیور علوم دنیا و دین سے آراستہ کردے اوراس کے علاوہ اگر ممکن ہو تو ان کی مالی حالت بھی درست کردے اوران کے لئے وافر ترکہ چھوڑے تاکہ اس کے بعد اس کی اولاد قوم و ملّت کے افراد کی دست نگر نہ ہو اور بوجہ افلاس وغربت کے افعال بد وحرام کی مرتکب نہ ہو اوراس طرح نظام معاشرہ کے لئے سبب تباہی نہ بنے۔

پیغمبر اسلامؐ نے دولتِ علم وعمل سے تو اپنی اولاد کو مالا مال کردیا اور تا قیامت آنے والی نسلوں کے لئے ان کو منارہ ہدایت وروشنی بنادیا مگر دیکھنا یہ ہے کہ پیغمبر اسلامؐ اپنی اولاد کو قوم وملّت کے لئے بوجھ بنا کر چھوڑ گئے یا خود ان کو اپنا کفیل معاش بنا کر چھوڑا ہے۔

عظیم مورخ طبری۔ کنز العمال۔ تفسیر درمنثور سیوطی۔ سعید خدری نے بیان کیا ہے کہ:

جب آیت **وآت ذی القربیٰ حقه** اے رسولؐ! ''تم اپنے قرابتداروں کو ان کا حق ادا کرو'' نازل ہوئی تو پیغمبر اسلامؐ نے فاطمہؑ کو اپنے پاس بلایا اوران کو فدک عطا کردیا۔ (عظیم مورخ طبرسی، تفسیر درمنثور۔''

حیات محمد مصنفہ محمد حسین ہیکل مصری ص ۳۹۰ نے لکھا:

فدک محمدؐ کا خالصہ، خاص ملکیت تھا کیونکہ لشکرِ اسلام نے اس کے حصول میں فوج کشی نہیں کی تھی۔

(۳) ناسخ التواریخ جلد چہارم۔

جب پیغمبر اسلامؐ فدک پر قابض ہوگئے تو آیت **وآت ذاالقربیٰ حقه**، الخ ''اپنے قریبی رشتہ داروں کا حق ادا کرو'' کے حکم کے مطابق آپؐ نے فدک

فاطمہؑ کو عطا کردیا۔ فاطمہؑ فدک کی آمدنی سے کچھ اپنے مصارف میں لاتی تھیں اور باقی آمدنی کو مستحقین پر تقسیم کردیا کرتی تھیں۔

فدک کی آمدنی سالانہ ۲۴ ہزار دینار یا بروایت ستر ہزار دینار سالانہ تھی۔

پیغمبر اسلامؐ نے حکمت وتدبیرِ منزل کے آئین کی پوری تکمیل فرمائی اور اپنی اولاد کو اپنے بعد محتاج ومفلس بنا کر نہیں چھوڑا بلکہ خدا نے پیغمبر اسلامؐ کو جو ملکیت عطا کی تھی وہ اپنی زندگی میں جس پر وہ بلاشرکتِ غیرے متصرف وقابض تھے وہ فاطمہؑ اور اپنے افراد خاندان کو شرعی تحفہ دے کر گئے تھے۔

(۱) فاضل معتزلی علامہ ابن ابی الحدید شرح نہجۃ البلاغہ میں لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکر نے حضرت فاطمہؑ کو فدک کیوں نہ دیا؟

علی ابن علی فاروقی شافی سے جو مدرسہ عربیہ بغداد کے مدرس تھے، میں (ابن ابی الحدید) نے پوچھا کہ آیا فاطمہؑ اپنے دعوائے طلبِ فدک میں سچی تھیں؟ شیخ نے جواب دیا: ہاں۔ میں نے عرض کی کہ ابوبکر نے تو فدک انہیں واپس نہیں دیا؟ حالانکہ وہ ان کے نزدیک صادقہ (سچی) تھیں۔ یہ سن کر شیخ مسکرادیئے اور انہوں نے جواب دیا کہ اگر ابوبکر فاطمہؑ کو فدک واپس دے دیتے تو پھر دوسرے دن آتیں اور اپنے شوہر کے لئے خلافت کی دعویدار ہوتیں اور ابوبکر کو ان کے منصبِ خلافت سے معزول کرنا چاہتیں اور پھر ابوبکر کو کوئی عذر بن نہ آتا اور نہ مدافعت ممکن تھی۔ کیونکہ وہ تو اپنے دل میں یہ جائز سمجھ چکے تھے کہ فاطمہؑ جس شے کا دعویٰ کررہی ہیں وہ سچ ہے۔ (الزہراص ۹۸)

زمینِ فدک پر حضرت فاطمہؑ بنتِ رسولؐ کا استدلال

فاطمہ بنت رسول اللہؐ ابوبکر کے پاس گئیں۔ وہ منبر پر تھے اور کہا کہ ابوبکر قرآن کی رو سے تمہاری بیٹیاں تو میراث کی حقدار ہوں اور میں (رسولخداؐ کی بیٹی) اپنے باپ کی میراث نہ پاؤں؟ یہ سن کر حضرت ابوبکر کو بہت عبرت ہوئی اور وہ رونے لگے اور کہنے لگے کہ میرے آباء و اجداد آپؐ کے باپ اور آپؐ پر فدا ہوں۔ یہ کہہ کر منبر سے اترے اور فدک کی میراث کا وثیقہ (کاغذ) فاطمہؑ کو لکھ دیا۔ اتنے میں عمر آ گئے اور پوچھا یہ کیا ہے؟ ابوبکر نے کہا کہ فدک کی میراث کا وثیقہ (تحریر) ہے جو فاطمہؑ کو اپنے باپ کی طرف سے پہنچتی ہے۔ عمر نے کہا کہ پھر ان مسلمانوں کو کیا دو گے جو تمہارے واسطے عرب سے لڑائیاں لڑ رہے ہیں؟ جو تم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو۔ یہ کہہ کر وہ تحریر حضرت ابوبکر کے ہاتھ سے لے کر اور اس کو پھاڑ ڈالا۔ (علامہ سبط ابن جوزی از تذکرۃ الخواص)

(ج) امام فخر الدین رازی اپنی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں۔

(ترجمہ) جب رسول خداؐ نے وفات پائی تو فاطمہؑ نے یہ دعویٰ کیا کہ پیمبر اسلام نے فدک فاطمہؑ کو ہبہ (تحفہ) کر دیا ہے۔ تو حضرت ابوبکر نے کہا کہ اے فاطمہؑ آپ غرباء کے نزدیک عزیز ترین ہیں اور متمولین کے مقابلہ میں محبوب ترین ہیں۔ مگر میرے نزدیک آپ قول کی صحیح نہیں۔ اور میں آپ کے قول پر اسی لئے فیصلہ نہیں کر سکتا۔ پس ام ایمن اور ایک غلام رسول صلعم نے گواہی دی مگر حضرت ابوبکر نے قبول نہ کیا۔ (تفسیر کبیر امام رازی)

تدبیرِ منزل اور کسبِ معاش

پیغمبر اسلامؐ نے کسبِ معاش کے لئے عملی و قولی نمونے بکثرت پیش کیے ہیں جن کا ذکر صفحات مذکورہ میں آ چکا ہے۔

پیغمبر اسلامؐ بعمر ۸ سال بہ ہمراہی ابوطالبؑ سفر تجارت کے لئے گئے۔ اس کے بعد خدیجہ کا مال تجارت لے کر مختلف ممالک کو تشریف لے گئے اور اپنے قافلوں کے لئے سببِ وسعتِ تجارت میں مصروف ہوئے اور مال خدیجہؑ کو ایسے اصول تجارت پر فروخت کیا کہ سب سے زیادہ منافع حاصل ہوا۔ آپؐ نے کسب معاش میں تجارت اور مزدوری اور مویشی چرانے کے کام کو ترجیح دی ہے۔ زراعت و صنعت کے پیشوں کو معزز قرار دیا اور اصول و قوانینِ تجارت زراعت و صنعت بہ تفصیل بیان کیے ہیں اور ایسے پیشوں سے انسان کو منع کیا ہے جس سے قسی القلبی، بے رحمی، بے مروتی، کمینہ پن، ذاتی تحقیر پیدا ہوتی ہے یا جو پیشے افراد و قوم و ملّت اور معاشرہ انسانی کو برباد و تباہ کرنے کا سبب ہوتے ہیں یا جو پیشے حواسِ خمسہِ ظاہری و حواسِ باطنی کو معطل و مرتعش کرنے کا سبب ہوتے ہیں۔ مثلاً چوری، ڈکیتی، رشوت، سود خوری، حرام خوری، غصب یا ظلم کے ذریعہ مال کمانا۔

پیغمبر اسلامؐ نے ۸ سال کے عمر سے تقریباً ۵۳ سال کی عمر تک گلّہ بانی اور تجارت اعلیٰ پیمانہ اور کامیاب طریقہ پر انجام دی اور اس کی کامیابی کے رازوں کو بہ تفصیل بیان کیا۔ کسبِ معاش کے سلسلہ میں آپ کے چند اقوال پیش کیے جاتے ہیں۔ ان اقوال سے واضح ہوگا کہ پیغمبر اسلامؐ کسبِ معاش کے لئے کن کن اصولوں کو رائج کرنا چاہتے تھے اور آپ کے نزدیک کون کون سے طریقے فلاحِ دارین کا سبب بن سکتے ہیں۔

حلال روزی کمانا عظیم عبادت ہے

احادیث رسولؐ از کتاب مشکوٰۃ جلد سوم۔

صادق اور امین تاجر انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ایک درجہ میں ہوگا۔(الحدیث)

حضرت ابوبکر راوی ہیں کہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ وہ جسم جس کی پرورش غذائے حرام سے ہوگی جنت میں داخل نہ ہوگا۔(الحدیث)

(کیونکہ حرام روزی کمانے والے کا خون گوشت سب نجس گندہ ہوتا ہے، اس لئے جنت میں نہیں جاسکتا)

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ پاک اور بہترین غذا وہ ہے جو تم اپنے دونوں ہاتھوں کی محنت سے حاصل کرو اور تمہاری اولاد بھی تمہاری کمائی ہے۔(الحدیث)

(یعنی اولاد کے معاملے میں بھی تم کو طہارت نفس اور کسب حلال کا خیال رہے اور اولاد نکاح کے ذریعہ حاصل کرو نہ کہ زنا کے ذریعہ۔)

مقدام بن معدیکرب سے روایت ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ بہترین غذا اور طعام وہ ہے جو انسان اپنے دونوں ہاتھوں کی محنت سے حاصل کرکے کھائے۔(الحدیث)

(۸) عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے۔

(ترجمہ) پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ حلال روزی کا کمانا فرض ہے۔

(ترجمہ) جابر سے روایت ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ خدا رحم کرے

اس شخص پر جو نرمی کرے جب کچھ خریدے اور نرمی کرے جب کچھ بیچے اور نرمی کرے جب (مال، قیمت یا قرض کا) تقاضا کرے۔(الحدیث)

ابو ہریرہ سے روایت ہے پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: ایک زمانہ لوگوں پر ایسا آئے گا کہ کوئی باقی نہ رہے گا جو سود خوار نہ ہو یا اس کا اثر اس کو نہ پہنچے۔ وہ لوگ خیانت کی وجہ سے ہلاک ہوں گے۔(الحدیث)

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ سوداگر کو منجانب خدا رزق ملتا ہے اور احتکار (غلّہ کو بند کرکے جمع رکھنا کہ بوقت قحط بیچا جائے) کرنے والا ملعون ہے۔(الحدیث)

زراعت کی اہمیت

(ترجمہ) سعید راوی ہیں کہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ جس نے مردہ زمین کو زندہ کیا۔ یعنی کھیتی کی وہ اسی کی ہوگئی اور ظالم کا اس پر کوئی حق نہیں ہے۔

(یعنی زمین کو زیر کاشت لانے والا ہی اس زمین کا مالک ہے۔)

اوقات معینہ

(اپنے اوقات کو کس طرح تقسیم کیا جائے کم زندگی کا بہترین اصول)

علی ابن ابی طالبؑ سے روایت ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے اپنے اوقاتِ زندگی کو تین حصوں میں تقسیم کردیا تھا۔ ایک حصہ عبادت خدا کے لئے مخصوص تھا دوسرا حصہ حلال روزی کمانے، تدبیرِ منزل و امورِ خانہ داری (گھر کے کاموں) کے لئے مقرر تھا اور تیسرا حصہ امت کے کاموں کے لئے مخصوص کیا تھا۔ اہل علم اور مخصوص افراد کو درس علوم ظاہری و باطنی دیتے تھے اور ان کے اخلاق و کردار کی

اصلاح کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میری مجلس میں تم نے جو کچھ سنا ہے غائبین کو پہنچاتے رہو تا کہ حاضر و غائب دونوں کو فائدہ حاصل ہو سکے۔ اور بعض صحابہ کو یہ بھی حکم تھا کہ جو شخص کسی وجہ سے مجھ سے سوال نہ کر سکے تو تم ان کی وکالت کرتے ہوئے اس کا سوال اور مقصد مجھ سے بیان کرو کیوں کہ اس کا ثواب یہ ہے کہ روز قیامت خدا تمہارے دونوں پاؤں کو ثابت قدم رکھے گا۔ جو افراد اس مجلس علم و ہدایت میں جمع ہوتے تھے وہ جب تک پورا فائدہ حاصل نہیں کر لیتے تھے مجلس سے نہیں اٹھتے تھے اور بعد فراغت باہر لوگوں کو مطابق حکمِ پیغمبر اسلامؐ ہدایت پہنچاتے تھے۔ (روضۃ الاحباب)

پیغمبر اسلامؐ نے اپنے اس طریقہ سے خواص و عوام کو ہر قسم کے فائدے پہنچائے۔

(معلوم ہوا لوگوں کو فائدہ پہنچانا اور علم سکھانا سب سے بڑی عبادتوں میں سے ہے۔)

جناب رسولخداؐ کی سیرت بزبانِ امام حسینؑ

حضرت امام حسینؑ نے اپنے پدر عالی قدر علیؑ ابن ابی طالب سے اخلاق و عادات پیمبر اسلامؐ کو دریافت کیا تو حضرت علیؑ نے فرمایا:

جان پدر! تمہارے بزرگوار رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ زیادہ باتیں کرنے سے احتیاط فرماتے تھے۔

(۲) اپنے اصحاب کی ہمیشہ دل جوئی کرتے تھے اور کبھی ان کو رنجیدہ خاطر نہیں ہونے دیتے تھے۔

(۳) ہر بزرگِ قوم کی تعظیم کرتے تھے۔ اس قوم کے امور اسی کے سپرد فرماتے تھے۔

(۴) باوجود وسیع الاخلاق ہونے کے آپ اپنی خودداری قائم رکھتے تھے۔

(۵) اصحاب کے حالات کا تجسس فرماتے تھے۔ اچھوں کی تعریف اور بروں کو ہدایت کرتے تھے اور کبھی اظہار حق میں تامل نہیں فرماتے تھے۔

(۶) اصحاب میں وہی زیادہ افضل قرار دیا جاتا تھا جو اسلام اور مسلمانوں سب سے زیادہ خیر خواہ ہوتا تھا۔

(۷) آپؐ کے نزدیک وہی عظیم مرتبہ ہوتا تھا جو عموماً لوگوں سے برادری مواسات اور معاونت کا سلوک کرتا تھا۔

(۸) جب پیغمبر اسلامؐ کسی مجلس میں بیٹھتے تھے تو اوّل ذکر الٰہی کرتے تھے اور مجلس سے اٹھتے تھے تو ذکرِ الٰہی فرماتے تھے۔

(۹) جب مجلس میں بیٹھتے تھے تو ہمیشہ درمیان میں بیٹھتے تھے۔

(۱۰) اپنے اصحاب کو بھی آدابِ مجلس کی ہدایت فرماتے تھے۔

(۱۱) اپنے رفقاء کو مساوی درجہ عطا کرتے تھے ہر شخص یہ سمجھتا تھا کہ آپؐ اسی کو سب سے زیادہ محبوب رکھتے ہیں۔

(۱۲) جو مستحق نہ ہوتا تھا اور صرف مال دنیا کی طلب میں حاضرِ مجلس ہوتا تھا آپؐ اس سے عطایا کو روک لیتے تھے تا کہ مستحقین کا حق برباد نہ ہو۔

(۱۳) جو کوئی اپنی حاجت بیان کرتا۔ تو آپؐ بغور و بخوشی سنتے تھے اور اس کی حاجت و ضرورت کو پورا کر دیتے تھے۔

(۱۴) تمام لوگوں پر آپ کی شفقت ایسی رہتی تھی جیسے باپ کی شفقت بیٹے پر۔

(۱۵) حق کے ادا کرنے میں آپؐ کے نزدیک سب لوگ برابر تھے۔

(۱۶) آپؐ کی مجلس سراپا علم، حیا، متانت اور خاموشی تھی۔

(۱۷) آپؐ کی محفل میں کبھی آواز بلند نہیں ہوتی تھی۔

(۱۸) آپؐ کی مجلس میں کسی کی عیب جوئی یا غیبت کا ذکر نہیں ہوتا تھا۔

(۱۹) اگر دورانِ گفتگو کسی سے کوئی غلطی ہوجاتی تھی یا تقریر میں کوئی غلطی ہوجاتی تھی تو اس کی حرف گیری (اعتراض) نہیں کی جاتی تھی۔ بلکہ درگذر وعیب پوشی سے کام لیا جاتا تھا۔

(۲۰) ہر شخص آپؐ کی مجلس میں مساوات وعدل کا مستحق تھا۔

(۲۱) آپؐ اس کی عظمت زیادہ کرتے تھے جو صاحبِ تقویٰ ہوتا تھا۔

(۲۲) آپؐ اہلِ مجلس میں ہمہ تن متواضع اور منکسر تھے۔ بڑوں کی عظمت اور چھوٹوں پر رحمت فرماتے تھے۔ غرباء وفقراء کی اعانت وحفاظت فرماتے تھے۔ (روضۃ الاحباب ص ۲۶۵)

آپؐ کی محفل میں آنے والوں کے لئے کوئی روک ٹوک نہ تھی۔ عموماً بدّو اپنے اسی وحشت نما طریقہ سے سوال وجواب کرتے۔ (سیرت النبی علامہ شبلی)

کعب ابن مالک غزوہ تبوک سے غیر حاضر ہوگئے۔ پیغمبر اسلامؐ نے عتاب فرمایا: جب کعب کو اطلاع ملی تو رعب وجلال پیغمبر اسلامؐ کا یہ اثر ہوا کہ سامنے آنے سے جھجکتے تھے۔ خود اقرار کیا کہ۔ ''میں رسول اللہؐ کے پاس آتا تھا اور سلام کرتا اور بعد نماز ظہر آپ کی مجلس میں بیٹھتا تھا مگر میں اپنے جی میں کہتا تھا کہ آپؐ نے جواب سلام میں لب ہلائے یا نہیں۔''

سیاست محمدؐ کا اثر اصحاب پر ایسا تھا کہ سرِمو انحراف نہیں کرتے تھے۔ یہ رعب وجلال بوجہ تادیب وسزا کے خوف سے نہ تھا بلکہ پیغمبر اسلامؐ کے طریقہ سیاست میں محبت وحقوق شناسی کی چاشنی موجود تھی جس کی وجہ سے ہر صحابی خوف

ترک محبت سے آپؐ کی اطاعت کرتا تھا۔ کتب احادیث میں یہ عبارت ہے۔ ''کان یوماً بارز اللناس۔'' پیغمبر اسلامؐ ایک دن عوام کی ہدایت وتعلیم کے لئے عام طور پر باہر نکلتے تھے۔

سیرت النبی شبلی میں لکھا ہے: آپؐ ایک مرتبہ مجلسِ اصحاب میں مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ تین اشخاص آئے۔ ایک صاحب نے حلقہ میں تھوڑی سی جگہ پائی تو وہیں بیٹھ گئے، دوسرے صاحب کو درمیان میں موقع نہ ملا وہ پیچھے بیٹھے، لیکن تیسرے صاحب واپس چلے گئے۔ آنحضرت صلعم جب فارغ ہوئے تو فرمایا کہ ان میں ایک نے خدا کی طرف پناہ لی۔ خدا نے اس کو پناہ دی۔ ایک نے حیا کی خدا بھی اس سے شرمایا۔ ایک نے خدا سے منہ پھیرا خدا نے اس سے بھی منہ پھیر لیا۔

بخاری نے ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے۔ ''پیمبر اسلامؐ ہم لوگوں کو ناغہ دے کر نصیحت ووعظ فرماتے تھے کہ ہم لوگ اکتا نہ جائیں۔

بروایت ابن ماجہ سیرۃ النبی شبلی نعمانی:

جناب رسولخداؐ دقیق مباحث کو جو عوام نہیں سمجھ سکتے تھے ناپسند فرماتے تھے چنانچہ ایک روز صحابہ کی مجلس میں مسئلہ تقدیر پر بحث ہورہی تھی۔ آپ نے سنا تو حجرہ سے نکل آئے۔ آپؐ کا چہرہ اس قدر سرخ ہوگیا گویا چہرۂ مبارک پر کسی نے انار کے دانے نچوڑ دیئے ہیں۔ آپؐ نے اصحاب سے مخاطب ہوکر فرمایا: ''کیا تم اس لئے پیدا کئے گئے ہو؟ قرآن کو باہم ٹکرا رہے ہو۔ گزشتہ نسلیں انہیں باتوں سے برباد ہوئیں۔''

(ثابت ہوا کہ بے کار، بے فائدہ، دقیق بحثیں بربادی کا سبب ہوتی ہیں۔ جب ہلاکو خان نے بغداد پر حملہ کیا تو بغداد کے لوگ شیعہ سنی مناظروں میں مصروف تھے۔ ہلاکو خان نے ان کو اتنا مارا کہ دریائے دجلہ خون سے سُرخ ہوگیا۔)

عورتوں اور قیدیوں کے حقوق
اور
جناب رسول خداؐ کی سیاست کا کمال

تقدیر کی حقیقت

سیرۃ النبی شبلی نے لکھا ہے:

عام خیال تھا کہ تقدیر میں جو کچھ لکھا ہوگا اس کو ئی عملی قوت مٹا نہیں سکتی۔ لیکن آنحضرت صلعم نے ایک محفل میں اس خیال کی تردید کی اور فرمایا کہ اعمال تو خود تقدیر ہیں۔ انسان کو خدا جن اعمال کی توفیق دیتا ہے وہی اس کا نوشتہ تقدیر ہے۔ (یعنی تقدیر انسان کا عمل ہے) اس لئے توکّل قوتِ عمل کے بیکار کر دینے کا نام نہیں۔ (یعنی خدا پر بھروسہ کر کے عمل کرنا چاہیے۔ کوششیں کرنی ضروری ہیں۔ خدا پر بھروسہ کر کے بیٹھ جانا جائز نہیں۔ کیونکہ بقول اقبالؔ

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت سے نہ نوری ہے نہ ناری ہے)

عورتوں کے حقوق

جناب رسولخداؐ نے فرمایا از اسوۃ الرسول جلد ۴ ص ۴۸۔)

لوگو! اپنی ازواج کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ یقیناً تم نے ان کو اللہ کی امان میں دیتے ہوئے اپنی زوجہ بنایا ہے۔ اور حکمِ خدا کے ذریعہ ان کی شرمگاہوں کو اپنے لئے حلال بنایا ہے۔ تمہارا حق عورتوں پر اتنا ہے کہ وہ اپنے بستر پر کسی غیر کو کہ جس کا آنا تم کو ناگوار ہے نہ آنے دیں لیکن اگر وہ ایسا کریں تو ان کو مارو مگر شدید نہ مارو۔ عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ تم ان کو اچھی طرح کھلاؤ اور پہناؤ۔''

(ہلکا مارنے کا حق صرف اور صرف بدکاری پر ہے۔ وہ بھی اس لئے تا کہ ان کی اصلاح ہو جائے۔)

جناب رسولخداؐ سیاستِ مُدن اور مدافعانہ جنگ

پیغمبر اسلامؐ کی مدافعانہ جنگ میں ہمیشہ ایسا ہی ہوا کہ دشمن کے مقابلے میں رسولؐ کا لشکر و سامان کم تعداد ہوتے تھے مگر اس کے باوجود آپؐ نے ہمیشہ فتوحات حاصل کیں جن کی وجہ یہ تھی کہ آپؐ آدابِ جنگ اور آدابِ صف بندی و اسلحہ کے استعمال اور افرادِ لشکر سے کام لینے سے ایسے واقف تھے کہ جس کی مثال تاریخ عالم پیش نہیں کر سکتی ہے۔ آپ نے آدابِ جنگ اور مقاصدِ جنگ کے قوانین اور آئین اپنے طرزِ عمل سے ایسے مرتب کر دیئے ہیں جن پر عمل کرنے سے ہمیشہ دنیا میں امن و امان قائم ہوگا اور نیکوکاروں کو اشرار پر چاہے ان کی طاقت اور تعداد کتنی ہی زیادہ ہو ہمیشہ فتح حاصل ہوگی۔

جنگِ بدر میں قریش مکّہ حملہ آور تھے ان کی تعداد ایک ہزار تھی وہ خوب مسلح ہو کر مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے آئے تھے مگر پیغمبر اسلامؐ کو علم ہو گیا تو آپؐ نے مقام بدر پر پہنچ کر ان کو گھیر کر دشمن پر ظاہر کر دیا کہ وہ لشکر اسلام کو حقیر نہ سمجھیں کہ ان کے گھروں پر حملہ کی ہمت کر کے آ جائیں بلکہ لشکرِ اسلام ان کے حملہ کا منہ توڑ جواب دینے پر قادر ہے علاوہ بریں آپؐ نے اپنی محدود اور صرف ۳۱۳ افرادِ فوج کو کمان کیا اور ان کا میمنہ، میسرہ، قلب وغیرہ ترتیب دیا۔ اس طرح مشرکوں اور حملہ آوروں کو باوجود چھوٹے سے لشکر کے مرعوب کر دیا کہ مسلمان کوئی معمولی قوت نہیں ہیں اُن کو ختم کرنا کوئی کھیل تماشا نہیں ہے۔ مشرکوں کا خیال تھا کہ ہم ایک ہی حملے میں سب مسلمانوں کو ختم کر دیں گے مگر مسلمانوں کے لشکر کی ترتیب دیکھ کر مرعوب ہو گئے۔ بقولِ غالبؔ۔

تھی خبر گرم کہ غالب کے اڑیں گے پرزے
دیکھنے ہم بھی گئے تھے پہ تماشا نہ ہوا

سیاستِ مُدن اور قیدیوں کے ساتھ سلوک

جنگ کے قیدیوں کے ساتھ کس قسم کا سلوک کیا جائے۔ آئین جنگ کا یہ جزو بھی بہت اہم ہے۔ مگر پیغمبر اسلامؐ نے اس معاملہ میں جو طریقۂ کار اختیار کیا ہے۔ اس کی مثال آج کی متمدن دنیا بھی پیش نہیں کر سکتی ہے۔

(۱) اگر قیدی زبان اور دل سے پیام اسلام کو قبول کر لیتے تھے تو ان کو مساوی حقوق دے کر رشتۂ اخوتِ اسلام میں منسلک کر لیا جاتا تھا۔

(۲) اگر وہ فدیہ ادا کر سکتے تھے تو ان کو آزاد کر دیا جاتا تھا۔

(۳) اگر وہ کچھ روز قید میں رکھے جاتے تھے اور ان کے معاملات کا فیصلہ جب تک نہیں ہوتا تو ان کو مجاہدین کے سپرد اس طرح کر دیا جاتا تھا کہ کہ وہ مسلمان اپنے قیدی کو اپنے ہمراہ رکھے اور اس کو مثل اپنے غذا دے اور اس کو آزار نہ پہنچنے دے اور اس کو آرام و راحت سے رکھے۔ تا کہ وہ اخلاق اہل اسلام سے متاثر ہو کر کسی صحیح نتیجے پر پہنچ سکے۔

(۴) جنگِ بدر کے قیدی جب پیغمبر اسلامؐ کے سامنے پیش کیے گئے تو آپؐ نے اصحاب سے رائے طلب کی کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟۔ ابوبکر صحابی نے فرمایا کہ ان کو فدیہ لے کر آزاد کر دیا جائے۔ مگر عمر ابن خطاب صحابی نے عرض کیا کہ ان کے ظلموں کا بدلہ یہ ہے کہ ان کا قریبی رشتہ ہی ان کی گردن مار دے۔ مگر پیغمبر اسلامؐ نے اوّل الذکر رائے کو پسند کیا۔ اور فدیہ لے کر آزاد کر دیا۔

(ثابت ہوا کہ اسلام رحم کرنے اور احسان کرنے کا نام ہے۔ سختی اور ناحق غیر ضروری قتل و غارت، جبر اور سختی کا نام نہیں۔)

سیاستِ رسولؐ اور صلح حدیبیہ ۶ ھ

اس کے بعد عروہ جاسوس قریش کی طرف واپس آ گیا اور اس نے بتایا کہ محمدؐ صرف زیارتِ کعبہ کا ارادہ کر کے آئے ہیں۔ پھر کہا:

''تم لوگوں کو معلوم ہے کہ میں نے شاہانِ روم، شاہانِ ایران، ملوک حبشہ کے بڑے بڑے دربار دیکھے ہیں۔ ان کی تہذیب تمدن، معاشرت اور عقیدت کو متعدد بار مشاہدہ کیا ہے، لیکن تم یقین جانو کہ میں اس وقت اس صحبت اور اس بارگاہ سے چلا آ رہا ہوں جس کی تہذیب، شائستگی اور حسنِ عقیدت کی مثال سے سلاطین کے دربار بالکل خالی ہیں۔

ا۔ جب محمدؐ باتیں کرنے لگتے ہیں تو سب اصحاب ہمہ تن تصویر بن کر چپ سنا کرتے ہیں۔

ب۔ کچھ عرض کرنے لگتے ہیں تو بے حد ادب سے سلسلہ کلام میں کبھی اپنی آواز کو محمدؐ کی آواز سے بلند نہیں ہونے دیتے۔

ج۔ کوئی شخص ان سے نظر اٹھا کر یا آنکھیں ملا کر باتیں کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔

د۔ ایک کو حکم دیتے ہیں تو تعمیل کے لئے سب ٹوٹ پڑتے ہیں۔

دورانِ مدتِ صلح حدیبیہ اتنے مشرکین قریش مسلمان ہوئے کہ جن کی تعداد ابتدائے اسلام سے ابتدائے صلح نامہ تک مسلمان ہونے والوں کے برابر تھی۔

جناب رسولخداؐ کی سیاست

اس وقت پیغمبرِ اسلامؐ اونٹ سے نیچے اترے اور فرمایا کہ اب جنگ حنین کا

تنور گرم ہوگا۔ چار سپاہی لشکر اسلام کے قتل ہوئے اور ستر افراد لشکرِ دشمن کے قتل ہوئے۔ چھ ہزار غلام، چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار اوقیہ چاندی، چالیس ہزار بکریاں اور بھیڑیں مالِ غنیمت میں مسلمانوں کو ملیں۔

عبارات تاریخی میں واضح ہو گیا کہ پیغمبر اسلامؐ میدان حنین میں تنہا رہ گئے تھے۔ صرف چار افراد آپؐ کے ہمراہ تھے جو جان نثاری کر رہے تھے۔ پیغمبر اسلامؐ نے عباس کو بھاگے ہوئے مسلمانوں کو پکارنے پر معین کر دیا تھا اور خود صفوف لشکر دشمن پر حملے کر رہے تھے اور آپ کے ہمراہ علیؑ جنگ کر رہے تھے۔ (تاریخ طبری مطبوعہ جرمن ۱۶۶۴)

جابر بن عبداللہ انصاریؓ کا بیان ہے کہ ہم پر اس وقت قوم ہوازن کا علَم بردار (عثمان ابن عبداللہ) سخت حملہ کر رہا تھا اور جو جو نقصان پہنچا رہا تھا وہ ہم کو معلوم تھا۔ علی ابن ابی طالبؑ اور ایک مرد انصار نے اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ علیؑ نے اس کے اونٹ کی کونچیں کاٹ دیں۔ اونٹ گرا اور اس مرد انصار نے عثمان کو اپنے نیزہ کی نوک پر اٹھا لیا۔ پھر تو کفار کی جماعت کی جماعت ایسی بھاگی کہ پھر وہ رسول اللہ صلعم کے سامنے ہتھکڑی پہنے کھڑے ہوئے دکھائی دیئے۔

سیاستِ مُدن کے اصول

بہترین مدبر اور سیاست داں اور حاکم کا یہ بھی فریضہ ہے کہ وہ افراد ملک و لشکر کو بے غرض خدمتِ خلق کرنے کی تعلیم بھی دیتا ہے۔ اس کے دو طریقے ہیں۔ اوّل تو یہ تعلیم اقوال کے ذریعہ دی جائے۔ اس سلسلہ میں کتبِ احادیث و تاریخ میں اصلاحِ معاشرہ اور فرائضِ انسانی کے بارے میں ہزار رہا اقوالِ پیغمبر اسلامؐ موجود ہیں۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ عملی تعلیم دی جائے۔ اس کی بھی دو صورتیں ہیں اوّل تو یہ

کہ خود اصول معینہ پر عمل کیا جائے تا کہ عوام وخواص صحیح تعلیم حاصل کر سکیں۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مبتدی ومنتہی تعلیم یافتہ وہدایت یافتہ افراد سے مختلف مواقع۔ پر مطابق حالات کام لیا جائے اور ان کو عملاً ان اصول کا عادی بنا دیا جائے۔

پیغمبر اسلامؐ نے اپنے قول وفعل سے ہر شعبہ زندگی کے ضروری اصول پیش کیے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے اپنے عہد کے مسلمانوں کو یہ مواقع بھی پیش کیے جن پر وہ خود عمل کر کے ایسے تعلیم یافتہ اور ہدایت یافتہ بن سکیں کہ آئندہ وہ دوسروں کے لئے معلّم وہادی کا فریضہ انجام دے سکیں۔

اس طرح کے صدہا واقعات ہیں جن میں پیغمبر اسلامؐ نے رفقاء کو آداب جنگ اور اغراض ومقاصدِ جنگ کے بارے میں عملی تعلیم دی ہے اور ان پر سختی سے عمل کرایا ہے۔ علاوہ بریں آپؐ ہر جنگ میں علمداران فوج وسپہ سالاران لشکر کو تبدیل کر کے ہر بافہم اور باعمل سپاہی کو مہارت آداب جنگ سے اور مہارتِ اصولِ اخلاق کا موقع فراہم فرماتے تھے اور یہ کام پیغمبر اسلامؐ کی سیاست مدن کا جزو اعظم تھا۔

غزوۂ تبوک ۹ ھ ۵ ۹۳ء

اسلامی تعلیمات کو سن کر ہرقل بادشاہ روم نے تمام سرداروں کو جمع کر کے کہا کہ مذہب مسیحی کو چھوڑ کر دین محمدی کو قبول کر لو۔ رومیوں کو ناگوار ہوا اور اس کو خطرہ ہو گیا کہ سلطنت روم ہرقل کے ہاتھ سے نہ نکل جائے۔ لہٰذا ہرقل پوشیدہ طور پر مسلمان ہو گیا۔ (اس نے تقیہ کیا)

واقعہ مذکورہ سے اس امر کا سراغ مل گیا کہ اس وقت سلطنت روم قدیم ترین اور اعظم ترین حکومت تھی مگر پیغمبر اسلامؐ کے سفرِ تبوک نے ہرقل اور اس کی افواج کے

حوصلے پست کر دیئے اور ان کو لرزہ براندام کر دیا۔ اب رہے دوسرے قبائل وممالک وہ تو نیم پژمردہ ہو کر نیم مردہ ہو گئے۔ یعنی ان کی ہمتیں جواب دے گئیں اور پھر کوئی ملک مسلمانوں پر حملہ کی جرأت نہ کر سکا۔ اعلیٰ سیاست اس کو کہتے ہیں۔

استنباط ونتائجِ واقعہ مذکور

پیغمبر اسلامؐ نے اپنے اس عمل سیاست سے چند اہم کام انجام دیئے۔ اوّل تو یہ کہ ابو عامرِ عالم علومِ نصاریٰ کے اثر ورسوخ کو فنا کر دیا اور اس کے مقام ومسکن ہی کو ختم کر دیا۔ جو ابو عامر اپنے علم کے غرور میں اصول اسلام کے ڈھانے کے لئے استعمال کرنا چاہتا تھا اور خفیہ طور پر اسلام کی جڑیں کھودنا چاہتا تھا۔ دوسرے یہ کہ دشمن یہودیوں کی جماعت کو فنا کر دیا جو کبھی آئندہ مرکزِ منافقین بن کر مرکزِ اسلام کے مدمقابل ہو جاتی۔ اور مدینہ ہی سے اسلام کی دو شاخیں ہو جاتیں۔ اوّل وہ دین اسلام جو محمدؐ نے لوگوں تک پہنچایا۔ دوسرے وہ اسلام جو تعلیمات مذہب عیسائی یا یہودی کو بھی اپنے دامن میں لئے ہوتا اور بعدِ وفاتِ محمدؐ پھر دینِ اسلام، عیسائیت اور یہودیت میں مدغم ہو جاتا اور حقیقی اسلام فنا ہو جاتا۔

جناب رسولخداؐ کی سیاست، حجۃ الوداع

پیغمبر اسلامؐ نے ۱۰ ھ میں حجۃ الوداع خانہ کعبہ ادا کیا۔ جب آپ میدان عرفات میں پہنچے تو آپؐ نے اپنے ناقہ پر سوار ہو کر خطبہ کہا۔ میدان عرفات میں ایک لاکھ چودہ ہزار مسلمان حالت احرام میں موجود تھے۔ میں بابِ حکمت میں بہ تفصیل حجۃ الوداع کے حالات مع نتائج کے تحریر کر چکا ہوں۔ اس موقعہ پر صرف سیاست محمدؐ یہ کو پیش کرنا ہے۔ آپ نے خطبہ میں فرمایا:

خطبہ حجۃ الوداع اور خطبہ غدیر
اور
اسلامی تعلیمات

خطبہ حجۃ الوداع

(اسلام کی بنیادی تعلیمات کا خلاصہ)

''خبردار ہوجاؤ کہ عہدِ جاہلیت کے تمام رسوم میرے دونوں قدموں کے نیچے ہیں۔(یعنی جاہلیت کی تمام رسموں کو بالکل ختم کررہا ہوں)۔

عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی ترجیح نہیں ہے یہ سب آدمؑ اولاد ہیں اور آدمؑ مٹی سے بنے تھے۔(یعنی تمام انسان برابر ہیں کسی کو عرب یا غیر عرب یا کسی ملک، رنگ، نسل، رنگ، زبان کی وجہ سے کوئی بڑائی حاصل نہیں۔)

ہر مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔غلام تمہارے دست نگر ہیں ان کو وہ کھلاؤ جو تم خود کھاؤ۔وہ پہناؤ جو تم خود پہنو۔(یعنی نوکر چاکروں کو اتنی تنخواہیں دو کہ وہ تم جیسا کھاسکیں اور پہن سکیں۔)

عہدِ جاہلیت کے تمام خون (انتقامِ خون) باطل کردیئے گئے۔عہدِ جاہلیت کے تمام سود ختم کردیئے گئے۔

عورتوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو۔تمہارا عورتوں پر اور عورتوں کا تم پر حق ہے۔ (یعنی عورتوں کا حق ادا کرو۔ان کو کھانے، رہنے، پینے کی تمام سہولتیں مہیا کرو۔)

آج سے تمہارے خون اور اموال ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہوئے جس طرح آج کے دن کی حرمت اور یہ حرمت اس وقت تک باقی رہے گی کہ تم اپنے رب سے ملو۔

میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جارہا ہوں اگر تم نے ان کو مضبوط

پکڑ لیا تو ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ وہ کتاب خدا ہے اور میرے اہلبیتؑ ہیں۔''
(صحیح مسلم)

خدا نے ہر حقدار کو (از روئے وراثت) اس کا حق دے دیا۔ اب کسی وارث کے حق میں (کوئی نئی) وصیت جائز نہیں ہے۔

بچہ اسی کا حق ہے جس کے بستر پر پیدا ہو۔ زانی کے لئے سنگ ساری ہے اور اس کا حساب خدا کے ذمہ ہے۔

جو اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کے نسب سے ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور جو غلام اپنے آقا کے سوا کسی اور طرف نسبت کرے اس پر خدا کی لعنت ہے۔

خبردار عورت کو اپنے شوہر کے مال میں سے اس کی بغیر اجازت کچھ لینا جائز نہیں ہے۔

قرض ادا کیا جائے اور امانت واپس کی جائے۔ عطیہ لوٹا دیا جائے (احسان کے بدلہ احسان کیا جائے) ضامن تاوان کا ذمہ دار ہے۔''

احکامِ پیغمبر اسلامؐ۔ خطبہ خم غدیر

سیرت النبی۔ شبلی نعمانی بحوالہ صحیح مسلم۔

آپؐ نے غدیر خم پر یہ خطبہ دیا۔ حمد وثنا کے بعد فرمایا: اے لوگو! میں بھی بشر ہوں، ممکن ہے کہ خدا کا فرشتہ جلد آ جائے اور مجھ کو لوٹنا قبول کرنا پڑے۔ میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑتا ہوں۔ ان میں پہلی خدا کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور روشنی ہے۔ خدا کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑ لو اور دوسری چیز

میرے اہل بیتؑ ہیں۔ میں اپنے اہلِ بیتؑ کے بارے میں تمہیں خدا کی یاد دلاتا ہوں۔ آخری جملہ کو آپ نے تین بار فرمایا۔ یہ صحیح مسلم مناقب علیؑ کی روایت ہے۔ نسائی، مسند امام بن حنبل، ترمذی، طبرانی، طبری، اور حاکم وغیرہ میں کچھ اور فقرے بھی ہیں جن میں حضرت علیؑ کی منقبت ظاہر کی گئی ہے ان روایتوں میں ایک فقرہ اکثر مشترک ہے کہ جناب رسولخداؐ نے فرمایا:

من کُنت مولاہ فھٰذا علی مولاہُ

(یعنی) جس کا میں مولا یا حاکم ہوں اس کا مولا علیؑ ہے۔ اے خدا تو دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علیؑ کو دشمن رکھے۔ (صحیح مسلم)

خطبۂ غدیر از ناسخ التواریخ ص ۴۸۲

پیغمبر اسلامؐ نے یوم غدیر ایک لاکھ بیس ہزار مسلمانوں کے مجمع کے سامنے طولانی خطبہ پڑھا۔ فرمایا: اے لوگو قرآن میں غور وفکر کرو، اس کی آیات کو سمجھو۔

خدا کی قسم قرآن کے معانی وتفسیر کو تمہارے لئے بیان کرنے والا کوئی نہیں مگر یہ شخص جس کا میں ہاتھ پکڑے ہوئے ہوں (علیؑ کو ہاتھوں میں اٹھا کر مجمع کو دکھا کر ایسا فرمایا تھا۔) **من کُنت مولا فھٰذا علیٌ مولا**۔ یعنی ''جس کا میں حاکم اور مالک ہوں، اس کا علیؑ حاکم ہے۔''۔

اے لوگو! علیؑ میری پاک اولاد ثقلِ اصغر ہیں اور قرآن ثقلِ اکبر ہے۔ یہ خدا کے امین اس کی مخلوق پر ہیں اور اس کی زمین میں یہ حاکم ہیں۔'' (ناسخ التواریخ ۴۸۲)

عباراتِ تاریخی سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے میدانِ عرفات میں عام مسلمانوں کو جو احکام پہنچائے ان کا تعلق اصلاحِ معاشرہ، تہذیبِ اخلاق،

احکام وقوانینِ تمدّن سے ہے۔ پیغمبر اسلامؐ کے ہر حکم کو بغور دیکھئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ابتدائے اسلام سے انتہائے پیغامِ اسلام تک پیغمبر اسلامؐ نے صرف اصلاح اخلاق وتعینِ قوانینِ تمدّن کے لئے سب کچھ کیا ہے۔ ابتدائی مصائب کا برداشت کرنا، وطن سے بے وطن ہونا۔ دشمنوں کے شدید جنگی حملوں کا دفاع کرنا۔ جانی قربانیاں دینا اور بحالت حکمرانی و بعد حصول طاقت بھی ان ہی چیزوں کی تبلیغ واشاعت کو اپنا مقصد حیات تصور کرنا اور اپنی زندگی کے آخری لمحات میں بھی وہی احکام پہنچانا آپؐ کے وحدتِ مقصد کو ظاہر کرتا ہے۔

مورخین ومحدثین اسلام نے بلا اختلاف لکھا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے حجتہ الوداع سے واپسی پر مقامِ غدیرِخم میں مسلمانوں کو روک لیا اور خطبہ پڑھا۔ اور فرمایا کہ میں اپنے بعد تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑتا ہوں۔ ایک خدا کی کتاب دوسرے میرے اہل بیتؑ۔ اگر تم ان کا ساتھ دو گے تو ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔

دوسرے آپ نے اپنا وصی، جانشین اور تمام مسلمانوں کا حاکم، ولی یا سرپرست علیؑ کو بنا دیا۔ اور یہ قید لگا دی کہ جس کا میں حاکم اور ولی ہوں وہ علیؑ کو بھی اپنا حاکم اور ولی تسلیم کرے گا۔ یعنی جیسے اختیارات اہلِ اسلام کے جان ومال اور اولاد پر مجھ کو حاصل ہیں اسی طرح علیؑ کو بھی حاصل رہیں گے اور یہ بھی بتا دیا کہ تعلیم تفسیر قرآن کا بتانے والا بجز ان کے کوئی نہیں ہے اور خدا کی طرف سے یہی حاکمِ روئے زمین ہیں۔

اہلِ اسلام کی یہ بدنصیبی ہے کہ سب سے اہم مسئلہ ان میں جھگڑے کی وجہ بن گیا۔ آپ حالات پیغمبر اسلامؐ کو مطابقِ قوانینِ سیاست پاتے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے علیؑ کو حاکمِ مسلمین بنا کر اقتضائے سیاست کو پورا کیا یا یہ کام

ضروری اور جزو سیاست نہیں تھا۔

(ترجمہ) جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ پیمبر اسلام نے فرمایا کہ دینِ اسلام غالب رہے گا۔ اس کی مدد من جانب خدا ہوگی اور اس کو دشمنوں پر فتح حاصل رہے گی۔ اس میں بارہ خلفاء ہوں گے اور وہ سب قریش سے ہوں گے۔
(حدیثِ رسول از صحیح بخاری)

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ "بارہ خلفاء ہوں گے مثل تعدادِ نقبیانِ بنی اسرائیل کے"۔

امام احمد بن حنبل نے بہ سلسلہ مندرجہ کہا کہ فرمایا پیغمبر اسلامؐ نے کہ خلافت تیس سال رہے گی۔ اس کے بعد شاہی ہو جائے گی۔ (الحدیث)

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ دینِ اسلام اس وقت تک باقی رہے گا جب تک کہ بارہ خلفاء نہ ہو جائیں اور وہ کل قریش ہوں گے۔" (صحیح بخاری)

اُم المومنین حضرت اُم سلمہؓ کا بیان

ام المومنین ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ خدا کی قسم قریب ترین انسان بہ وقت وفات رسولؐ علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔ جس دن پیغمبر اسلامؐ کا انتقال ہوا اس کی صبح کو آپؐ نے کئی بار دریافت کیا کہ علی آئے یا نہیں۔ اتنے میں علیؑ آ گئے۔ آپس میں ہم لوگ یہ گمان کر کے کہ غالباً علیؑ سے رسول اللہؐ کو کوئی حاجت ہے۔ خانۂ عائشہ کے کمرے سے باہر نکل آئے اور میں سب کے بعد نکل کر دوسری عورتوں کی نسبت دروازے کے بالکل قریب بیٹھی۔ چنانچہ میں نے دیکھا علیؑ نے اپنا سر رسول اللہؐ کی جانب جھکا دیا اور پیغمبر اسلامؐ علیؑ سے سرگوشی کی باتیں کرتے رہے

حتیٰ کہ آپؐ کا انتقال ہوگیا۔

مستدرک حاکم میں بھی ہے کہ پیغمبر اسلامؐ وقت وفات تک علیؑ سے راز کے امور ارشاد کرتے رہے۔

رأس المحدثین امام عقیلی لکھتے ہیں:

ابوالطفیل کہتے ہیں کہ میں دروازہ پر بیٹھا تھا۔لوگوں میں شور ہوا، میں نے علیؑ کو کہتے ہوئے سنا کہ لوگوں نے ابوبکر سے بیعت کرلی حالاں کہ میں ان سے بہتر اور زیادہ حقدار تھا۔مگر میں نے سنا اور تسلیم کرلیا اس خوف سے کہ مبادا لوگ کافر ہوجائیں۔کیا تم میں میرے علاوہ کوئی ہے جو سب کے بعد پیغمبر اسلامؐ سے جدا ہوا ہو اور جس نے آپؐ کو قبر میں اتارا ہو؟

عبارت تاریخی سے یہ امر بخوبی واضح ہوگیا کہ علیؑ نے بوقت شوریٰ اظہار حقیقت تو کیا مگر حالاتِ حاضرہ بتارہے تھے کہ اگر علیؑ حق خلافت کے لئے جنگ کرتے تو اسلام تباہ ہوجاتا اور لوگ کافر ہوجاتے۔

اسلامی تعلیمات بزبانِ رسولؐ

''دنیا اخرت کی کھیتی ہے۔'' (الحدیثِ رسولؐ)

''کامل ایمان وہ ہے کہ: جس نے صرف خدا کے لئے ہر ایک سے محبت کی اور خدا کے لئے قابل نفرت لوگوں سے بُغض کیا اور صرف خدا کے لئے عطا کیا اور خدا کے حکم کے مطابق منع کیا۔اس کا ایمان کامل ہوگیا۔'' (الحدیث)

(معلوم ہوا کہ خدا کے لئے، خدا کو خوش کرنے کے لیے مومنین سے محبت کرنا

اور ان کی مدد کرنا، ایمان کو کامل بنادیتا ہے۔)

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: ''مسلم وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں اور مومن وہ ہے کہ لوگوں کا خون اور جانیں اس سے محفوظ رہیں۔'' (ترمذی ونسائی)

(معلوم ہوا کہ لوگوں کو فائدے پہنچانا اور کسی قسم کا نقصان نہ پہنچانا، بلکہ ہر نقصان سے بچانا ہی اصلِ اسلام ہے۔)

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ ''جو امانت دار نہیں ہے وہ مومن نہیں ہے اور جو اپنے عہد پر قائم نہیں ہے وہ دیندار نہیں ہے۔'' (مشکوٰۃ)

عمر بن عتبہ نے پیغمبر اسلامؐ سے دریافت کیا:

اسلام کیا ہے؟ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: ''خوش کلامی اور لوگوں کو کھانا کھلانا۔''

رسولخداؐ سے دریافت کیا گیا ایمان کیا ہے؟ فرمایا ''صبر کرنا یعنی برے افعال سے رکے رہنا اور افعالِ نیک پر تیار رہنا۔'' پوچھا: ایمان میں افضل کون ہے؟ فرمایا: ''خوش اخلاقی سے پیش آنے والا''۔

(معلوم ہوا افضل ایمان اس کا ہے جس کا اخلاق اچھا ہے اور اخلاق اس کا اچھا ہوتا ہے کہ جو کچھ وہ اپنے لئے چاہے وہی دوسروں کے لئے چاہے۔انسانوں سے خدا کو خوش کرنے کے لئے محبت کرے اور ان کو جائز فائدے پہنچائے۔)

لوگوں پر رحم کرنے والے کا مقام

''خدا اس پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔مسکین اور بیوگان کی خبر

گیری کرنے والا مثل اس کے ہے جو جہاد کرے راہ خدا میں ۔ وہ رات کو بغیر سستی کے تمام شب نماز پڑھنے والے کے برابر ہے اور مثل روزہ دار کے ہے جو افطار نہیں کرتا۔'' (الحدیث)

ایمان کا معیار

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ ''قسم ہے اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ کوئی انسان اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

(اعلیٰ اخلاق حاصل کرنے کا عملی اور بہترین طریقہ یہی ہے کہ ہم دوسروں کے لیے وہی کریں جو خود اپنے لیے کرنا چاہتے ہیں۔)

فرمایا کہ ''وہ مومن نہیں ہے کہ وہ شکم سیر ہو اور اس کے پہلو میں اس کا ہمسایہ بھوکا ہو۔''

درد دِل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کتر و بیاں
(اقبال)

اسلامی تعلیمات کا خلاصہ

(۱) تکمیل ایمان منحصر ہے کہ انسان کی محبت، بغض، عطا، ممانعت ہر فعل خدا کے لئے ہو۔

(۲) دنیا آخرت کی کھیتی ہے یعنی اہل دنیا کے ساتھ نیکیاں کرنا آخرت کو سنوارتا ہے۔

(۳) اسلام اور ایمان کا انحصار، انسانوں کی سلامتی کا چاہنا ہے۔ ان سے خوش کلام رہنا، ان کے جان و مال کی حفاظت کرنا، ایفاء عہد کرنا، خوش اخلاق رہنا، ماں باپ اور اہل وعیال کے حقوق ادا کرنا، ہمسایہ کے حقوق ادا کرنا، زنا کاری سے بچنا، والدین کی نافرمانی نہ کرنا، سود نہ لینا، مال یتیم غصب نہ کرنا، جھوٹی قسمیں نہ کھانا، جہاد سے نہ بھاگنا، پارسا عورتوں پر الزام زنا نہ لگانا، چوری اور شراب نوشی نہ کرنا، لوگوں کا مال نہ لوٹنا، خیانت نہ کرنا، حاکم وقت کے سامنے کسی بے گناہ پر الزام نہ لگانا، عوام پر رحم کرنا، یتیموں و مساکین و بیوگان کی خبر گیری کرنا، مثل اپنے دوسروں کا لحاظ رکھنا، بھوکوں کو کھانا کھلانا، دوسروں کے کام آنا۔

پیغمبر اسلامؐ نے ان احکامات کے ذریعہ سے واضح طور پر بتایا ہے کہ جو انسان اصلاح انسان کے لئے ہر تکلیف برداشت کرتا ہے وہی مسلم ہے اور مومن ہے، صرف گوشۂ عبادت میں بیٹھ کر خدا کا ذکر کرنا کافی نہیں ہے، بلکہ ذکر الٰہی کے بعد اصل عبادتِ الٰہی حقوقِ انسان کی ادائیگی ہے، گویا مسلمان کی دنیا ہی اس کا دین ہے اور مسلمان کا دین ہی اس کی دنیا ہے۔

پیغمبر اسلامؐ کے تمام افعال و اعمال و اقوال ثابت کرتے ہیں کہ آپؐ نے قوانینِ تمدن و سیاست و اخلاق کو اعلیٰ طریقے پر مدّون و مرتب کیا ہے اور ان کی اہمیت اور ان پر عمل کرنے کی دقّت کو سہل طریقہ پر اپنے عمل کے ذریعہ واضح کیا ہے۔

پیغمبر اسلامؐ نے اپنے عمل کے ذریعہ قوانینِ اصلاحِ معاشرہ کی ایسی صراط

مستقیم قائم کردی ہے جو اہل دنیا کو امن وسلامتی تک پہنچاتی ہے اور اس راہ سے ہٹنا یا اختلاف وکج روی انسان کو دنیا میں ذلیل اور عقبیٰ میں مستحقِ عذاب بنا دیتی ہے۔

بعض تنگ نظر، خودغرض، کم علم، مغرور طاقت والے ایسا کہتے ہیں کہ زمانہ ترقی کر چکا ہے اور اب پیغمبر اسلامؐ کے بنائے ہوئے اقوال یا ان کے افعال اہل دنیا کی رہبری نہیں کر سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ کمی علمی بھی انسان کو مغرور بنا دیتی ہے۔ یہ دعویٰ صرف کم علمی پر منحصر ہے ورنہ اس کا تجزیہ کیا جائے تو حقیقت واضح ہو جائے گی۔

باب الوصایا!

پیغمبر اسلامؐ کی حکمتِ بالغہ وسیاستِ کاملہ کا اقتضا یہی تھا کہ آپؐ نے بعد کے لئے علیؑ کو وصیا یا فرما دیں تا کہ اسلام روز افزوں ترقی کرتا رہے اور پیروانِ اسلام اخلاقِ پیغمبر اسلامؐ کا نمونہِ کامل بن کر اہل عالم کو اپنے عمل سے دعوت اسلام دیتے رہیں اور یہ سلسلہ قیامت تک باقی رہے۔ تاریخِ عالم گواہ ہے کہ وہی ہوا جو پیغمبر اسلامؐ نے اندازہ فرمایا تھا اور تا قیامت وہی ہوگا جیسا کہ پیغمبر اسلامؐ فرما چکے ہیں۔

پیمبر اسلامؐ نے اپنے وصی علی ابن ابی طالب کو و نیز بعض اصحاب کو مندرجہ ذیل وصایا فرمائی تھیں۔ یہ وصایا دستورِ العمل حیاتِ انسانی ہیں۔

جناب رسولخداؐ کی حضرت علیؑ کو وصیتیں

از کتاب ناسخ التواریخ جلد اول۔

پیغمبر اسلامؐ نے علیؑ سے فرمایا: اے علیؑ جس نے باوجود قدرت انتقام اور

غصہ کو ضبط کر لیا، خدا تعالیٰ اس کو روز قیامت امن و ایمان عطا کرے گا جس کا ذائقہ اور خوشی وہ محسوس کر کے بے حد لطف اندوز ہوگا۔

اصلاح معاشرہ

اے علیؑ! جو اپنے وقتِ موت وصیت نہ کرے تو گویا اس کی مروت ومردانگی میں کمی ہے اور روز قیامت وہ میری شفاعت نہ پائے گا۔

اے علیؑ جس شخص کی زبان درازی سے لوگ خوف زدہ ہوتے ہوں وہ جہنمی ہے۔

اے علیؑ! شریر ترین انسان وہ ہے کہ لوگ اس کی عزّت اس کے شر سے بچنے کے لئے کریں۔

اے علیؑ! بدترین انسان وہ ہے جس نے اپنی آخرت کو دنیا کے عوض بیچ ڈالا۔ اس سے بدتر وہ شخص ہے جس نے اپنی آخرت کو غیر کی دنیا طلبی کے لئے بیچ ڈالا۔

علومِ معرفت

''اے علیؑ! جو مومنِ کامل اور صاحبِ یقین ہے وہ خدا کی ناراضگی کو لوگوں کی خوشنودی کے لئے اختیار نہیں کرے گا اور خدا کے عطیہ پر دوسروں کا شکریہ و تعریف نہیں کرے گا اور خدا نے جو اس کو نہیں دیا ہے اس کی شکایت لوگوں سے نہیں کرے گا۔ کیونکہ رزق حریص کی حرص کی وجہ سے نہیں ملتا ہے اور کسی کی کراہت سے تبدیل نہیں ہوتا ہے۔ خدا نے اپنے فضل وحکمت سے، خدا کے فیصلوں پر راضی رہنے میں راحت اور وسعت رکھی ہے اور شک میں رنج وغم اور

اپنی راضگی رکھی ہے۔

اے علیؑ! تین چیزیں نجات دینے والی ہیں۔زبان کوفضول گوئی سے باز رکھنااور اپنی خطااور گناہ پر پیش خدا روتے رہنا(یعنی شرمندہ رہنا)اور خانہ نشین رہنا۔

اے علیؑ! تین چیزیں مومن کی زینت ہیں اول یہ کہ کوئی شخص اپنے برادر مومن کی زیارت خدا کے واسطے کرے پس وہ خدا کا زائر ہے اور خدا پر حق ہے کہ وہ اپنے زائر کی عزت کرے اور جو وہ مانگے اس کو عطا کرے اور وہ شخص جو نماز کے بعد دوسری نماز تک ذکر خدا میں تعقیبات پڑھے وہ خدا کا مہمان ہے اور خدا پر اس کا حق ہے کہ وہ اپنے مہمان کی عزت کرے اور حج وعمرہ بجانے والا کہ وہ خدا کا وفد ہے اور خدا پر حق ہے کہ وہ اپنے وفد کی عزت وتکریم کرے۔

اے علیؑ! جب تمہارے یہاں لڑکا یا لڑکی پیدا ہو تو اس کے سیدھے کان میں اذان کہو اور بائیں کان میں اقامت کہو پھر کبھی شیطان اُسے نقصان نہ پہنچائے گا۔

اے علیؑ! خدا کی بلا ضرورت قسم سچی یا جھوٹی نہ کھاؤ اور خدا کو اپنی قسم کا ذریعہ نہ بناؤ۔ یقینا خدا اس پر رحم نہیں کرتا اور نہ نگرانی کرتا ہے جو اس کے نام کی جھوٹی قسم کھاتا ہے۔

اے علیؑ! جب تم راہ میں سانپ کو دیکھو اس کو مار ڈالو کیونکہ میں نے قوم جن سے شرط لی ہے کہ وہ کبھی سانپ کی صورت میں نہ ظاہر ہو۔

اے علیؑ! جو عذر خواہ کے گناہ کے عذر قبول نہ کرے وہ صادق ہو یا کاذب وہ میری شفاعت نہ پائے گا۔

اے علیؑ! خدا تعالیٰ اس جھوٹ کو جس میں لوگوں کے لئے بہتری یا فائدہ ہو

زیادہ محبوب رکھتا ہے اور خدا اس صدق کو جس میں فساد ہو زیادہ دشمن رکھتا ہے۔

اے علیؑ! جو خدا کے لئے شراب نوشی ترک کردے خدا اس کو شراب طہور پلائے گا۔

حضرت علیؑ نے عرض کیا کہ اگر غیر خدا کے لئے ترک کرے۔فرمایا: ہاں اگر انسان اپنی ذات کے لئے بھی ترک شراب کرے تو بھی یہی اجر پائے گا۔

اے علیؑ! شراب پینے والا مثل بت پرست کے ہے۔

اے علیؑ! شراب نوش کی نماز خدا تعالیٰ چالیس دن قبول نہیں کرتا اور اگر وہ ان چالیس دن میں مرجائے گا تو کافر مرے گا۔

اے علیؑ! شراب نوش پر ایک وقت وہ آتا ہے کہ وہ اپنے (پیدا کرنے والے) خدا تعالیٰ کو بھی نہیں پہچانتا ہے۔

اے علیؑ! ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور جو زیادہ نشہ آور ہے اس کا ایک گھونٹ بھی حرام ہے۔

اے علیؑ! گویا تمام گناہ ایک گھر میں جمع ہیں اور اسکی کنجی شراب نوشی ہے۔

اصلاحِ معاشرہ اور اچھے اخلاق

اے علیؑ! جو اپنے دین اور دنیا سے تم کو فائدہ نہ پہنچائے اس کی صحبت سے تم کو نیکی نہ پہنچے گی اور جو تمہارا احترام نہ کرے تم پر اس کی عزت واجب نہیں ہے اور تم کو اس سے عزت نہیں ملے گی۔

اے علیؑ! مومن کے لئے آٹھ خصائل لازمی ہیں۔ بوقت مصیبت باوقار رہو۔

اور مصیبت پر صابر ہو۔ خوشحالی میں شکر گزار ہو۔ خدا کی دی ہوئی روزی پر قانع ہو۔ دشمنوں پر بھی ظلم نہ کرے۔ دوستوں پر اپنا بار نہ ڈالے کہ ان کو تکلیف ہو جب کہ لوگ اس سے راحت میں ہوں۔ (یعنی لوگوں کو اس سے تکلیف نہ پہنچے)

اے علیؑ! چار شخصوں کی دعا قبول ہوتی ہے، اول امام عادل، دوم باپ کی دعا بیٹے کے حق میں، تیسرے دعا اس شخص کی جو غیر موجودگی میں اپنے بھائی کے لئے دعا کرے، چہارم مظلوم کی دعا کہ خدا اپنی عزت وجلال کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ مظلوم کی دعا ضرور قبول کرے گا اگرچہ کچھ مدت کے بعد ہی ہو۔

معاشرہ واخلاق

اے علیؑ! کوئی شخص ان آٹھ باتوں کو انجام دے کر ذلت اٹھائے تو ملامت نہ کرے، اپنے کو بغیر بلائے دعوت میں جانے والا دوسرے صاحب خانہ پر اس کے گھر میں رہ کر حکومت کرنے والا، تیسرے اپنے اعدا سے فائدوں کو توقع کرنے والا۔ چوتھے کنجوس سے بخشش چاہنے والا۔ پانچویں دو رازداروں کے درمیان داخل ہونے والا۔ چھٹے بادشاہِ وقت کو حقیر کرنے والا۔ ساتویں غیر جنس افراد جو بالکل اس کو اپنے سے الگ سمجھیں ان میں بیٹھنے والا، آٹھویں اس شخص سے کلام کرنے والا جو اس کی بات سننا نہ چاہتا ہو۔

اے علیؑ! خدا نے اس شخص پر جنت حرام کر دی ہے جو بدکار ہو اور یہ نہ پرواہ کرتا ہو کہ اس نے کیا کیا ہے اور اس کے بارے میں کیا کہا جا رہا ہے۔

اے علیؑ! خوش قسمت ہے وہ شخص کہ جس کی عمر طولانی ہو اور اس کا عمل نیک ہو۔

سستی کاہلی کا انجام

اے علیؑ! مزاح نہ کرو کہ وقعت کم ہو جائے گی۔ جھوٹ نہ بولو کہ نور جاتا رہے گا۔ سستی سے بچو کہ تم اپنے حق پر صبر نہ کر سکو گے اور اگر سستی کی تو اپنا حق ادا نہ کر سکو گے۔ (یعنی اپنا حق حاصل نہ کر سکو گے اور دوسروں کے حقوق ادا نہ کر سکو گے۔)

اخلاقِ تہذیب

اے علیؑ! ہر گناہ کی توبہ ہے مگر بد اخلاقی کی توبہ نہیں ہے کیونکہ بد اخلاق انسان جب ایک گناہ سے نکلتا ہے تو دوسرے گناہ میں داخل ہو جاتا ہے۔
(بد اخلاقی اور بد کرداری کی وجہ سے گناہوں پر گناہ کیے ہی چلا جاتا ہے۔)

فوری سزائے اعمال

اے علیؑ! چار کاموں کا بدلہ اور سزا جلد ملتی ہے۔ اول وہ شخص کہ جس کے ساتھ تم نے نیکی کی ہو اور وہ تم سے اس کے بدلے برائی کرے۔ وہ شخص کہ تم اس سے فساد، جھگڑا اور بغاوت نہیں کرنا چاہتے مگر وہ فساد کرتا ہے، وہ شخص کہ تم اس کے ساتھ پورا عہد کرتا ہے اور وہ بیوفائی کرتا ہے، وہ شخص کہ تم اس سے محبت قرابت برتتے ہو اور وہ اس کو قطع کرتا ہے۔ (یعنی تمہاری محبت کا جواب نفرت اور دشمنی سے دیتا ہے۔)

اے علیؑ! جس پر کاہلی کی بلا سوار ہو گئی تو راحت وآرام اس سے رخصت

ہوگیا۔(یعنی سُستی کرنے سے کامیابی حاصل نہیں ہوتی اس لئے فقیر رہتا ہے جس کے نتیجہ میں وہ راحت اور آرام دینے والی چیزیں نہیں خرید سکتا۔)

آدابِ طعام ودسترخوان!

اے علیؑ! دسترخوان پر بیٹھنے والے مسلم کے لئے بارہ (۱۲) امور کی ضرورت ہے ان میں سے چار فرض ہیں اور چار باتیں سنت ہیں اور چار آرام میں داخل ہیں۔فرض یہ ہے کہ حلال وحرام جانے اور خدا کا نام لے کر شروع کرے۔شکر خدا ادا کرے۔اس کی رضا جوئی کرے۔ چار سنت یہ باتیں ہیں کہ داہنے پیر پر تکیہ کرے، تین انگلیوں سے لقمہ اٹھائے انگلیوں کو چوس کر صاف کرے اور آرام اور راحت اس میں ہے۔کہ لقمہ چھوٹا اٹھائے اور خوب چبائے۔لوگوں کی طرف نظر کم کرے اور (کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد) ہاتھ دھوئے۔

مضبوط حکومت

اے علیؑ! مضبوط جڑوں والے پہاڑوں کا جگہ سے ہٹ جانا سہل ہے مگر مضبوط حکومتوں کو جن کے زوال کا وقت معین ہے، اس کے دن کم نہیں ہوسکتے۔

بدکردار انسان مسلمان نہیں

اے علیؑ! اس امت سے دس قسم کے افراد کفر کے طریقہ پر چلیں گے۔ ہر بات پر اعتراض کرنے والا، جادوگر، بہت اعتراض کرنے والا،

ساحر، دیوث، زنِ غیر کے ساتھ زنا کرنے والا اور حرام عورتوں میں سے کسی کے ساتھ زنا کرنے والا، فتنہ اور فساد برپا کرنے والا، کافران حربی کو جنگی اسلحہ بیچنے والا، زکوٰۃ نہ ادا کرنے والا اور باوجود قدرت حج نہ کرنے والا یہاں تک کہ بغیر حج ادا کیے مرجائے۔

دعوت ولیمہ کے پانچ مواقع

اے علیؑ! دعوت ولیمہ کے پانچ مواقع ہیں۔عقد، ولادتِ فرزند، ختنہ، تعمیر و خرید مکان، طوافِ کعبہ۔

عقلمند کو تین کام کرنے ضروری ہیں

اے علیؑ! عاقل انسان کو تین کام کے علاوہ اور کوئی کام نہ کرنا چاہیے اول حلال طریقوں سے روزی کمانا۔ دوسرا آخرت کے لئے نیک اعمال کا سامان جمع کرنا۔تیسرا غیر حرام کاموں سے لذت حاصل کرنا۔

سب سے اعلیٰ اخلاق

اے علیؑ! یہ تین چیزیں مکارمِ اخلاق دنیا و دین میں ہیں۔(۱) جو تم پر ظلم کرے اس کو معاف کردو (۲) جو تم سے قطع رحم کرے تم اس سے اچھے تعلقات پیدا کرو (۳) جو بوجہ جہالت تم پر غصہ کرے تو تم اس کو برداشت کرو۔

بڑی بڑی نعمتیں، خوفِ خدا، اصلاحِ معاشرہ
اعلیٰ ترین اخلاق
عزت کا معیار، علم اور عقل کی اہمیت

چار چیزیں بڑی نعمت ہیں

اے علیؑ! چار چیزوں کو عبادت کے لئے غنیمت جانو۔ جوانی کو قبل بڑھاپا کے، صحت کو قبل بیماری کے، دولتمندی کو قبل فقیری کے، اور اپنی زندگی کو قبل موت کے۔

اے علیؑ! خدا ان کاموں کو ناپسند کرتا ہے۔

(۱) نماز میں کھیلنا (۲) صدقہ دے کر احسان جتانا (۳) مسجد میں حالتِ جنابت میں داخل ہونا (۴) قبرستان میں جائے تو ہنسے (۵) والنطلع فی الدود (۶) عورتوں کی اندام نہانی چھپے ہوئے اعضا پر نظر کرنا کہ ایسا کرنا سبب نابینائی ہے (۷) بوقت جماع عورت سے باتیں کرنا۔ ایسا کرنا سبب ہے بچہ کے گونگا ہونے کا (۸) خدا مکروہ جانتا ہے کہ نمازِ مغرب وعشاء کے درمیان سوجائے۔ ایسا کرنے سے روزی کم ہوتی ہے (۹) بغیر پردہ کے زیرِ آسمان برہنہ غسل کرنا۔ نہر میں بغیر تہمد غسل کرنا کہ نہر میں فرشتے رہتے ہیں۔ (۱۱) بغیر تہمد کے حمام میں غسل کرنا (۱۲) نماز صبح میں اذان اور اقامت کے درمیان گفتگو کرنا (۱۳) طوفانی سمندر میں کشتی سے سفر کرنا (۱۴) چھت جس پر گرنے سے محفوظ رہنے کے لئے رکاوٹ نہ ہو وہاں رات کو سونا (۱۵) تنہا گھر میں اکیلا سونا (۱۶) حالت حیض میں عورت سے جماع کرنا چونکہ حمل ٹھہر جائے گا تو بچہ مبروص یا مجنون پیدا ہوگا۔ پھر وہ خود اپنے کو ملامت کرے۔ (۱۷) جذامی سے گفتگو کرنا مگر یہ کہ ایک گز کا فاصلہ ہو۔ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: جزامی سے اس طرح بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔ (موجودہ سائنس کی تحقیقات نے یہ ثابت کیا ہے کہ جذام کے جرثومہ کی شکل شیر کی سی ہے اور یہ مرض متعدی ہے) (۱۸) نہرِ جاری کے کنارے پیشاب کرنا (۱۹) درخت ثمردار کے نیچے رفع حاجت کرنا۔

خوفِ خدا

یاعلیؑ! جوخدا کا خوف کرتا ہے اس سے ہر چیز خائف رہتی ہے اور جو اللہ سے نہیں ڈرتا ہے وہ ہر شے سے ڈرتا ہے۔

اصلاح معاشرہ

اے علیؑ! آٹھ (۸) چیزیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے نماز قبول نہیں ہوتی ہے۔
(۱) غلام آقا سے بھاگ جائے۔ جب تک واپس نہ آئے گا اُس کی نماز قبول نہ ہوگی۔
(۲) زوجہ نافرمان جب تک اس کا شوہر اس پر غضبناک رہے۔
(۳) جو شخص کہ زکوٰۃ ادا نہ کرے۔
(۴) جو شخص کہ وضو نہ کرے۔
(۵) وہ عورت کے بغیر مقنع (چادر و حجاب) نماز پڑھے۔
(۶) وہ امامِ جماعت کہ لوگ بکراہت، ناخوشی اور مجبوری سے اس کے پیچھے نماز پڑھیں۔
(۷) نشہ یا نیند کی حالت میں نماز پڑھنا۔
(۸) جو شخص پیشاب یا پاخانے کو روک کر نماز پڑھے۔
(اس کو نماز سے پہلے فارغ ہو کر نماز پڑھنی چاہیے ورنہ نماز میں خدا کی طرف پوری طرح توجہ نہ کر سکے گا۔

یتیم، کمزور اور والدین کا حق ادا کرنا

ان چار افراد کے لئے خدا جنت میں گھر بنائے گا۔ اول جو یتیم کو رہنے کی

جگہ دے۔ دوم جو کمزور پر رحم کرے۔ سوم جو والدین پر شفقت کرے۔ چہارم جو غلام و کنیز، نوکر چاکر، غریب کی خاطر داری کرے۔

اعلیٰ ترین اخلاق

یاعلیؑ! اول (۱) برادران ایمانی کے ساتھ اپنے مال سے مواسات و ہمدردی کرنا اور ان کو ان کا حصہ دینا اور اپنے نفس کے مقابلہ میں لوگوں سے انصاف کے ساتھ پیش آنا (۲) خدا کو ہر حالت میں یاد رکھنا۔ خدا کے یاد کرنے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہمہ وقت تسبیح پھرائی جائے بلکہ جب ارادہِ ارتکابِ گناہ ہو تو خوف خدا پیدا ہو، اس طرح گناہ سے باز رہے۔

حسد و حرص

اے علیؑ! تین عادتوں سے تم کو خدا نے منع کیا ہے۔ حسد، حرص، تکبر۔
(یہ تینوں کفر و گناہ کی جڑیں ہیں۔)

اصلاحِ معاشرہ اصول تمدّن و اقسامِ افراد

اے علیؑ! مومن کی علامات تین ہیں۔ نماز ادا کرنا، زکوٰۃ دینا، نمازِ شب پڑھنا اور ریاکار کی تین علامتیں ہیں۔ سامنے خوشامد کرنا، پسِ پشت غیبت کرنا اور بوقت مصیبت طعنہ زنی کرنا۔ ظالم کی علامتیں تین ہیں۔ کمزور پر ظلم کرنا، زبردست کی اعانت کرنا اور ظالموں کی مدد کرنا۔ انسانِ خودنما کی تین علامتیں ہیں۔ سب کے سامنے خوشی خوشی رہنا، حالت خلوت میں کاہل رہنا اور اپنے ہر کام کو اس طرح کرنا کہ لوگ تعریف کریں۔ منافق کی علامات تین چیزیں ہیں۔

جب بات کرے جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے پورا نہ کرے، جب امانت دار بنایا جائے تو خیانت کرے۔

تواضع اور انکساری

اے علیؑ! اگر متواضع منکسر انسان کنوئیں کی گہرائی میں بھی ہو تو خدا اس کو ہوا کے ذریعہ کنویں کی تہہ سے اٹھا کر لوگوں پر بلند کر دے گا۔

اسباب عیش

اے علیؑ! عیش تین چیزوں میں ہے۔ مکان وسیع ہو، زوجہ حسین چہرہ ہو اور سواری کا گھوڑا باریک کمر ہو۔ (یعنی سواری آرام دہ اور تیز چلنے والی ہو۔)

بری باتوں میں عورت کی اطاعت

اے علیؑ! جو عورت کی اطاعت کرتا ہے خدا اس کو منہ کے بل جہنم میں ڈالے گا۔ علیؑ نے پوچھا کہ وہ اطاعتِ زوجہ کیا ہے؟ فرمایا کہ مرد اجازت زوجہ کو دے کہ حماموں میں جائے، مجالسِ عرس وغم وعزا میں جائے اور ایسا باریک لباس پہنے کہ جو جسم کا حجاب نہ کر سکے۔

معیارِ عزت

یا علیؑ! خداوند تعالیٰ نے بذریعہ اسلام جاہلیت کے تکبر وتفاخر کو جو باپ، دادا پر کیا جاتا تھا ختم کر دیا۔

(یعنی یہ جاہلیت ہے کہ اپنے قبیلے کے بڑے بڑے لوگوں پر فخر کیا جائے اور اس بنا پر خود کو بڑا سمجھا جائے۔)

یاد رکھو کہ انسان آدمؑ کی اولاد ہے اور آدم کی خلقت خاک سے ہے۔ خدا کے نزدیک قابلِ اکرام وعزت وہ ہے جو اعمال بد سے بوجہ خوف خدا رکا رہے۔

بڑے موذی کو مارا نفسِ امّارہ کو گر مارا
نہنگ و اژدھا و شیرِ نر مارا تو کیا مارا

ممنوع ذرائع معاش

اے علیؑ! حرام ہے قیمت مردار کی۔ قیمت کتے کی اور قیمت شراب، مہرِ زن زانیہ۔ اجرائے احکام میں رشوت لینا و دینا۔ اور اجرتِ کاہن۔

غرضِ حصولِ علم

اے علیؑ! جس نے علم حاصل کیا اس لئے کہ وہ احمقوں سے بحث اور جھگڑے کرے یا علماء سے مجادلہ کرے یا لوگوں کو اپنی طرف سے بلائے کہ ان کا حاکم بن جائے وہ جہنم میں جائے گا۔ (حدیثِ رسولؐ)

زادِ دنیا

اے علیؑ! جب بندہ مرتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ کیا ترکہ چھوڑا اور فرشتے کہتے ہیں کہ کیا زادِ آخرت بھیجا؟

(کیا کیا نیک کام خدا کے سامنے پیش کرنے کے لئے لایا ہے؟)

حیثیتِ دنیا

اے علیؑ! دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت ہے۔

شریر

اے علیؑ! بدترین انسان وہ ہے جو خدا کے احکام میں خدا پر اتہام اور الزام لگائے۔
(یعنی خدا پر یہ الزام لگائے کہ خدا کے احکام غلط یا بے حد مشکل ہیں یا خدا نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ مجھے بدقسمت لکھ دیا۔ وغیرہ وغیرہ۔)

حیاتِ مومن

اے علیؑ! مومن کا کلام تسبیح ہے، اس کی آواز فریاد و تہلیل (کلمہ لا الہ الا اللہ) ہے اس کی بستر پر نیند عبادت ہے، سونے میں اس کا کروٹیں لینا راہِ خدا میں جہاد ہے وہ زمین میں اس حالت میں چلتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا ہے۔ (یعنی وہ گناہ نہیں کرتا)۔

فرائضِ عورت

اے علیؑ! عورت پر نماز جمعہ واجب نہیں ہے اور نہ جماعت، نہ اذان کہنا، نہ اقامت کہنا، نہ مشائعتِ جنازہ، نہ صفا و مروہ کے درمیان ہرولہ (دوڑنا)، نہ سنگِ اسود کا بوسہ لینا، نہ سر منڈانا، نہ مردوں کی محفلوں اور مشوروں میں شرکت، نہ ذبح کرنا مگر بوقت ضرورت جب کہ واجب ہو۔ نہ بلند آواز سے لبیک کہنا، نہ قبر پر

ٹھہرنا، نہ خطبہ سننا نہ اپنی ذات پر اپنا ولی بننا بوقت تزویج، نہ بے اجازتِ شوہر گھر سے باہر جانا کیونکہ اگر بے اجازت شوہر گھر سے باہر جائے گی تو جبرئیلؑ و میکائیلؑ اس پر لعنت کریں گے، نہ مالِ شوہر سے بے اجازت عطا کرنا اور نہ سوئے جب کہ اس کا شوہر اس پر غضبناک ہو حالانکہ وہ مظلوم ہی کیوں نہ ہو۔ (یعنی کسی نہ کسی طرح شوہر کو راضی کر کے سوئے۔)

اعلیٰ ترین صفات

اے علیؑ! اسلام برہنہ ہے اس کا لباس حیا ہے، اس کی زینت وفا ہے، اس کی مردانگی عملِ نیک ہے، اس کا عماد و ستون تقویٰ ہے اور ہر چیز کی بنیاد ہوتی ہے اسلام کی بنیاد آلِ رسولؐ کی محبت اور دوستی ہے۔

شامت اور شرمندگی

اے علیؑ! بدخلقی شامت ہوتی ہے اور عورت کی اطاعت ندامت ہوتی ہے۔
اے علیؑ! اگر شامت کسی چیز میں ہے تو وہ عورت کی زبان میں ہے۔

جان بوجھ کر رسولؐ کی حدیث خود گھڑنا

اے علیؑ! جو دانستہ مجھ پر جھوٹ بولے گا اس کا مقام جہنم ہے۔

صحتِ جسم

اے علیؑ! تین چیزیں حافظہ کو زیادہ کرتی ہیں اور بلغم کو دفع کرتی ہیں۔ کندر کا کھانا، مسواک کرنا اور تلاوت قرآن مجید کرنا۔

حفظِ صحت

اے علیؑ! مسواک کرنا سنت ہے کیونکہ مُنہ کو پاک صاف کرتا ہے۔ آنکھوں کو روشن کرتا ہے۔ خدا کو راضی رکھتا ہے۔ دانتوں کو صاف کرتا ہے۔ میل کو دور کرتا ہے مسوڑھوں کو مضبوط کرتا ہے اور فرشتوں کو مسرور کرتا ہے۔

طریقہِ خواب حفظِ صحت

اے علیؑ! نیند کا طریقہ چار طرح ہے۔ انبیاء کا سونا پشت کے بل، مومنین کا سونا داہنی کروٹ، منافقین و کافر کا سونا بائیں کروٹ اور شیاطین کا سونا منہ کے بل۔

ذریتِ نبیؐ

اے علیؑ! خدا نے کسی نبی کو معبوث نہیں فرمایا مگر یہ کہ اس کی نسل اس کے صُلب میں رکھی اور میری نسل کو تمہاری پشت میں رکھا۔ اگر تم نہ ہوتے تو میری اولاد ہی نہ ہوتی۔

علامت اشرار

اے علیؑ! چار چیزیں کمر توڑ دیتی ہیں۔ اول وہ حاکم جو خدا کی نافرمانی کرے اور اس کا حکم لوگوں پر چلتا ہو، دوم وہ زوجہ کہ اس کا شوہر اس کو اچھی طرح رکھتا ہو اور وہ خیانت کرے۔ وہ فقر و افلاس کہ جس کا علاج نہ ہو سکے اور وہ ہمسایہ کہ جو بد کردار ہو۔

اصلاح معاشرہ

اے علیؑ! زنا چھ چیزوں کا سبب ہے۔ تین دنیا میں اور تین آخرت میں۔ دنیا میں زانی انسان کی عزت ختم ہو جاتی ہے اور جلد ہلاکت ہوتی ہے اور رزق قطع ہو جاتا ہے اور آخرت میں روزِ حساب کی سختی، خدا کا غضب اور ہمیشہ کے لئے جہنم کا سبب ہوتا ہے۔

اصلاحِ معاشرہ، سود

اے علیؑ! سود کے ستر (۷۰) جزو ہیں۔ ان گناہوں میں کم از کم یہ ہے کہ مرد اپنی والدہ سے خانہ کعبہ میں زنا کرے۔

(یعنی سود کھانا اتنا بڑا گناہ ہے۔ کیونکہ سود نکالنا کمزوروں، مجبوروں کا خون پینا ہے اور ان کی تجوریوں سے ناجائز فائدے کمانا ہے۔)

عقل کی اہمیت

اے علیؑ! خدا تعالیٰ نے سب سے قبل عقل کو پیدا کیا۔ عقل سے کہا آگے بڑھ وہ آگے بڑھی۔ پھر فرمایا پیچھے ہٹ وہ پیچھے ہٹی۔ پھر فرمایا: مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے کہ میں اپنی تمام مخلوقات میں تجھ کو محبوب تر، بہت زیادہ پسندیدہ رکھتا ہوں۔ تیری بدولت ہی حساب لوں گا تیری ہی بدولت ثواب دوں گا اور تیری بدولت عذاب کروں گا۔

اصلاحِ معاشرہ، حقوقِ والدین، حقوقِ اولاد
مساوات، اعلیٰ اخلاق کے اصول
علم کی عظمت، خدا کے خاص احکامات

صدقہ، اقربا پروری اور اصلاح معاشرہ

اے علیؑ! صدقہ غیر کو دینا جائز نہیں ہے جب کہ اقربا یعنی رشتہ دار محتاج ہوں۔

معیارِ قول و فعلِ انسان

اے علیؑ! اُس قول میں خیر اور فائدہ نہیں ہے جو فعل کے مطابق نہ ہو۔ اس منظر میں جبکہ وہ خبر کے مطابق نہ، وہ مال جس کے ساتھ سخاوت نہ ہو، اس دوستی میں جب تک کہ اس کے ساتھ وفا نہ ہو، اس فقہ یا علم میں جب تک اس کے ساتھ پرہیز گاری نہ ہو، اس صدقہ میں جب تک اس کے ساتھ نیت نیک نہ ہو، اس حیا میں جب تک اس کے ساتھ خاموشی نہ ہو، اس وطن میں جب تک اس میں امن و سرور نہ ہو۔

حقوق اولاد و والدین اصلاح معاشرہ

اے علیؑ! اولاد کا حق والد پر یہ ہے کہ اس کا نام اچھا رکھے۔ اس کو اچھے آداب اور علم سکھائے۔ اس کو اچھی جگہ رکھے۔ اور والد کا حق اولاد پر یہ ہے کہ باپ کا نام لے کر نہ پکارے۔ اس کے سامنے یا آگے نہ چلے۔ اس کے سامنے نہ بیٹھے اور اس کے ہمراہ حمام میں نہ جائے۔

عقوقِ والدین واولاد

اے علیؑ! جس طرح اولاد کی نافرمانی کی وجہ سے والدین ان کو عاق کر سکتے ہیں اسی طرح اولاد کا حق ادا نہ کرنے پر اولاد کو بھی حق ہے کہ وہ والدین کو عاق (گناہگار) قرار دیں۔

(یعنی اگر والدین اولاد کی صحیح تعلیم و تربیت نہ کریں گے، تو وہ بھی خدا کے نافرمان اور ظالم قرار پائیں گے۔)

حقوقِ یتیم

اے علیؑ! جو یتیم کو اپنے مال سے پرورش و کفالت کرے یہاں تک کہ وہ یتیم بے نیاز ہو جائے تو خدا اس کو یقیناً جنت عطا کرے گا۔

معارف

اے علیؑ! کوئی فقر و محتاجی جہالت سے زیادہ بری نہیں ہے۔ کوئی مال عقل سے زیادہ بافائدہ نہیں۔ کوئی تنہائی خود بینی سے زیادہ وحشت ناک نہیں۔ عقل کا فائدہ اس وقت ہوتا ہے کہ انسان عقل سے کام لے۔ افضل پرہیز گاری یا تقویٰ یہ ہے کہ خدا کے تمام حرام کیے ہوئے بُرے کاموں سے سے پرہیز کرے۔ بہترین حسب حسنِ خلق ہے اور افضل عبادت تفکر ہے۔

اصلاح معاشرہ اور تعاونِ باہمی

اے علیؑ! جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کی غیبت سنے اور اگر وہ قدرتِ نصرت رکھتا ہو اور پھر اس کی نصرت نہ کرے تو خدا اس کو دونوں جہاں میں ذلیل کرتا ہے۔

اصلاحِ معاشرہ

اے علیؑ! چار چیزیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ پیٹ بھر جانے کے بعد کھانا، چاندنی میں چراغ جلانا، زمین شور (نمکین یا خراب زمین) میں زراعت کرنا، نااہل پر احسان کرنا۔

فضلیتِ درود

اے علیؑ! جو مجھ پر درود بھیجنے کو بھول گیا اس نے راہِ جنت گم کر دی۔

مذمتِ سوال

اے علیؑ! اگر میرا ہاتھ کہنی تک اژدھے کے دہن میں چلا جائے تو مجھ کو زیادہ محبوب ہے اس سے کہ میں دولت مند بدنسل سے سوال کروں اور مخلوق سے سوال کروں۔

تہذیبِ اخلاق

اے علیؑ! خوشامد سے پرہیز کرو کہ اس کا اول جہالت ہے اور اس کا آخر ندامت ہے۔

مساوات اور اعلیٰ اخلاق کا اصول

اے علیؑ! جو چیز اپنے لئے ناپسند کرتے ہو وہ دوسرے کے لئے بھی پسند نہ کرو اور جو بات تم کو محبوب ہے وہ اپنے بھائی کے لئے بھی چاہو۔

(پیغمبر اسلامؐ نے علیؑ ابن ابی طالبؑ کو جو وصیتیں فرمائی ہیں ان وصایا میں اصلاح وتہذیب اخلاق وتحفظِ حقوقِ بنی نوعِ انسان کے لئے احکام ہیں۔ پیغمبر اسلامؐ کے ہر قول سے ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ قوانینِ تمدن و سیاست وتکمیلِ اخلاق کی تدوین فرما رہے تھے اور اہلِ دنیا کو قیامت تک کے لئے ایک ایسا دستور العمل حیات دینا چاہتے تھے کہ انسان کی انفرادی و اجتماعی زندگی کے لئے مشعل راہ ہو۔ اگر ان اقوال کی تشریح وتوضیح کی جائے اور بتایا جائے کہ بنی نوع انسان کے لئے ان اقوال میں کیا کیا فوائد بتائے گئے ہیں تو طول ہوجائے گا۔

عظمتِ علم

خداوند قدیر نے جب دنیا کو خلق کرنا چاہا اور آدمؑ کو پیدا کیا اور فرمایا کہ میں

آدم کو اپنا خلیفہ یعنی اپنی طرف سے حاکمِ زمین بنانا والا ہوں تو ملائکہ نے اپنا استحقاق خلافت فی الارض کو بیان کیا۔

(۱) خدا نے آدمؑ کو علم عطا فرمایا اور ملائک کے مقابلے میں پیش کر دیا اور فرمایا جو علم میں زیادہ ہوگا وہی خلیفہ فی الارض بننے کا استحقاق رکھتا ہے۔ آیت قرآن **و علّم آدم اسماء کلھا**۔ خدا نے آدمؑ کو کل اسماء کا علم عطا کر دیا۔ آدمؑ کو خلافتِ ارضی کا عہدہ منجانب خدا علم کی وجہ سے مل گیا اور ملائک محروم ہو گئے۔

(معلوم ہوا کہ خدا کا خلیفہ وہ ہوتا ہے جو علم میں سب سے زیادہ ہوتا ہے۔)

(۲) خدا نے اپنی صفت رحمانی کو اس طرح ظاہر فرمایا ہے کہ عطائے علم کو اپنی رحمت قرار دیا ہے۔

الرّحمن۔ علم القرآن۔ وہ رحمن مہربان ہے جس نے قرآن کا علم عطا فرمایا۔

(۳) خدا نے اپنی قدرت کاملہ کا اظہار یوں فرمایا:

الذی علّم بالقلم۔ وہ خدا ایسا صاحب قدرت ہے کہ جس نے قلم کو ذریعۂ علم بنایا۔

(۴) جب خدا نے اپنی قدرت والٰہیت کا ذکر فرمایا تو یوں فرمایا:

و فوق کل ذی علم علیم۔ خدا ہر صاحب علم سے زیادہ عالم اور اعظم ہے۔

(۵) **انما العلم عند اللہ**۔ یقیناً علم خدا کے پاس ہے۔

(۶) جب اس نے صاحبان علم کی فضلیت و بزرگی ثابت کرنا چاہی تو فرمایا:

(الف) خدا نے ان کو وسعتِ علم عطا کی

(ب) وہ لوگ علم میں راسخ ومحکم ہیں۔

(۷) جب اس نے انبیاء کی فضلیت بیان کی تو فرمایا:

''یقیناہم نے داؤدؑ اور سلیمانؑ کو علم عطا کیا۔''

(۸) جب خدا نے اپنے مخصوص بندوں کو ظاہر کرنا چاہا تو فرمایا:

یقینا خدا کے بندوں میں سے صرف علماء ہی خدا سے ڈرتے ہیں۔ یعنی جو متقی بندے ہیں خدا کی بڑائی کو جاننے کی وجہ سے خدا کی نافرمانیوں اور خدا کی ناراضگی سے ڈرتے سہمتے ہیں۔

اقوالِ پیمبرِ اسلامؐ دربارہِ علم

چند اقوال واحکام پیمبر اسلامؐ کو درج کیا جاتا ہے جن سے واضح ہوگا کہ پیغمبر اسلامؐ نے حصول علم کے لئے کس قدر زیادہ تاکید فرمائی ہے:

احادیثِ رسولؐ اور بیانِ طلبِ علم

علم کا طلب کرنا ہر مسلم پر فرض ہے۔

اے مسلمانو! علم کو طلب کرو اگرچہ وہ چین ہی میں کیوں نہ ملے (یعنی بعید ترین سفر کی مشکلات بھی طلب علم میں برداشت کرو۔)

علم کو جھولے سے قبر تک حاصل کرتے رہو۔ (یعنی ازمہد تالحد تلاش وطلب علم میں مصروف رہو۔)

علم حاصل کرو اگرچہ تمہارے سامنے سمندر ہو جو تم کو ڈبو دے گا یا آگ ہو جو تم کو جلا دے گی۔ (یعنی طلب علم کو جان سے زیادہ عزیز رکھو۔)

علم کو حاصل کرو کیونکہ دنیا سے مال طلب تو بکثرت لوگ کرتے ہیں۔

جو شخص بغیر علم کے عمل کرتا ہے اس کی مثال اس گدھے کی سی ہے جو چکّی کے پاٹ کے گرد گھومتا رہتا ہے اور اپنی جگہ سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔

پیغمبر اسلامؐ سے اصحاب نے دریافت کیا کہ کون سا عمل بہتر ہے؟ آپؐ نے فرمایا: علم حاصل کرنا۔ اصحاب نے عرض کیا: ہم نے تو عمل کے بارے میں سوال کیا تھا۔ فرمایا:

یقینا وہ علم جس کے ساتھ عمل بھی ہو کثیر ہے اور وہ کثیر عمل جو بحالت جہل کیا گیا ہو قلیل ہے۔

ایک ساعت (گھنٹہ) علم کا حاصل کرنا ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے جب کہ وہ اس طرح کی گئی ہو کہ رات بھر قیام کیا ہو اور دن بھر روزہ رکھا ہو۔

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ علم ایمان کا میوہ ہے اور دینِ اسلام کا چراغ ہے۔

دنیا وآخرت کی فلاح علم میں ہے اور دنیا وآخرت کی خرابی وبرائی جہل میں ہے۔

علم زمین پر خدا کی امانت ہے اور علماء اس امانت کے امانت دار ہیں۔

مسلمانو! تم علماء کی عظمت وعزت کرو کیونکہ فلاح دنیا ودین میں تم ان کے محتاج ہو۔

جو دوست رکھتا ہے کہ وہ آتشِ جہنم سے خدا کے آزاد کردہ افراد کو دیکھے، پس وہ عالم اور طالب علموں کو دیکھے۔

جس نے کسی عالم کی خدمت سات (۷) یوم کر لی تو گویا اس نے خدا کی خدمت سات دن کر لی۔ بعض روایت میں ہے کہ ہزار سال خدا کی خدمت کر لی

اور خدا ہر دن کے معاوضہ میں ہزار شہید کا ثواب عطا کرے گا۔

جس نے کسی عالم کی عزت و تکریم کی یا طالبِ علم کی تعظیم کی گویا اس نے ستر انبیاء کی تعظیم کی۔

عالم کو عابد پر ایسی برتری حاصل ہے جیسے چاندنی رات میں چاند کو ستاروں پر فضلیت ہوتی ہے۔

عالم کو عابد پر سو درجہ فضلیت و برتری ہے جبکہ ہر درجہ کے درمیان بہترین تیز رفتار گھوڑے کے ستر سال دوڑنے کی مسافت ہو۔

عالم کو عابد پر وہی برتری ہے جو مجھ کو اپنی اُمّت پر ہے۔

ایک عالم خدا کے نزدیک ہزار شہیدوں سے زیادہ محترم و مکرم ہے۔

جس نے طالب علم کو حقیر سمجھا اس نے گویا مجھ کو حقیر سمجھا اور جس نے میری تحقیر کی جہنم کا مستحق ہو گیا۔

جس نے طالبِ علم کو حقیر سمجھا یا کیا دنیا و دین میں منافق و ملعون ہے۔

میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کے مثل ہیں۔

طالب علم مثل انبیاء کے گناہ گاروں کی شفاعت کرنے کے مجاز ہوں گے۔

جو عالم کو ناحق ذلیل کرے گا خدا بروزِ قیامت اس کو اولین و آخرین کے سامنے ذلیل کرے گا۔

انسان تو صرف دو قسم کے ہیں۔ عالم یا طالب علم اور باقی لوگ کوڑا کرکٹ ہیں جن میں کوئی نیکی یا فائدہ نہیں ہے۔

عالم کے قلم کی روشنائی شہداء کے خون سے زیادہ افضل ہے۔

رسول اللہؐ مسلمانوں سے فرمایا کہ تم کو مَردوں کے کام کرنا لازم ہیں۔ عرض کیا: اے خدا کے رسول وہ کیا کام ہیں۔ فرمایا کہ علم حاصل کرنا اور صحبت علماء میں بیٹھنا۔

عالم مثل زر سرخ (سونے کا سکہ) ہے اور طالب علم زرِ سفید (چاندی کا سکہ) ہے اور ان کے علاوہ جو لوگ ہیں وہ سیسہ ہیں۔

بے عمل عالم کی مثال بے ثمر درخت کی ہے۔

جس عالم سے علم کا سوال کیا جائے اور وہ جواب چھپائے تو خدا اس کو نارِ جہنم کی لگام لگائے گا۔

بہترین خصائل، خدا کے خاص احکامات حضرت ابوطالب کا خطبۂ نکاح

دو بہترین اور بدترین خصائل

ان دو خصائل سے بہتر کوئی خصلت نہیں ہے۔ خدا پر ایمان لانا اور بندگان خدا کو فائدہ پہنچانا اور بدترین خصائل یہ دو ہیں:
خدا کا شریک قرار دینا اور بندگان خدا کو ضرر پہنچانا۔

خدا کے رسولؐ کو خاص خدا کے احکامات

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: خدا نے مجھ کو نو (۹) چیزوں کے بارے میں وصیت کی ہے۔ عمل میں اخلاص ہو، ظاہر و باطن ہر دو حالت میں بوقت غضب و رضا اعتدال ہو امارت و افلاس میں عدالت کے مطابق کام کرنا۔ اور یہ کہ میں معاف کردوں اس کو جس نے مجھ پر ظلم کیا ہے اور عطا کروں اس کو جس نے مجھ کو محروم کیا ہے۔ خاموشی میں تفکر کروں گفتگو ہو تو ذکر الٰہی ہو۔ اور نظر کروں تو عبرت پذیری ہو۔ (یعنی سبق سیکھنے کے لئے دیکھوں۔
ہم اہل بیت ہیں۔ ہم پر صدقہ حرام ہے۔
فرمایا: کہ میں اس طرح کھاتا ہوں جس طرح غلام کھاتا ہے اور اس طرح بیٹھتا ہوں جس طرح غلام بیٹھتا ہے یعنی انتہائی انکساری میرا شعار ہے۔ (ناسخ التواریخ جلد اول ص ۵۸۴)

خدا کا خطاب رسولؐ سے

از ناسخ التواریخ جلد اول ص ۲۶۷
پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ مجھ کو دربار الٰہی سے خطاب ہوا ہے:

خدائے ذوالجلال نے فرمایا کہ اے احمد! تم جانتے ہو کہ کون سی طرز زندگی زیادہ خوشگوار ہے؟ اور کون سی زندگی زیادہ پائیدار اور باقی رہنے والی ہے؟

میں نے درگاہ خداوندی میں عرض کیا: پروردگار! تو بہتر جانتا ہے۔ ارشاد رب العزت ہوا:

وہ طریقہ زندگی بہتر ہے اور خوشگوار ہے کہ انسان میرے ذکر اور میری یاد سے دور نہ ہو۔ میری نعمات کو فراموش نہ کرے۔ وہ میرے حقوق کو نہ بھلائے انسان اپنی زندگی کے دن رات میں میری رضا کا طالب رہے۔

(یعنی دن رات خدا کو راضی کرنے کی کوششیں کرتا رہے)

حیاتِ باقیہ وہ ہے کہ انسان ایسے اعمال بجالاتا رہے کہ دنیا اس کی نظروں میں ذلیل وحقیر ہوجائے اور آخرت اس کے نزدیک اعظم وعزیز تر ہوجائے اور انسان میری رضا کو اپنی خواہش پر ترجیح دے اور میری رضا کا طالب رہے اور میرے حق کو عظیم سمجھے اور میرے حکم کو یاد رکھے اور ہر شبانہ روز ہر گناہ وبرائی کے وقت مجھ کو ناظر و حاضر سمجھ کر میرا نگراں رہنے اور اپنے دل کو ہر اس فعل مکروہ سے صاف رکھے جس کو میں پسند نہیں کرتا ہوں اور شیطان اور اس کے وسواس کو دشمن رکھے اور کسی وقت بھی اپنے قلب پر شیطان کو غالب نہ ہونے دے اور شیطان کو دل میں راستہ نہ دے۔ جب انسان ایسا کرتا ہے تو ایسے انسان کا قلب میرا مسکن بن جاتا ہے۔ میں اس قلب میں رہتا ہوں حتیٰ کہ اس قلب کو میں اپنا خاص مقام بنالیتا ہوں اور اس کی فراغت اور مشغولیت اور ارادہ گفتگو کو اپنی ان نعمات کے لئے مخصوص کرلیتا ہوں جو میں نے اپنی مخلوق میں سے اپنے اہلِ محبت کے لئے مخصوص کی ہیں۔ اور میں اس کے دل وگوش کی آنکھوں کو کھول دیتا ہوں حتیٰ کہ وہ اپنے قلب کے ذریعہ ہی سنتا ہے

اور دیکھتا ہے میری عظمت اور جلال کو۔ میں اس پر دنیا کو تنگ کردیتا ہوں۔ اور دنیا اور اس کی لذت کو مبغوض بنادیتا ہوں۔ اور اس کو دنیا و مافیہا سے علیحدہ رکھتا ہوں جیسے کہ تم پاتے ہو کہ گوسفند کے گلہ کا نگہبان اپنے گلہ کو مواقعِ ہلاکت سے بچاتا ہے۔

جب بندہ ایسا ہوجاتا ہے تو وہ بندہ اہل دنیا سے دور ہوجاتا ہے اور دارِ فنا سے دار بقا کی طرف اور دارِ شیطان سے دارِ رحمن کی طرف تیز قدم جاتا ہے۔

اے احمد! میں ایسے انسان کو عظمت اور ہیبت سے سجادیتا ہوں۔ پس یہ ہے عیش خوشگوار اور حیات باقیہ اور مقام ہے راضیین کا (ان لوگوں کا جن سے میں راضی اور خوش ہوں)۔ اور جو میری رضا پر راضی ہوگیا اس کو میں تین خصلتوں سے نوازتا ہوں۔

اوّل شکر کہ وہ اس میں اس میں جہل اور انکار کو دخل نہیں دیتا۔ دوم ذکر کہ اس میں نسیان کا دخل نہیں ہوتا اور اپنی محبت کہ اس میں مخلوق کی محبت شامل نہیں ہوتی۔ وہ مجھ کو محبوب رکھتا ہے اور میں اس کو محبوب رکھتا ہوں۔ میں اس کے چشم ہائے قلب کو کھول دیتا ہوں کہ میرے جلال کو دیکھ سکتا ہے اور اس پر میری مخلوق کے راستے کھل جاتے ہیں۔ میں تاریکی ہائے شب اور روشنی روز میں رازداری سے اُس سے کلام کرتا ہوں حتیٰ کہ اس کا کلام مخلوق سے منقطع ہوجاتا ہے اور وہ اہل دنیا کے ساتھ اس کے تعلقات منقطع ہوجاتے ہیں۔ میں اس کو اپنا کلام اور ملائک کا کلام سناتا ہوں اور اس کو تمام راز ہائے سربستہ سے آگاہ کردیتا ہوں اور اس کو ایسی عظمت عطا کرتا ہوں کہ مخلوق اس کو عظیم سمجھے۔ وہ زمین پر چلتا ہے مگر وہ مغفور ہوتا ہے۔ اس کے دل کو سمجھدار بنادیتا ہوں اور اس پر دوزخ اور جنت کی ہر چیز کو واضح کردیتا ہوں اور اس کو ہولِ قیامت وشدتِ محاسبۂ اغنیاء وفقراء کی عالم وجاہل سے آگاہ کردیتا ہوں اور اس کو قبر میں جائے سکون دیتا ہوں اور منکر نکیر اس پر نازل کرتا ہوں تاکہ اس سے سوال

کریں۔ وہ نہیں دیکھتا موت کے غم کو ظلمتِ قبر کو خوفِ وحولِ قبر کو۔ پھر نصب کرتا ہوں اس کے لئے میزان کو اور اس کے اعمال نامہ کو پھیلا دیتا ہوں پھر اس کا نامۂ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیتا ہوں اور مقرر نہیں کرتا اس کے اور اپنے درمیان میں کوئی ترجمان۔ یہ ہیں صفات محسنین (خدا سے محبت کرنے والوں کے)۔

(ناسخ التواریخ جلد اول کتاب دوم ص ۲۶ ۷)

شجرہ خاندانِ پیغمبرِ اسلامؐ

از حیات القلوب جلد ۲: نصر المومنین (مفتی سید محمد عباس الموسوی)

محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصّی بن کلاب بن مرّہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر ملقب بہ قریش، بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن اد بن اور بن الہمیسع بن الہمیسع بن نجشم بن منحز بن سابوع بن الہمیسع بن قید ار بن اسمعیل بن ابراہیم بن تارخ بن شروع بن ارغو بن غابر بن ارفخشد بن متوشلخ بن سام بن نوح بن ملک بن اخنوخ بن مہلائیل بازریا ماردیا ایاد بن قینان بن اردبن انوش بن شیث بن آدم۔

ارغو حضرت ہودؑ کا نام تھا اور اخنوخ حضرت ادریس پیمبر کا نام تھا۔ عبدالملطلبؑ کا نام شبۃ الحمد تھا۔ ہاشم کا نام عمرو تھا اور عبد مناف کا نام مغیرہ تھا اور قصی کا نام زید اور مجمع تھا۔ قریش کا نام نضر تھا۔ (حیات القلوب جلد ۲)

(۲) حیات محمدؐ مصنفہ محمد حسین ہیکل ص ۱۰۶ مطبوعہ مصر

جناب رسولخداؐ کا شجرہ از کتاب حیات محمدؐ، محمد حسین ہیکل ص ۱۰۶، طبع مصر قصّی

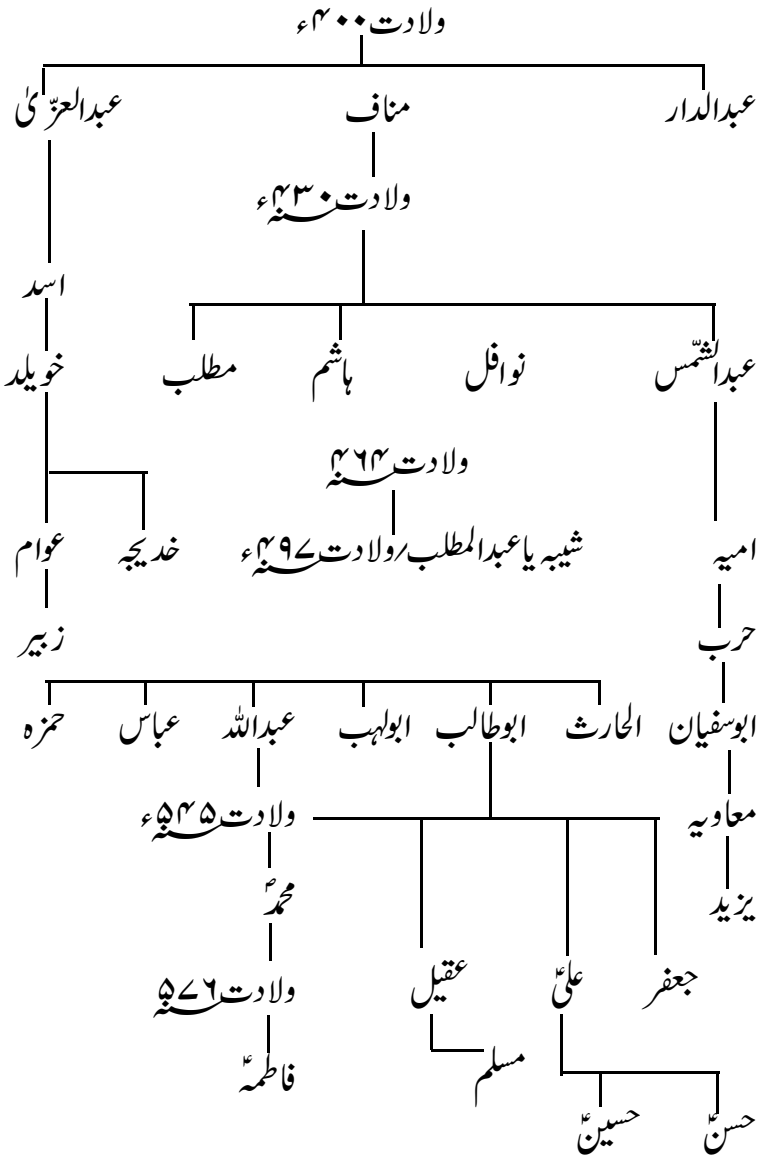

خطبہ نکاح اور ابوطالبؑ

خدیجہ کی عمر چالیس سال تھی اور محمدؐ کی عمر پچیس سال جب کہ عقد نکاح ہوا اور ابوطالب نے خطبہ نکاح پڑھ کر نکاح پڑھایا۔

طبقات ابن سعد نے لکھا کہ خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزّی بن قصی، ذہین، عاقلہ، فرزانہ تھیں خدا نے ان کو کرامت اور خیر عطا فرمائی تھی۔ وہ، شرافت میں سب سے اعلیٰ تھیں خطبہ نکاح جو ابو طالب نے بوقت نکاح پڑھا: (اس کو زرقانی نے لکھا)

تمام تعریف اس خدا کے لئے جس نے ہم کو ذریتِ ابراہیمؑ و اولادِ اسمعیلؑ نسلِ معد ابن عدنان اور صلبِ مضر سے پیدا کیا اور ہم کو اپنے بیت (گھر) کا محافظ اور اپنے حرم کا نگہبان مقرر کیا۔ ہم کو ایسا گھر عطا فرمایا جس کا حج مخلوقِ خدا کرتی ہے اور جو مخلوقِ خدا کے لئے جائے امن ہے۔ خدا نے ہم کو لوگوں پر حاکم بنایا۔ اما بعد محمدؐ بن عبداللہ جو میرے بھائی کا فرزند ہے۔ اگر اس کا کسی شخص سے موازنہ کیا جائے تو شرافت وفضیلت، کرامت وعقل کے لحاظ سے ہر ایک سے افضل ہے۔ اب رہا مال تو ایک قابلِ زوال سایہ ہے اور متغیر ہونے والا ہے۔ محمدؐ سے جو قرابت مجھ کو ہے وہ سب کو معلوم ہے۔ محمدؐ نے خدیجہؑ سے عقد نکاح کا ارادہ کیا ہے اور میں نے اپنے مال سے خدیجہ کا مہرِ موجل ومعجّل ادا کر دیا ہے۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ محمدؐ وہ شخص ہے جس کے لئے کوئی خبر عظیم اور بے حد قیمتی حصہ (مراد نبوت) نصیب ہونے والا ہے۔ اے معشرِ قریش! میں محمدؐ کا نکاح خدیجہؑ کریم کے ساتھ پڑھتا ہوں اور ان کا مہر بارہ اوقیہ سونا ادا کرتا ہوں۔

عبارت مندرجہ بالا سے چند امور واضح ہو گئے۔

(۱) محمد مصطفیٰ سید المرسلین قائم النبیینؐ کا نکاح ابوطالبؑ نے پڑھایا۔ اگر ابوطالب نعوذ باللہ مشرک ہوتے (جیسا کہ بعض واضعینِ حدیث نے لکھ دیا ہے) تو نکاح جائز نہ ہوتا۔ کیونکہ مسلم کا نکاح کافر ومشرک نہیں پڑھا سکتا۔ نہ کہ رسولؐ و نبی کا نکاح۔

(۲) خدیجہؑ کا مہر ابوطالبؑ نے اپنے مال سے دیا۔ یہ مہر بھی اسی حالت میں صحیح ہو سکتا ہے جبکہ ابوطالبؑ کو موحد اور ملتِ ابراہیمؑ کا پیرو تسلیم کر لیا جائے۔

(۳) ابوطالبؑ نے خود اقرارِ بنوتِ ابراہیمؑ و اسمعیلؑ کیا ہے اور بتایا ہے کہ ہمارے اجداد ابراہیمؑ و اسمعیلؑ تھے اور خانہ کعبہ اور مکہ کے متولی اور حاکم تھے۔

(۴) ابوطالبؑ نے کعبہ کو بیت اللہ کہا ہے اور مقامِ حج بتایا ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ ابوطالبؑ موحّد تھے اللہ کی وحدانیت کے قائل تھے اور مناسکِ حج کو جانتے تھے۔

(۵) ابوطالبؑ نے بتایا کہ تمام مخلوق میں محمدؐ کا درجہ اعلیٰ ترین و برتر ہے۔ ان کا موازنہ بحیثیت شرافت وکرامت کسی سے نہیں ہو سکتا۔ گویا فضلیتِ محمدؐ کے معترف تھے۔

(۶) ابوطالبؑ نے آخر میں بتایا ہے کہ محمدؐ وہ شخص ہیں کہ ان کی نبوت ورسالت کا عنقریب منجانب خدا اعلان ہونے والا ہے اور محمدؐ مبعوث بہ رسالت ہونے والے ہیں۔ الفاظ بہ مصلحتِ وقت مدبرانہ ہیں اور بالکل وہی ہے جس طرح انبیاء واوصیاء سابقین نے پیغمبر اسلامؐ کی بعثت کی خبر دی تھی۔ گویا ابوطالبؑ نے بشارت انبیاء سابقین کی تائید بھی کر دی اور قوم کو خود بھی بشارتِ محمد صلعم دے دی۔ اس طرح ثابت کر دیا کہ وہ پچھلے تمام انبیاء کرامؑ کو بھی دل سے مانتے تھے اور حضرت محمدؐ کو بھی خدا کا رسول مانتے تھے۔

جناب رسول خداؐ کی پیشن گوئیاں

جنابِ رسولخداؐ کی پیشگوئی بابت حضرت عائشہؓ

از کتاب تاریخ کامل۔ مروج الذہب مسعودی۔

کتاب حیات الحیوان دمیری میں بھی ہے اور مستدرک حاکم۔ روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ:

جب عائشہ کا قافلہ بصرہ کی جانب روانہ ہوکر چشمہ حوّاب پر پہنچا تو وہاں کے کتّوں نے بھونکنا شروع کیا۔ عائشہ مضطرب ہوکر بولیں مجھے واپس لے چلو۔ میں نے رسول اللہؐ کو (اپنی بیبیوں) سے یہ کہتے سنا ہے کہ تم میں سے اس بی بی کا کیا حال حشر ہوگا جس پر حوّاب کے کتے بھونکیں گے؟ (اس وقت حضرت عائشہ، حضرت علیؑ سے جنگ کرنے کے لئے بصرہ تشریف لے جارہی تھیں۔)

جناب رسولخداؐ پیشگوئی بابت واقعہ عمار یاسرؓ

کتاب ابوالفدا۔ مسند احمد ابن حنبل اور مستدرک حاکم میں ابوسعید خدری سے مروی ہے:

رسول خداؐ نے علیؑ سے فرمایا کہ اے علیؑ جس طرح میں نے تنزیل قرآن پر کفار سے جدال وقتال کیا ہے اسی طرح تم تاویل یعنی قرآن کے مطالب اور معنی پر قتال کروگے۔

تاریخ ابن الوردی میں ہے کہ جنگ صفین میں بحالتِ جنگ عمار یاسرؓ صحابی رسول نے جوعلیؑ کی جانب سے معاویہ سے جنگ کررہے تھے پینے کو پانی مانگا۔

ایک عورت نے پانی ملا دودھ لا کر پیش کیا جس کو عمار نے پی کر کہا:

اللہ اور اس کا رسولؐ سچا ہے، آج میں اپنے احبابِ حق پرستوں سے ملاقات کروں گا۔ رسول خداؐ نے فرمایا تھا کہ دنیا میں میرا آخری رزق پانی ملا دودھ ہوگا۔ پھر عمّار نے جنگ کرتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔

پیشگوئی بابت ایوب انصاریؓ در جنگِ صفین میں

معاویہ کے ایک لشکری مخنف بن سلیم نے ابوایوب انصاریؓ سے (جو علیؑ کی فوج میں تھے) کہا کہ تم نے رسول اللہؐ کی ہمراہی میں مشرکین سے جنگ و قتال کیا تھا اور آج مسلمانوں کو قتل کرنے آئے ہو؟ ابوایوب انصاریؓ نے جواب دیا کہ رسول اللہؐ نے مجھ کو ناکثین و قاسطین و مارقین کے قتال پر مامور کیا ہے۔ اور ابوسعید خذری سے مروی ہے کہ ہم کو رسول اللہؐ نے ناکثین و قاسطین و مارقین کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دیا ہے۔ تو ہم نے پوچھا تھا کہ یا رسول اللہؐ ہم کس کے ساتھ ناکثین، قاسطین اور مارقین سے قتال کریں گے؟ تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ علیؑ ابن ابی طالب کے ساتھ جن کی رفاقت میں عمار یاسر شہید ہوں گے۔

علاؤ الدین ابن اثیر نہایۃ میں لکھتے کہ ناکثین سے اہلِ جمل اور قاسطین سے اہل صفین اور مارقین سے خوارج مراد ہیں۔

عبارت و حوالہ جات سابقہ سے معلوم ہوا کہ ابوایوب انصاریؓ صحابی محترم بحکم پیغمبر اسلامؐ ناکثین، مارقین اور قاسطین کے ساتھ جنگ میں علیؑ کے

شریک رہے۔ عمارِ یاسرؓ نے رفاقت علیؑ میں شہادت پائی، اور ان افراد نے بتایا کہ بعد پیغمبرِ اسلامؐ جو فتنہ دین میں پیدا ہوگا اس سے محفوظ وہی رہ سکتے ہیں جو علیؑ کے ہمراہ ہوں گے۔ گویا پیغمبر اسلامؐ نے اپنی پیشگوئی کے ذریعہ سے اہل اسلام کو آگاہ کیا تھا کہ اسلام کی اصل قوت اتحاد المسلمین میں ہے۔ اور وہ اسی صورت باقی رہ سکتا ہے کہ میرے بعد علیؑ کی ذات کو اپنا رہبر و قائد تسلیم کر لیا جائے اور علیؑ کے مقابل آنے والے وہ لوگ ہوں گے جو دین اسلام میں افتراق پیدا کر کے دنیا طلبی کی نحوست میں گرفتار ہوں گے۔ دین اسلام تا قیامت باقی رہنے والا دین ہے۔ لہٰذا اگر اب بھی اہل اسلام کلمہ توحید کی بلندی اور اپنی ارتقاء دین و دنیا کے طالب ہیں تو راہ اختلاف و انتشار و افتراق کو ترک کر کے مطابق پیشگوئی و حکم پیغمبر اسلامؐ متحد ہو جائیں تا کہ اسلام میں فرقے ہی باقی نہ رہیں۔ اس کا واحد طریقہ یہ ہے کہ مسلمان رسولؐ خدا کے علم کو حضرت علیؑ اور ان کی اولاد کے آئمہ اہلبیتؑ سے حاصل کریں اور ان کی اطاعت کریں۔

جناب رسولخداؐ کی پیشگوئی بابت شہادت علیؑ

علامہ ابن اثیر نے کامل میں لکھا ہے انس ابن مالکؓ سے مروی ہے کہ ایک بار زمانہ رسالت مآب میں علیؑ بیمار ہو گئے تو میں عیادت کو گیا۔ اس وقت حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ بھی موجود تھے۔ اسی اثنا میں رسول اللہؐ بھی علیؑ کی عیادت کو آ گئے۔ عمر اور ابوبکر نے رسول اللہؐ کی خدمت میں عرض کیا۔ یا نبی اللہ ہم کو علیؑ زندہ رہتے نظر نہیں آتے۔

رسول اللہؐ نے فرمایا کہ علیؑ ابھی نہیں مریں گے۔ علیؑ ہرگز اس وقت تک نہیں مریں گے جب تک کہ وہ قتل ہوکر شہید نہ ہوں۔ خصائص نسائی میں ایک حدیث عمار یاسر سے منقول ہے کہ پیمبرؐ خدا نے علیؑ سے فرمایا کہ اے علیؑ! میں تم کو ان دو آدمیوں کا حال بتاؤں جو بدبخت ترین مردم ہیں۔ علیؑ نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہؐ۔ آپؐ نے فرمایا کہ ایک تو قوم ثمود کا سرخ رنگ والا آدمی جس نے ناقہ صالح کو پے کیا (مار ڈالا)۔ دوسرا وہ شخص جو تمہارے سر پر ضرب لگا کر تمہاری ڈاڑھی کو تمہارے خون سے خضاب کرے گا۔

جنابِ رسولخداؐ کی پیشگوئی بابت شہادت حسینؑ بزبان حسینؑ

روضۃ الاحباب میں ہے کہ جب امام حسینؑ گھوڑے سے گرے تو شمر اُن کے سینہ اطہر پر چڑھ بیٹھا۔ امام حسینؑ نے آنکھیں کھول دیں اور پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ شمر ذی الجوشن ہوں۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ کپڑے کو اپنے چہرہ سے ہٹا۔ شمر نے اپنا چہرہ کھول دیا۔ امام حسینؑ نے دیکھا اس کے دانت سور کے دانتوں کی طرح باہر نکلے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد آپؑ نے فرمایا کہ اے شمر اپنا سینہ کھول اس نے سینہ کھول دیا۔ امام حسینؑ نے شمر کے سینہ پر برص کے داغ دیکھ کر فرمایا رسول اللہؐ سچ فرمایا ہے۔ پھر فرمایا کہ اے شمر آج کونسا دن ہے؟ شمر نے کہا کہ روز جمعہ ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ تو جانتا ہے کہ یہ کیا وقت ہے؟ شمر نے کہا کہ ہاں خطبہ اور نماز جمعہ پڑھنے کا وقت ہے۔ امام حسینؑ نے کہا کہ اے شمر اس وقت خطیبان امت منبروں پر خدائے پاک کی حمد و ثنا اور میرے جد

رسولخداؐ کی تعریف وثنا کرتے ہوں گے اور تو میرے ساتھ یہ برتاؤ کر رہا ہے؟ اے شمر جس سینہ پر تو نے پاؤں رکھے ہیں اسی پر رسول خداؐ اپنا منہ رکھا کرتے تھے اور جس حلق پر تو نے خنجر رکھا ہے۔ رسول اللہؐ اس کو بوسہ دیا کرتے تھے۔ اے شمر اس حالت کو خدا دیکھ رہا ہے اور ارواح انبیاءؑ بھی موجود ہیں۔ میں اس وقت اپنے داہنی جانب یحییٰ بن زکریا کو دیکھ رہا ہوں۔ اے شمر بے حیائی کو تھوڑی دیر کے لئے ترک کر کے میرے سینہ سے اتر تو میں قبلہ رو ہوکر دو رکعت نماز ادا کرلوں۔ شمر بے حیا امام حسینؑ کے سینہ سے جو سفینہ علم الٰہی تھا اتر آیا اور امام حسینؑ رو بہ قبلہ ہوکر نماز میں مشغول ہوئے مگر افسوس شمر نے اتنا بھی صبر نہ کیا کہ امام حسینؑ نماز کو تمام کر لیتے۔ سجدہ اول ہی میں اس نے سر مبارک کو تن سے جدا کر دیا۔ **انا للہ و انا الیہ راجعون۔**

جنابِ رسولخداؐ کی پیشگوئی بابتِ امامتِ امام محمد باقرؑ

روضۃ الاحباب میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ میں ایک روز صحابی رسولؐ جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے ملا جو کہ نابینا ہو گئے تھے۔ میں نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دے کر میرا نام پوچھا۔ میں نے کہا محمد بن علی بن الحسینؑ۔ جابر نے مجھے اپنے نزدیک بلا کر میرے ہاتھ کو بوسہ دیا اور چاہا کہ پاؤں کو بھی بوسہ دیں میں ان سے علیحدہ ہو گیا۔ جابر نے کہا رسول خدا صلعم نے آپ کو سلام کہا ہے۔ میں نے کہا علیہ السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ پھر میں نے جابرؓ سے اس کی تفصیل دریافت کی۔ انہوں نے کہا کہ میں ایک دن رسول مقبول

کی خدمت میں حاضر ہوا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے جابر ممکن ہے کہ ایسے وقت تک زندہ رہو کہ میرے ایک فرزند کو دیکھو جس کا نام محمد بن علیؑ بن حسینؑ ہوگا اور خدا اس کو نور وحکمت عطا فرمائے گا اور جب تم اس سے ملو تو میرا سلام کہہ دینا۔(روضۃ الاحباب)

جناب رسولخداؐ کی پیشگوئی ظالم خلفاء اور حکام کے بارے میں

مشکوٰۃ ص/۳۰۸ کتاب الفتن

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا۔

میرے بعد ایسے امام ہوں گے جو میری ہدایت پر نہ چلیں گے اور نہ میری سنت پر عمل کریں گے۔ ان میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو حاکم ہوں گے جن کے قلوب شیطان کے قلوب ہوں گے انسانی جسم میں، حذیفہؓ صحابی نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ اس وقت ہم کو کیا کرنا چاہئے اگر ہم اس زمانہ میں زندہ رہیں؟

فرمایا کہ اس امیر کی بات کو سن اور مان اگرچہ تیری پشت پر ضربیں لگائی جائیں اور تیرے مال کو غصب کرلیا جائے پھر بھی حکم کو سن اور مان لے (یعنی صبر کر)۔

جناب رسولخداؐ کی پیشگوئی بابت فتوحاتِ اسلام بعدِ رسولؐ

مشکوٰۃ عن نافع بن عتبہ۔ فرمایا: پیغمبر اسلامؐ نے۔

اے مسلمانو! تم جزیرۃ العرب سے جنگ کروگے اس پر خدا تم کو فتح دے

گا۔ میرے بعد پھر فارس پر حملہ کروگے خدا تم کو فتح دے گا۔ پھر روم سے جنگ کروگے خدا فتح دے گا۔ اس کے بعد دجّال سے جنگ کروگے اس پر بھی خدا تم کو فتح دے گا۔

جناب رسولخداؐ کی پیشگوئی بابت ظہور امام مہدی علیہ السلام

مشکوٰۃ ص ۳۳۹ عن عبداللہ ابن مسعودؓ۔

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ اگر دنیا کے فنا ہونے میں ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو خدا اس ایک دن کو اتنا طویل کردے گا کہ اس میں ایک شخص مجھ سے یا میرے اہل بیت سے مبعوث ہوگا اس کا نام میرے نام پر ہوگا اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کا نام ہوگا۔ وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی۔

حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا کہ میں نے پیغمبر اسلامؐ سے سنا ہے کہ مہدیؑ میری عترت سے ہوگا جو اولاد فاطمہؑ سے ہے۔(ابوداؤد)

برکات در عہد امام الزمان مہدیؑ

عن ابی سعید الخ۔۔۔ فرمایا پیغمبر اسلامؐ نے کہ ''میری امت پر ایک بلا ایسی پہنچے گی کہ کوئی فرد بھی ظلم سے بچنے کے لئے پناہ ڈھونڈے گا تو اسے کوئی جائے پناہ نہیں ملے گی۔ پس خدا میری عترت اور اہلبیتؑ سے ایک شخص کو معبوث کرے گا۔ پس وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر کردے گا جس طرح

کہ وہ ظلم و جور سے بھر گئی تھی۔ آسمانوں کے ساکنین اس سے راضی اور خوش ہوں گے اور زمین کے باشندے بھی اس سے خوش ہوں گے۔ اس زمانہ میں آسمان ایک قطرہ بارش کا بھی نہیں چھوڑے گا کہ برسانہ دے اور زمین اک دانہ غلہ کا بھی نہ چھوڑے گی کہ اُگا نہ دے (یعنی خاطر خواہ بارش ہوگی اور غلہ بکثرت پیدا ہوگا) حتیٰ کہ زندہ لوگ کوشش کریں گے کہ ان کے مردے بھی یہ لطف زندگی بسر کرنے کے لئے زندہ کر دیئے جائیں۔ سات یا آٹھ یا نو سال تک یہ عہد عشرت و مسرت باقی رہے گا۔

فرمایا: جب تم سیاہ جھنڈے خراسان سے آتے ہوئے دیکھو تو حاضر ہو جاؤ کہ اس میں خدا کا خلیفہ مہدیؑ ہوگا۔

جناب رسولخداؐ کی پیشگوئی بابت جہاد علیؑ

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ تم تاویل قرآن (یعنی قرآن کے مطالب) پر اس طرح جنگ کرو گے جس طرح میں نے تنزیل قرآن (قرآن کے اترنے) پر جہاد کیا ہے۔

جناب رسولخداؐ کی پیشگوئی بابت شہادتِ حسینؑ

پیغمبر اسلامؐ نے اپنی زوجہِ گرامی ام سلمہؓ کو کچھ خاک دی اور فرمایا کہ جب میرا حسینؑ شہید ہوگا تو یہ خاک سرخ ہو جائے گی۔ تاریخ اسلام میں یہ واقعہ موجود ہے۔ (حیات القلوب جلد دوم ص ۴۷۲)

جناب رسولخداؐ کی پیشگوئی بابت تعمیر شہر بغداد

پیغمبر اسلامؐ نے شہرِ بغدا کی بناو آباد ہونے کی خبر پہلے ہی دے دی تھی۔

جناب رسولخداؐ پیشگوئی بابت شہادت حسینؑ و فاطمہؑ

ابن قولویہ، راوندی، ابن شہر آشوب وغیرہ نے روایت کی ہے کہ ایک دن پیغمبر اسلامؐ تشریف فرما تھے اور علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ، بھی پاس بیٹھے تھے پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ تم سب کی قبریں متفرق اور پراگندہ ہوں گی۔ امام حسینؑ نے پوچھا کہ نانا جان میں اپنی موت مروں گا یا قتل کیا جاؤں گا؟ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ اے فرزند تو ظلم و جور سے قتل کیا جائے گا اور تمہارے والد بھی ظلم سے قتل ہوں گے اور تمہارے فرزند بھی ستم دیدہ ہوں گے۔ امام حسینؑ نے دریافت کیا کہ پھر ہماری قبروں کی کوئی زیارت بھی کرے گا یا نہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ ایک گروہ میری امت کا تمہاری قبور کی زیارت کرے گا، میرے احسان اور صلہ کی وجہ سے اور میں روز قیامت خوفِ قیامت سے ان کو نجات دوں گا۔

جناب رسولخداؐ کی پیشگوئی بابت واقعہِ حرّہ

تاریخِ طبری میں ایوب بن بشیر سے روایت کی گئی ہے کہ پیغمبر اسلامؐ ایک دن مدینہ کے سنگ ساران کے قریب پہنچے اور فرمایا: انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اصحاب گھبرا

گئے کہ کوئی حادثہ پیش آنے والا ہے۔ سبب دریافت کیا۔ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ میری امت کے نیکوکار اور اخیار اس حرّہ کے مقام میں شہید کیے جائیں گے۔

یہ پیشگوئی اس طرح صحیح ہوئی کہ یزید ابن معاویہ نے ۶۳ھ میں مسلم ابن عقبہ کو مدینہ کو تاراج کرنے کا حکم دیا اور ہزاروں مرد اور عورتیں، صحابہ اور صحابیات قتل کی گئیں جن میں سات سو حافظان و قاریان قرآن اور صحابہ کرام تھے۔

جناب رسولخداؐ کی پیشگوئی بابت شہادتِ جعفر طیارؑ و دیگر اصحاب

پیغمبر اسلامؐ نے جعفر طیارؓ کو جنگِ تبوک میں بھیجا ایک دن فرمایا کہ ابھی زید بن حارثہؓ شہید ہو گئے اور اب علم جعفرؓ نے لے لیا ہے۔ پھر فرمایا کہ جعفرؓ کے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالے گئے اور وہ شہید ہو گئے۔ خدا ان کو جنت میں دو پر عطا کرے گا۔ اس کے بعد فرمایا کہ علم اسلام عبداللہ بن رواحہ نے لے لیا ہے۔ مگر وہ بھی شہید ہو گئے۔ اس کے بعد فرمایا کہ علم اسلام خالد نے لے لیا ہے اور دشمن سے مفرور ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد آپ خانہ جعفر طیارؑ میں تشریف لے گئے، ان کے فرزندوں کو طلب کیا اور تعزیت ادا کی۔

جناب رسولخداؐ کی پیشگوئی بابت فتحِ خیبر

جب خیبر میں محاصرہ اور جنگ کو انتالیس دن گذر گئے اور مشاہیر اسلام ہر روز خیبر سے ناکام واپس آتے رہے تو پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ کل میں اس کو علم دوں گا جو کرار غیر فرار ہوگا اور خدا اس کے دونوں ہاتھوں پر خیبر کو فتح کرے گا

چنانچہ علم اسلام علیؑ کو عطا کیا گیا اور علیؑ نے قلعہ خیبر فتح کیا۔

جناب رسولخداؐ کی پیشگوئی بابت صلحِ علیؑ و معاویہ

روضۃ الصفا جلد ۲ ص ۱۲۴ (صلح حدیبیہ مابین پیغمبر اسلامؐ و کفار قریش)

جب صلح نامہ و معاہدہ حدیبیہ لکھا جا چکا تو پیغمبر اسلامؐ نے علیؑ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے علیؑ تم کو بھی ایسا ہی واقعہ پیش آئے گا جیسا کہ مجھ کو کفار قریش کے مقابلہ میں پیش آیا۔ اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ علیؑ نے معاویہ ابی سفیان سے جنگ کرنے کے ارادہ سے فوج کو صفین میں پہنچا دیا اور جنگ و جدال کو بہت مدّت گزر گئی آخر کار جنگ کا خاتمہ صلحِ باہمی پر ہوا۔

گویا پیغمبر اسلامؐ نے اپنی امت کو آگاہ کیا تھا کہ جس طرح میرے معاہدہ صلح میں میرا مخالف حق پر نہیں ہے، اسی طرح اے علیؑ تم ایسے شخص سے صلح کرو گے جو حق پر نہ ہوگا۔

جناب رسولخداؐ کی پیشگوئی بابت علاماتِ قیامت

صحیح بخاری پ ۲۳ مترجمہ مرزا حیرت دہلوی ص ۵۳۶

انس کا بیان ہے کہ میں نے رسول خدا صلعم سے ایسی بات سنی ہے کہ میرے سوا تم میں سے اور کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ آپؐ نے فرمایا کہ قیامت کی علامات میں سے ہے کہ (۱) جہل بڑھ جائے گا (۲) علم گھٹ جائے گا (۳) زنا زیادہ ہو جائے گا (۴) شراب خوری بڑھ جائے گی (۵) مرد کم ہوں گے کہ پچاس

عورتوں کے واسطے ایک مرد (نگہبان) ہوگا۔آج ۲۰۱۹ء ہے ناظرین حالات حاضرہ کا خود جائزہ لے سکتے ہیں اور سمجھ سکتے ہیں کہ یہ پیشگوئی کس حد تک پوری ہوچکی ہے اور کس حد تک باقی ہے۔

محبتِ رسولؐ

حضرت ختمی مرتبت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی خدمت میں شعرائے کرام کا خراجِ تحسین

انتخاب: مفسر قرآن ڈاکٹر محمد حسن رضوی

فرقِ اقدس پر ترے سو عظمتوں کا تاج ہے
عرش کی رفعت بھی ترے سامنے بے تاج ہے

کاغذ پہ تیری مدح سجانے کے واسطے
دستِ دعا بھی چاہئے دستِ ہنر کے ساتھ

موڑ کر رکھ دی ہے جس نے علم کے میدان میں
زورِ ناحق کی کلائی ، خنجرِ باطل کی دھار

گھونپ دیں کفر کے سینے میں سنانیں جس نے
کاٹ دیں زورِ فصاحت سے زبانیں جس نے

مدینہ اول و آخر سفر کی منزل ہو
یہیں تمام مرا ذوق جستجو ہوجائے

اس آس پہ زندہ ہوں ، کہہ دے کوئی[1] یہ آ کر
چل تجھ کو مدینے میں سرکارؐ بلاتے ہیں

(۱) کوئی سے مراد ملک الموت۔

اسیر کرکے رکھیں جس کو وہ مدینے میں
تمام عمر رہائی کی وہ دعا نہ کرے

آنے سے تیرے چہرۂ رحمت چمک اٹھا
تجھ سے جہانِ علم کے چلنے لگے قدم

آقاؑ کی ثنا خوانی دراصل عبادت ہے
ہم نعت کی صور ت میں قران سناتے ہیں

آقاؑ کے گھرانے کی عظمت تو ذرا دیکھو
سر نیزے پہ ہے، پھر بھی قران سناتے ہیں

اللہ کے خزانوں کے مالک ہیں نبیؐ سرور
یہ سچ ہے نیازیؔ سب ، سرکارؐ کا کھاتے ہیں

مرا قبلہ کعبہ مسجد منبر

مصحف اور قران بھی توؑ
مرے فرض فریضے حج زکوٰتاں
مرا دین بھی تو، ایمان بھی تو

مرا ذکر بھی توؑ ، مری فکر بھی توؑ
مری جان بھی توؑ مری شان بھی توؑ

مرا دکھ سکھ ، رووں کھلن[۱] بھی توؑ
مرا درد بھی توؑ ، درمان بھی توؑ

مری بھی جان توؑ ارمان بھی توؑ
مرا فخر بھی توؑ ایمان بھی توؑ

میرا نشمین نہیں در گہ میر و فقیر
میرا نشیمن بھی توؑ ، شاخِ نشیمن بھی توؑ

تجھ سے مری زندگی، سوز و تپ و درد وداغ
توؑ ہی مری آرزو ، توؑ ہی مری جستجو

نگہ بلند ، سخن دل نواز دل پُر سوز
یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کے لئے

آئمہؑ آلِ محمدؐ

جن میں ہر ایک محمدؐ نظر آیا سب کو
ایسے بارہ[۱۲] نے محمدؐ کی نیابت کی ہے

(۱) رونا، ہنسنا، خوش اور غم

امامانِ حقیقت کی مثالیں دوں تو کس سے دوں؟
کہاں سے ڈھونڈ کر لاؤں مثالیں بے مثالوں کی؟

نمازِ شب اور یادِ الٰہی

محبت دل کو تڑپاتی ہے اکثر
پرانی چوٹ ابھر آتی ہے اکثر

خیالِ یار میں بیٹھے بٹھائے
سہانی رات کٹ جاتی ہے اکثر

پھر جاگ اٹھی ہے دل میں کسی باوفا کی یاد
یا دم بخیر ، پیکر جود و سخا کی یاد

بے گانۂ بہار رہا نخلِ آرزو
اس پر بھی ہے لطیفؔ دل میں خدا کی یاد

تائب ہوں آپ نامۂ اعمال دیکھ کر
اے بے کسی مجھے نہ دلا اب خطا کی یاد

اے چشم شوق ، پیش نظر حُسنِ دوست ہے
اے دل حرام تجھ پہ ہے اب ماسوا کی یاد

(شاہ لطیف بھٹائیؒ)

کسی گماں پہ توقع زیادہ رکھتے ہیں
ترئ شفاعتِ حق پر نگاہ رکھتے ہیں

عجب مذاق کہ لوگ اُس کو امّی[1] کہتے ہیں!
جو نون[2] بھی ہے، قلم بھی ہے اور کتاب بھی ہے

پہنچا ہوں شوقِ دید میں یثرت کے شہر میں
یہ اُس کی دین ہے جسے پروردگار دے

اے شمع تجھ پہ رات یہ بھاری ہے جس طرح
اس نے تمام عمر گزاری ہے اس طرح

رضوی اپنا مرکز و محور کربل اور مدینہ ہے
رہنے دو یہ شور مچاتی کھوکھلی دنیا ایک طرف

ہے خیالِ سیرتِ احمدؐ عمل کی آرزو
خلد کا اک در ہے میری قبر کے اندر کھلا

کیا پتہ کیا سزا مجھ کو ملتی؟
میرے مولاؑ نے عزت بچالی

(۱) ان پڑھ۔ (۲) نون مراد دوات۔

فردِ عیاں مری مجھ سے لے کر
کالی کملی میں اپنی چھپالی

ہزار چمکیں یہ شمس و قمر بقوّت و تاب
مگر بنا نہ کوئی تیرےؐ نقشِ پا کا جواب

ہمارے اشکِ مودت سے مت الجھ واعظ
غضب کی آگ ہے جو چشمِ تر میں رکھتے ہیں

پچھلی صف ہی میں سہی ، ہیں تو تیریؐ محفل میں
آپؐ چاہیں گے تو ہم کیوں نہ دکھائی دیں گے؟

لگتا تو بے خبر سا ہوں لیکن خبر میں ہوں
تیریؐ نظر میں ہوں تو میں سب کی نظر میں ہوں

دوستی کا دعویٰ کیا ؟ عاشقی سے کیا مطلب؟
میں ترے فقیروں میں ، میں ترے غلاموں میں

عصیاں سے کبھی ہم نے کنارا نہ کیا
اک کارِ حسن ہم نے گوارا نہ کیا

ہم نے تو جہنم کی بہت کی کوشش
لیکن تریؐ رحمت نے گوارا نہ کیا

مری زندگی کا مقصد ترے دیں کی سرفرازی
میں اسی لئے مجاہد ، میں اسی لئے نمازی

قدم قدم پہ جلانے پڑے لہو کے چراغ
کوئی رسولؐ سے پوچھے کہ رہبری کیا ہے؟

جناب رسولخداؐ نے فرمایا:'' خدا کو سب سے زیادہ بندے کا خدا پر بھروسہ کرنا پسند ہے۔''(الحدیث)

خلق میں کوہِ گراں بار کو ڈھلتے دیکھا
آپؐ کا رنگِ طبیعت ، نہ بدلتے دیکھا

اُس رسولؐ پاک کا کتنا حسین پیغام ہے
خود جیو ، اوروں کو جینے دو ، یہی اسلام ہے

شکیلؔ خوف نہیں آتشِ جہنم کا
جو تیرےؐ دل کی دعا کے اثر میں رہتا ہے

یہ آسماں بھی وہاں تک پہنچ نہیں سکتا
جہاں تلک ترے قدموں کی حد پہنچتی ہے
ایک شب کا ذکر کیا؟ اے جانے والے عرش پر!
تیری ساری زندگی معراج ہی معراج ہے

تم اپنے دل میں اطاعت کی آرزو رکھنا
پھر انؐ کا کام ہے جذبوں کی آبرو رکھنا

بہت ضروری ہے مولاؐ تری محبت میں
جگر کے خون سے آنکھوں کو باوضو رکھنا

یاد آتے ہیں ہمیشہ آپؐ کی سیرت کے خال
گفتگو ہوتی ہے جب بھی علم کے تاثیر کی

جناب رسولخداؐ نے فرمایا: ''انسان سجدے کے عالم میں خدا سے بہت قریب ہوتا ہے۔''

تم کرو اگر سجدے ، تم بھی سیکھ جاؤ گے
بخششوں کے دروازے کیسے کھٹکھٹاتے ہیں

ہم کو اپنی طلب سے سوا چاہئے
آپؐ جیسے ہیں ، ویسی عطا چاہئے

بھر کے جھولی مری میرے سرکارؐ نے
مسکرا کر کہا ، اور کیا چاہئے؟

میں محمدؐ کے گھرانے کا غلام
یہ تعارف ہے مرے اسلام کا

راہِ عرفاں میں کبھی یہ بھی مقام آتا ہے
اک تائب پہ محمدؐ کا سلام آتا ہے

جسم مٹی کا گھروندا ہے اگر جاں نہ رہے
انؐ کو قرآں سے الگ کردو تو قرآں نہ رہے

جسؐ کی ہر صبح شمس الضحیٰ ہے
جسؐ کی ہر شام بدر الدجیٰ ہے

کوئی لفظوں میں کیسے بتائے؟
اُنؐ کے رتبوں کی حد ہے تو کیا ہے؟

مستقل اُن کی ڈیوڑھی عطا ہو
میرے معبود یہ التجا ہے

کوئی پوچھے تو یہ کہہ سکوں میں
بابِ جبرئیلؑ میرا پتہ ہے

شاہوں کی بندگی ہی سر تک نہیں جھکایا
تیرےؐ لئے سراپا آداب بن گئے ہم

حکمراں خطۂ ارضی یہ تو گزرے ہیں بہت
دل پہ دنیا کے محمدؐ نے حکومت کی ہے

سرِ طور خود ہی جائے ، اُسے آپ کیا کہیں گے؟
وہ جسے خدا بلائے ، اسے آپ کیا کہیں گے؟

جو گناہ بخشتا ہے وہ خدائے لم یزل ہے
جوؐ گناہ بخشوائے اسے آپ کیا کہیں گے؟

اک قدم بھی نہ ہم چل سکیں گے حضورؐ
ہر قدم پرکرم آپؐ کا چاہئے

ہم کو یثرب بلایا تھا سرکارؐ نے
خلد میں بھی بلالیں، کرم چاہئے

مجھے آپؐ نے بلایا ، یہ کرم نہیں تو کیا ہے؟
میرا مرتبہ بڑھایا ، یہ کرم نہیں ہے تو کیا ہے؟
میں غموں کی دھوپ میں جب ترا نام لے کر نکلا
ملا رحمتوں کا سایہ ، یہ کرم نہیں تو کیا ہے؟
مری زندگی کے دامن پہ برس پڑیں بہاریں
ترےؐ عشق نے سنوارا، یہ کرم نہیں تو کیا ہے؟

یہ شرف بڑا شرف ہے، مرا رخ تری طرف ہے
مجھے کیا سے کیا بنایا ، یہ کرم نہیں ہے تو کیا ہے؟

تریؐ چاہتوں کو لے کر ترےؐ پاس آ گیا ہوں
مرے دل نے چین پایا، یہ کرم نہیں تو کیا ہے؟

یہ آسماں بھی وہاں تک پہنچ نہیں سکتا
جہاں تلک ترےؐ قدموں کی حد پہنچتی ہے

جلوسِ عشق نبیؐ کا ہو جس طرف سے گزر
مرے جنون کو بھی لے کر خرد پہنچتی ہے

درود کا دیا جاتا ہے جب ثواب مجھے
بہشت تک مری دو گز لحد پہنچتی ہے

سکندر خوش نہیں ہے لوٹ کر دولت زمانے کی
نبوتؐ دونوں ہاتھوں سے لٹا کر شکر کرتی ہے

یہ نہیں کہ بس میری اک کتاب تیرےؐ نام
زندگی کے سارے رنگ، سارے کام تیرےؐ نام

میں لکھوں نعت تو کاغذ کو پسینہ آئے
میرے ہر لفظ کے ہونٹوں پہ مدینہ آئے

عمر سرکارؐ کے قدموں میں بسر ہو میری
ان کے قدموں ہی میں رہنے کا قرینہ آئے

یہ جان و مال میرے تجھ پہ صدقے
ترے اخلاق پر اولاد مولیٰؐ

مرے اس ملک پر بھی اک نظر کر
ترا یثرب رہے آباد مولیٰؐ

جالیوں کے قریں بیٹھ کر وجد میں
نورِؐ روئے خدا دیکھتے رہ گئے

جو ملا انؐ کے دربار ہی سے ملا
وہ کرم، وہ عطا ، دیکھتے رہ گئے

اتنا حضورِ قلب کہ مالک سے ہم کنار
کُل جسم جا نماز پہ ، دل پیشِ کردگار

بمصطفیٰؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ اونہ رسیدی ، تمام بولہبیست
(اقبالؔ)

(یعنی خودکومصطفیٰؐ کی پیروی تک پہنچا، اگرتومصطفیٰؐ کی پیروی تک نہ پہنچا تو پھرسب کفرہی کفرہے۔(اقبال)

خدا کا ذکر کرے، ذکرِ مصطفیٰؐ نہ کرے
ہمارے ، منہ میں ہو ایسی زباں، خدا نہ کرے

اسیر کر کے رکھیں جس کو وہ مدینے میں
تمام عمر رہائی کی وہ دعا نہ کرے

جناب رسولخداؐ نے فرمایا کہ ’’انسان کا دل، خدا کا گھر ہے اس لئے اس میں خدا کے سوا کسی اور کو نہ بسانا۔‘‘(الحدیث)

ڈھونڈتا پھرتا ہے تو دَیر و حرم میں جس کو
موند لے آنکھ تو دیدار بھی کر سکتا ہے

وہ تو میرے دل کے اندر تھا نہاں
طُور پر میں جا کے پچھتایا بہت

جناب رسولخداؐ نے سب سے زیادہ شرک کی مخالفت فرمائی۔

یہ وقت کس کی رعونت پہ خاک ڈال گیا
یہ کون بول رہا تھا خدا کے لہجے میں؟

تم سے پہلے جو شخص یہاں تخت نشیں تھا
اس کو بھی خدا ہونے کا اتنا ہی یقیں تھا

گنہ گار کا بھی عجب مرتبہ ہے
مری سمت خیر البشر دیکھتے ہیں

خوشبو، لباس، رنگ وہی ہے مجھے عزیز
اب تو مری پسند تری عادتوں میں ہے

میں یہ نہیں کہتا کہ حضرت، یہ کریں، یا وہ کریں؟
انؐ کی سیرت آئینہ ہے آئینہ دیکھا کریں

دل تریؐ سیرت بسا کر رہ گیا
سر سے پا تک جگمگا کر رہ گیا

گناہگار کا بھی عجب مرتبہ ہے؟
مری سمت خیر البشرؐ دیکھتے ہیں

ہمہ عالم ہے جب تمہاریؐ ذات
کس لئے سوئے ماسویٰ دیکھیں؟

تیریؐ جالی سے لگا بیٹھا ہوں میں
کتنی قریب رحمتِ پروردگار ہے؟

پیرہن میرا غبارِ رہِ طیبہ[1] ٹھہرا
میری عزت، میری زینت، اِسی پوشاک سے ہے

(۱) مدینہ

جنتِ فکر و نظر ہے ارضِ طیبہ کا خیال
ذکرِ کوئے مصطفیٰؐ خلد و ارم کی بات ہے

میرے مولیٰ بلالے مدینے مجھے
جینے دیتے نہیں یہ کمینے مجھے

آنکھ اور احاطۂ حُسن نبیؐ کرے؟
دریا سمٹ کے آ نہیں سکتا حباب میں

ہاں اُن کی رحمتوں کا بھی ممکن نہیں شمار
میرے گناہ بھی نہیں آتے حساب میں

چشمِ رحمت بکشا ، سوے من انداز نظر
اے قریشی نسبی ، ہاشمی و مطلّبی

ساعتِ تخلیق سے وہؐ صاحبِ الہام ہے
قبضۂ قدرت میں اس کے گردشِ ایّام ہے

صبح اوّل ، عقل اوّل ، نورِ اوّل ، شہرِ علم
اُس شہنشاہِ دو عالم کا محمدؐ نام ہے

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

ابنِ آدمؑ کو عجب درسِ اخوّت دے کر
اس نےؐ انسان کو جینے کی ادائیں بخشیں

صرف اخلاق بزرگی کی علامت ٹھہرا
اُس نے کچھ ایسی شریعت کو ادائیں بخشیں

اِسی تمنا پہ جی رہا ہوں ، یہی تمنا جلا رہی ہے
جو مجھ پہ تیرا کرم نہ ہوگا تو مجھ کو جینا حرام ہوگا

میں نہیں کہتا کہ تم ایسا کرو
ان کی سیرت آئینہ ہے آئینہ دیکھا کرو

رنگ کو پھول میں ، خوشبو کو کلی میں دیکھو
جلوۂ علمِ الٰہی کو نبیؐ میں دیکھو

پڑھ کر کھلا صحیفۂ قرآن سے یہ راز
ممکن نہیں خدائی میں تمثیلِ مصطفیٰؐ

کوئی نفس تو عنوان ہوتا ، میرے ثبوتِ ایماں کا
(کاش) جان لبوں پر آتے آتے نام تمہارؐا بن جاتا

خوشبو ، لباس ، رنگ وہی ہے مجھے عزیز
اب تو میری پسند تریؐ عادتوں میں ہے

جس دن تری تعریف کا صدقہ نہیں ملتا
مجھ کو درو دیوار میں رستہ نہیں ملتا

حضورؐ ایسا کوئی انتظام ہو جائے
سلام کے لیے حاضر غلام ہو جائے

میں صرف دیکھ لوں اک صبح پھر مدینے کو
بلا سے پھر مری دنیا میں شام ہو جائے

تجلیات سے کر لوں میں اپنا سینہ پر
کبھی جو انؐ کی گلی میں قیام ہو جائے

حضورؐ آپؐ جو کہہ دیں تو بات بن جائے
حضورؐ آپؐ جو لکھ دیں تو کام ہو جائے

تری نگاہ محبت مجھے بھی مل جائے
مرا کلام بھی مقبولِ عام ہو جائے

مزہ تو جب سے فرشتے یہ قبر سے کہدیں
ذرا سی مدحتِ خیرالانامؐ ہو جائے

ہم بھی کلمہ گو ہیں اسؐ کے اے ہجومِ نونہار
رنگ و بو یہ پھول جس کے پیرہن سے لائے ہیں

اتنا تو جانتے ہیں کہ بندے خدا کے ہیں
ہوش اس کے بعد گم ، خرد نارسا کے ہیں

دل کی اُمید داریاں نہ گئیں
اس کرم کا کوئی ٹھکانہ ہے

ہم ہوئے تو ہیں نگاہِ لطف کے امید وار
اس سے ناواقف ہیں ، دل کا حال کیا ہو جائے گا؟

کوئی حرم سے ، دیر سے منسوب ہےکوئی
اک رہ گیا ہوں میں کہ تمہاراؐ کہیں جسے

مفہومِ کائنات تمہارےؐ سوا نہیں
تمؐ چھپ گئے نظر سے تو سارا جہاں نہ تھا

اک ترےؐ دامنِ رحمت سے چھوئے جانے کے بعد
کس قدر دعویٰ ہے میری خاک کو اکسیر کا

نبیؐ وہ صاحب امرونہی ہے واللہ جو
''نہیں'' کی کوک سے ملا ہے کو نکالا ہے

(یعنی رسولخداؐ نے وجود خدا کو ثابت کر دیا ہے اس لئے جو نہیں مانتے تھے وہ اک خدا کے وجود کو ماننے پر مجبور ہو گئے۔)

یادداشت